# تاریخ اسلام

## (۱)
## عهد رسالت

تألیف
گروهِ نگارش

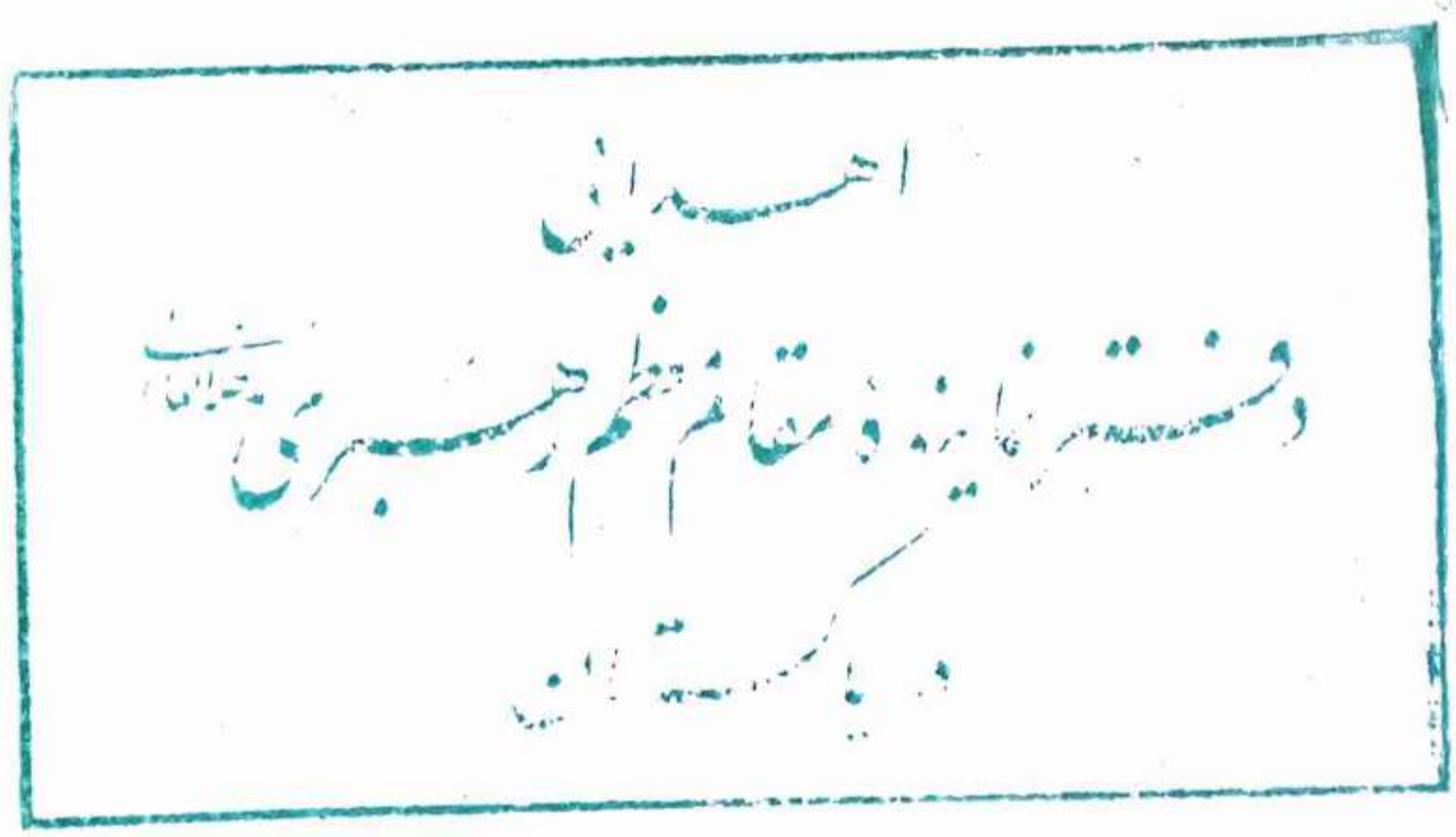

بسم الله الرحمن الرحيم

# تاریخِ اسلام

(۱)

(عہدِ رسالت)

تألیف

گروہِ نگارش

# فہرست


پیش لفظ ——— ۹

سبق ۱ :

تاریخ کی اہمیت ——— ۱۱

اقسام تاریخ ——— ۱۱

تاریخ کی اہمیت قرآن کی نظر میں ——— ۱۴

تاریخ کی اہمیت، نہج البلاغہ کی رو سے ——— ۱۷

تاریخ اسلام کو دیگر تواریخ پر فضیلت ——— ۱۸

سبق ۲ :

اسلام سے قبل جزیرہ نما عرب کی حالت ——— ۲۲

سیاسی حالت ——— ۲۲

اجتماعی حالات ——— ۲۴

دینی حالت ——— ۲۵

تعلیمی و تمدنی حالت ——— ۲۷

قوم پرستی و خرافات ——— ۲۸

عہد جاہلیت میں عورتوں کا مرتبہ ——— ۳۰

سبق ۳ :

پیغمبر اکرمؐ کا نسب ——— ۳۵

ولادت باسعادت ——— ۳۵

رسول خداؐ کے آباء و اجداد ——— ۳۵

واقعۂ عام الفیل ——— ۳۹

قابل ذکر چند باتیں ــــــــــــــ ۴۰

سبق ۴ :

رسالت کی جانب نیک قدم ــــــــــــــ ۵۱

شام کی طرف پہلا سفر ــــــــــــــ ۵۱

مستشرقین کی دروغ گوئی وافترا پردازی ــــــــــــــ ۵۲

ملک شام کا دوسرا سفر ــــــــــــــ ۵۳

حضرت خدیجہؑ کے ساتھ شادی ــــــــــــــ ۵۳

حضرت علیؑ کی ولادت ــــــــــــــ ۵۷

سبق ۵ :

مکّہ میں اسلام کی تبلیغ اور قریش کا ردعمل ــــــــــــــ ۶۵

نزولِ وحی ــــــــــــــ ۶۵

سب سے پہلے اسلام کا اعلان کرنے والا ــــــــــــــ ۶۶

دعوت کا آغاز ــــــــــــــ ۶۶

عزیز واقرباء ــــــــــــــ ۶۸

سبق ۶ :

قریش کی سازشیں ــــــــــــــ ۸۰

حبشہ کی جانب ہجرت ــــــــــــــ ۸۰

اقتصادی ناکہ بندی ــــــــــــــ ۸۴

حضرت ابوطالبؑ اور حضرت خدیجہؑ کی رحلت ــــــــــــــ ۸۸

حضرت ابوطالبؑ کی مظلومیت ــــــــــــــ ۸۹

سبق ۷ :

معراج ــــــــــــــ ۹۶

یثرب کے لوگوں کی دین اسلام سے واقفیت ــــــــــــــ ۹۶

پیغمبر اکرمؐ کو قتل کرنے کی سازش ______ ۱۰۴
انقلاب کی ضرورت کے تحت ہجرت ______ ۱۰۶

سبق ۸:

مدینہ ہجرت کرنے کے بعد رسول خداؐ کے اقدام ۔ ۱۱۲
مدینہ میں تشریف آوری ______ ۱۱۲
ہجرت کے اولین سال رسولؐ خدا کے اقدامات ______ ۱۱۴

سبق ۹:

جنگِ بدر ______ ۱۲۶
جنگ بدر کی مختصر تاریخ ______ ۱۳۰
جنگ بدر کے نتائج ______ ۱۳۷

سبق ۱۰:

جنگ احد ______ ۱۴۳
غزوہ قینقاع ______ ۱۴۳
رسولؐ خدا کی دختر نیک اختر کی شادی خانہ آبادی ___ ۱۴۵
غزوہ احد ______ ۱۴۹

سبق ۱۱:

جنگ احد سے جنگ احزاب تک ______ ۱۶۰
جنگ احد میں مسلمانوں کی شکست کے اسباب ___ ۱۶۰
غزوہ احزاب ______ ۱۷۰

سبق ۱۲:

غزوات احزاب بنی قریظہ اور بنی مصطلق ______ ۱۸۱
لشکر احزاب کی شکست کے اسباب ______ ۱۸۱
غزوہ بنی قریظہ کا سودمند پہلو ______ ۱۸۸

صلح حدیبیہ _____ ۱۸۹

سبق ۱۳:

جنگ موتہ _____ ۱۹۹

حجاز سے یہود کے اثر و رسوخ کا خاتمہ _____ ۱۹۹

دنیا کے ارباب اقتدار کو دعوت اسلام _____ ۱۹۹

غزوۂ خیبر _____ ۲۰۰

فدک _____ ۲۰۲

مکہ کی جانب روانگی _____ ۲۰۴

سبق ۱۴:

غزوات فتح و حنین اور طائف _____ ۲۱۵

غزوۂ فتح _____ ۲۱۵

غزوۂ حنین و طائف _____ ۲۲۲

آخری فتح _____ ۲۲۷

سبق ۱۵:

غزوۂ تبوک _____ ۲۳۲

تبوک کی جانب روانگی _____ ۲۳۴

مشرکین سے بیزاری _____ ۲۴۲

سبق ۱۶:

حجۃ الوداع، جانشین کا تعین اور رحلت پیغمبر اکرمؐ _____ ۲۵۰

حجۃ الوداع _____ ۲۴۹

جانشین کا تعین _____ ۲۵۱

آخری عسکری کوشش _____ ۲۵۵

رسول خداؐ کی رحلت _____ ۲۵۹

بسم تعالیٰ

# پیش لفظ

اسلامی علوم و معارف سے آشنائی کے سلسلے میں موجودہ نسل خصوصاً جوانوں کی بڑھتی ہوئی دلچسپی نیز تعلیم و تربیت کے فروغ کی غرض سے ایسی درسی کتابوں کی ترتیب و اشاعت کی ضرورت تھی جو کہ سلیس اور عام فہم زبان کے ساتھ ساتھ حقیقی اسلامی معارف پر مبنی مطالب اپنے دامن میں رکھتی ہوں، اسی ضرورت کے پیش نظر درج ذیل موضوعات پر متوسط سطحوں کے افراد کیلئے مذکورہ خصوصیات کی حامل معیاری کتابیں تیار کی گئی ہیں :

۱- تعلیم قرآن

۲- احکام

۳- اخلاق

۴- عقائد

۵- سیرت و تاریخ اسلام

آمید ہے کہ یہ کتابیں ولو اجمالی طور پر سہی، موجودہ ضرورت کو پورا کرنے کے سلسلے میں مثبت کردار ادا کریں گی۔

ناشر

سبق ۱

پہلا سبق

# تاریخ کی اہمیت

تاریخ کی اہمیت

تاریخ اسلام کی دوسری تواریخ پر فوقیت و برتری

تاریخ کی تعریف

لغت کی کتابوں میں تاریخ کے معنی وقت کی تعیین کے ہیں .ارخ الکتب و ارخہ اس نے کتاب لکھنے کی تاریخ لکھی (۱)

تاریخ کے اصطلاحی معانی بیان کرتے ہوئے لوگوں نے اس کی مختلف تعریفیں کی ہیں جن میں سے چند ذیل میں درج ہیں :

۱۔ کسی ایسے قدیم اور مشہور واقعہ کی مدت ابتداء معین کرنا جو عہد گذشتہ میں رونما ہوا ہو اور دوسرا واقعہ اس کے بعد ظہور پذیر ہو (۲).

۲۔ سرگذشت یا قابل ذکر ایسے اعال و افعال نیز حادثات اور واقعات کا ذکر جنہیں بلحاظ ترتیب زمان منظم و مرتب کیا گیا ہو (۳).

اقسام تاریخ

علم تاریخ اور اس کی اقسام و خصوصیات سے جو فوائد مرتب ہوتے ہے ان کے بارے میں بہت زیادہ بحث و گفتگو کی جاچکی ہے.

استاد شہید مرتضیٰ مطہری نے علم تاریخ کی تین قسمیں بیان کی ہیں :

۱:۔بیانیہ :

عہد حاضر کی وضع و کیفیت کو مد نظر رکھتے ہوئے گزشتہ واقعات و حادثات اور عہد ماضی کے انسانوں کی حالت اور کیفیت بیان کرنا .

اس میں سوانح عمری ،فتح نامے اور سیرت کی وہ کتابیں شامل ہیں جو تمام اقوام میں لکھی گئی ہیں اور اب بھی لکھی جا رہی ہیں .

بیانیہ تاریخ کی خصوصیات :

الف:۔ یہ تاریخ جزئی ہوتی ہے مجموعی اور کلی نہیں .

ب:۔ یہ محض منقول ہے اور اس میں عقل و منطق کو دخل نہیں ہوتا .

ج:۔ ان واقعات کا علم جو وقوع پزیر "ہو چکے "نا کہ "آیندہ "ہوں گے .

د:۔ ان واقعات کا تعلق ماضی سے ہوتا ہے حال سے نہیں .

۲۔ تاریخ علمی

ان آداب و رسوم کا علم جن کا رواج عہد ماضی کے انسانوں میں تھا اور یہ علم ان واقعات و حادثات کے مطالعے سے حاصل ہوتا ہے جو گزر چکے ہیں (۴).

۳۔ فلسفۂ تاریخ

وہ علم ہے کہ جس کے ذریعے انسانی معاشروں میں ارتقاء کے ذریعے تبدیلی واقع ہوئی اور وہ ایک مرحلے سے گزر کر کس طرح دوسرے مرحلے تک پہنچے. اور اس ارتقاء پزیر حالت کے دوران ان میں کون سے قوانین کار فرما رہے (۵).

اس کتاب کے اسباق میں اس بات کو مد نظر رکھا گیا ہے کہ سب سے پہلے ان واقعات کو بیان کیا جائے جو پیغمبر اکرم حضرت محمد ؐ کی رسالت کے دوران رو نما ہوئے اور اس کے ساتھ ہی ان کا تجزیہ بھی کیا جائے اس کے بعد دیگر مراحل میں ان واقعات سے پند و نصیحت حاصل کرنے کی کوشش کی جائے تاکہ ان سے نتائج اخذ کر کے ان

سے مجموعی قواعد مرتب کئے جائیں اور انہیں انفرادی اور اجتماعی زندگی میں بروئے کار لایا جائے بالخصوص اس بات کے پیش نظر کہ ایران کے اسلامی انقلاب کی تاریخ در حقیقت وہ منطقی سلسلۂ تاریخ ہے جس کا آغاز دوران رسالت و خلافت سے ہوتا ہے چنانچہ ہمیں اس انقلاب میں ایسی مثالیں ملتی ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس عہد میں بھی ہم ان واقعات سے دو چار ہوتے ہیں جو اب سے قبل صدر اسلام میں رونما ہوئے تھے .

## بیانیہ تاریخ کی اصل حقیقت

علمی اور بیانیہ تاریخ کی تشکیل چونکہ ان واقعات کی بنیاد پر ہوتی ہے جو عہد ماضی میں گزر چکے ہیں اسی لئے محققین کے سامنے یہ مسئلہ ہے کہ یہ واقعات کس حد تک معتبر یا غیر معتبر ہو سکتے ہیں.

بعض محققین کی رائے یہ ہے کہ :قدماء کی کتابوں میں بیانیہ تاریخ سے متعلق جو کچھ درج کیا گیا ہے اسے بیان اور قلمبند کرنے والے وہ لوگ ہیں جنہوں نے واقعات کو اغراض کی بنیاد ،شخصی محرکات ،قومی تعصبات یا اجتماعی و عقیدتی وابستگی کے بنیاد پر نقل و بیان کیا ہے اور اس میں تصرف و تحریف کر کے واقعات کو وہ شکل دی ہے جیسے وہ خود چاہتے تھے .یا واقعات کو انہوں نے اس طرح لکھا ہے جس سے ان کے اغراض و مقاصد پورے ہوتے تھے .نیز ان کے عقاید کے ساتھ ان کی موزونیت و ساز گاری بھی تھی .

بیانیہ تاریخ کے بارے میں یہ بد بینی اگر چہ بے سبب و بلا وجہ نہیں اور اس کا سرچشمہ تاریخ کی کتابوں کی کیفیت اور مورخین کے ذاتی مزاج کو قرار دیا جاسکتا ہے لیکن اس کے باوجود تاریخ بھی دیگر علوم کی طرح مسلمہ حقائق و واقعات پر مبنی ایک سلسلہ ہے اور اس کا بھی تجزیہ کیا جا سکتا ہے .

اس کے علاوہ ایک محقق شواہد و قرائن کی بنیاد اور اپنی اجتہادی قوت کے ذریعے یہ

معلوم کر سکتا ہے کہ حادثات و واقعات میں کس حد تک صحت و سقم ہے اور انہی کی اساس پر وہ بعض نتائج اخذ کر سکتا ہے (۶).

## تاریخ بالخصوص تاریخ اسلام کی اہمیت اور قدر و قیمت

جن مسلم و غیر مسلم محققین اور دانشوروں نے تاریخ بالخصوص تاریخ اسلام و سیرت النبی ؐ کے بارے میں تحقیقات کی ہیں انہوں نے اس کی اہمیت کے مختلف پہلوؤں کا جائزہ لے کر اس کی قدر قیمت کا اعتراف کیا ہے .

## تاریخ کی اہمیت قرآن کی نظر میں

قرآن کی رو سے ،تاریخ حصول علم و دانش اور انسانوں کے لئے غور و فکر کے دیگر ذرائع میں سے ایک ذریعہ ہے قرآن نے انسانوں کو غور و فکر کرنے کی دعوت دی ہے اس کے ساتھ ہی اس نے غور و فکر کے منابع (یعنی ایسے موضوعات جن کے بارے میں انسانوں کو غور و فکر کرنا چاہئے اور انہیں اس طرح بروئے کار لائے کہ ان کی حیثیت حصول علم و دانش کا منبع اور ذریعے ہو) بھی ان کے سامنے پیش کئے ہیں .

قرآن نے مختلف آیات میں انسانوں کو یہ دعوت دی ہے کہ وہ گزشتہ اقوام کی زندگی کا مطالعہ کریں .ان کی زندگی کے سود مند نکات پیش کرنے کے بعد انہیں یہ دعوت دی کہ وہ باصلاحیت افراد کو اپنا ہادی و رہنما بنائیں اور ان کی زندگی کو اپنے لئے نمونہ سمجھیں حضرت ابراہیم (ع) کے بارے میں فرماتا ہے :

قد کان لکم اسوة حسنة فی ابراہیم(۷) والذین معه تم لوگوں کے لئے ابراہیم اور ان کے ساتھیوں میں ایک اچھا نمونہ ہے

اسی طرح رسول اکرم ؐ کے بارے میں قرآن فرماتا ہے :

لقد کان لکم فی رسول الله اسوة حسنة (۸)

در حقیقت تم لوگوں کے لئے اللہ کے رسول ؐ میں ایک بہترین نمونہ ہے

حدیث و سنت نبوی ؐ آئمہ کی راہ و روش اور رفتار و گفتار امت مسلمہ کے لئے حجت قاطع اور سند محکم ہیں. سیرت نبوی ؐ ہمیں یہ درس دیتی ہے کہ ہمارا اخلاق و کردار نبی ؐ کی سیرت اور راہ و روش کے مطابق ہونا چاہیے جب کہ دیگر تواریخ میں اس کا کہیں ذکر نہیں ملتا مثال کے طور پر جرمنی کے فرمانروا ہٹلر نے دوسری عالمگیر جنگ کے دوران جو بھی کام کئے وہ ہمارے لئے حجت و سند نہیں بن سکتے ان کا فائدہ علمی سطح پر تو ہو سکتا ہے یا زیادہ سے زیادہ یہ کہ ہم اس کی زندگی سے عبرت حاصل کریں .

تاریخ اسلام

تاریخ کے جتنے بھی منابع و ماخذ موجود ہیں ان میں تاریخ اسلام سب سے زیادہ معلومات سے لبریز اور مالا مال ہے چنانچہ جب کوئی محقق تاریخ اسلام لکھنا شروع کرتا ہے تو اسے تاریخی واقعات وافر مقدار میں بصورت دقیق مل جاتے ہیں .اس کے علاوہ تاریخ اسلام میں جس قدر مستند و باریک نیز روشن نکات موجود ہیں وہ دیگر تواریخ میں نظر نہیں آتے .

ان خصوصیات کا سرچشمہ سیرت اور سنت رسول مقبول ؐ ہے اور یہ مسلمانوں کے لئے قطعی حجت و دلیل ہے چناچہ وہ انہی کی پیروی کرتے ہیں .

تاریخ اسلام کی بارے میں استاد مطہری رقم طراز ہیں :

پیغمبر ؐ اسلام اور مذہب اسلام کو دیگر مذاہب پر فوقیت حاصل ہے کہ آپ ؐ کی تاریخ بہت زیادہ روشن و مستند ہے .اس اعتبار سے دنیا کے دیگر رہبر و راہنما ہماری ہمسری نہیں کر سکتے چنانچہ پیغمبر اکرم ؐ کی زندگی کی دقیق باتیں اور اس کے جزئیات ہمارے پاس قطعی اور مسلم طور پر آج بھی اس طرح موجود و محفوظ ہیں کہ دوسرے لوگوں پر اس کا اطلاق نہیں ہو سکتا .آپ ؐ کا سال ولادت ،ماہ ولادت ،روز ولادت یہاں تک کہ ہفتہ ولادت تک تاریخ کے سینے میں درج ہے دوران شیر خوارگی ،وہ زمانہ جو آپ ؐ نے صحرا

میں بسر کیا' وہ دور جب آپ ؐ سن بلوغ کو پہنچے وہ سفر جو آپ ؐ نے ملک عرب سے باہر کئے وہ مشاغل جو آپ ؐ نے نبوت سے پہلے انجام دیئے ہمیں بخوبی معلوم ہیں. آپ ؐ نے کس سال شادی کی اور اس وقت آپ ؐ کا سن مبارک کیا تھا آپ ؐ کی ازواج کے بطن سے کتنے بچوں کی ولادت ہوئی اور کتنے بچے آپ ؐ کی رحلت سے قبل اس دنیا سے کوچ کر گئے .وفات کے وقت آپ ؐ کی کیا عمر تھی یہ واقعات عہد رسالت تک محفوظ ہیں اس کے بعد یہی واقعات دقیق تر ہو جاتے ہیں تفویض رسالت 'جیسا عظیم واقعہ کب پیش آیا وہ پہلا شخص کون تھا جو مسلمان ہوا اس کے بعد کون شخص مشرف بااسلام ہوا آپ ؐ کی لوگوں سے کیا گفتگو ہوئی آپ ؐ نے کیا کارنامے انجام دیئے اور کیا راہ و روش اختیار کی سب دقیق طور پر روشن و عیاں ہیں (۹)

۳۔سب سے زیادہ اہم بات یہ ہے کہ پیغمبر اکرم ؐ کی تاریخ پر زمانہ "وحی" کے دوران تحقیق ثبت کی گئی. تیئس سالہ عہد نبوت کا ہر واقعہ وحی آسمان کے نور سے منور و تاباں ہوا اور اسی کی روشنی میں اس کا تجزیہ کیا گیا قرآن مجید میں جو واقعات درج ہیں ان میں اکثر و بیشتر وہی مسائل و واقعات ہیں جو عہد نبوت کے دوران پیش آئے. ہر وہ واقعہ جسے قرآن نے بیان کیا ہے بلا شک و شبہ خداوند عالم الغیب و الشہادہ "نے ہی کیا ہے قرآن کی رو سے تاریخ بشر اور اس کا ارتقاء اصول و ضوابط کی بنیاد کے سلسلے پر قائم ہے عزت و ذلت ،کامیابی و ناکامی فتح و شکست اور بد بختی و خوش نصیبی کے واقعات دقیق و منظم حساب کے مطابق وقوع پذیر ہوتے ہیں ان اصول اور ضوابط و قوانین کو سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ تاریخ کو زیر فرمان لایا جائے .اور اس کے ذریعے اپنی ذات نیز معاشرے کو فائدہ پہنچایا جائے .یہاں مثال کے طور پر یہ آیت پیش کی جا سکتی ہے .

قد خلقت من قبلکم سنن فسیروا فی الارض فانظروا کیف

کان عاقبة المکذبین (۱۰)

تم میں سے پہلے بہت سے دور گزر چکے ہیں زمین میں چل پھر کر دیکھ لو ان لوگوں کا کیا انجام ہوا جنہوں نے اللہ کے احکامات اور ہدایات کو جھٹلایا

ب :۔ تاریخ کی اہمیت نہج البلاغہ کی رو سے

قرآن کے علاوہ معصومین (ع) کے پیشوا حضرت علی(ع) نے بھی اپنے اقوال میں اس عظیم اور علم و دانش کے وسیع سرچشمے کی قدر و قیمت کی جانب اشارہ فرمایا ہے چنانچہ اس بارے میں آپ(ع) کے ارشادات عالیہ میں سے نہج البلاغہ کے اس قول کو نقل کیا جا سکتا ہے :

یا بنی !انی و ان لم اکن عمر من کان قبلی فقد نظرت فی اعمالهم و فکرت فی اخبارهم و سرت فی اثارهم حتی عدت کاحدهم بل کانی بما انتهی الی من امورهم قد عمرت مع اولهم الی آخرهم فعرفت صنعوا ذالک من کدره و نفعه من ضرورته (۱۱).

یعنی اے میرے بیٹے !میری عمر ہرچند اتنی لمبی نہیں جتنی گزشتہ دور کے لوگوں کی رہی ہے لیکن میں نے ان کے کاموں کو دیکھا ان کے واقعات پر غور کیا ان کے جو آثار باقی رہ گئے تھے ان میں تلاش و جستجو کی یہاں تک کہ میں بھی ان جیسا شخص بن گیا بلکہ ان کے جو اعمال و افعال مجھ تک پہنچے میں نے گویا ان کے ساتھ اول تا آخر زندگی بسر کی اس کے بعد ہی میں نے ان کے کردار کی پاکیزگی و خوبی کو برائی اور تیرگی سے علیحدہ کر کے نفع و نقصان کو پہچانا. امیرالمومنین حضرت علی(ع) کا یہ بیان اس امر کی وضاحت کرتا ہے کہ آئمہ علیہم السلام کس حد تک عہد گذشتہ کی تاریخ کو اہمیت دیتے تھے .

ج :۔ غیر مسلم دانشوروں کی نظر میں تاریخ اسلام کی اہمیت

عیسائی دانشور ادیب جرجی زیدان رقم طراز ہے کہ :

اس میں شک نہیں کہ تاریخ اسلام کا شمار دنیا کی اہم ترین تواریخ عامہ میں ہوتا ہے کیونکہ مذکورہ تاریخ نے قرون وسطی سے متعلق پوری دنیا کی تاریخ تمدن کا احاطہ کر لیا ہے (۱۲).

بالفاظ دیگر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ تاریخ اسلام زنجیر کی وہ کڑی ہے جس نے دنیائے قدیم کی تاریخ کو جدید تاریخ سے متصل کیا ہے یہ تاریخ اسلام ہی ہے جس سے جدید تمدن کا آغاز اور قدیم تمدن کا اختتام ہوتا ہے

## تاریخ اسلام کو دیگر تواریخ پر فضیلت

تاریخ اسلام کو دوسری تمام اقوام کی تاریخ پر جو فوقیت و فضیلت حاصل ہے ہم اس کے بعض پہلو یہاں بیان کریں گے :

۱۔ سیرت :۔ پیغمبر اکرم ؐ و دیگر پیشوایان معصومین (ع) کی سیرت و زندگی :

تاریخ کے بارے میں یہی مستند ترین و دقیق ترین نظریہ اور تجزیہ پیش کرتی ہے. اگر ہم واقعات کے بارے میں غور و فکر کریں تو اس نظریئے اور تجزیئے کی روشنی میں ہی تمام واقعات کی حقیقت تک پہنچ سکتے ہیں .اور ان سے نتائج اخذ کر کے دوسروں کے لئے اسلامی و قرآنی راہ کی نشاندہی کرسکتے ہیں.

دور رسالت کی تاریخ خود ذات گرامی پیغمبر اکرم ؐ کی طرح انسانیت کے لئے بہترین مثال اور نمونہ ہے چنانچہ تاریخ انسانیت کے لئے یہی تاریخ بہترین نمونہ و مثال ثابت ہو سکتی ہے اور تاریخی روایات کے لئے ہم اسے سود مند ترین ماخذ کے طور پر بروے کار لا سکتے ہیں .

## سوالات

۱:۔ لغت و اصطلاح کی روشنی میں تاریخ کی تعریف کیجئے ؟

۲:۔ تاریخ کی مختلف اقسام بیان کیجئے ؟

۳:۔ بیانیہ تاریخ کی تعریف کیجئے اور خصوصیات بتائیے ؟

۴:۔ بعض لوگ بیانیہ تاریخ سے بد ظن ہیں اس کا کیا سبب ہے بیان کیجئے ؟

۵:۔ قرآن مجید کی رو سے تاریخ کی اہمیت بیان کیجئے ؟

۶:۔ تاریخ اسلام کو دیگر تواریخ پر کیا فوقیت حاصل ہے ؟اس کی کوئی ایک مثال مختصر طور پر بیان کیجئے ؟

# حوالہ جات

۱۔ القاموس المحیط ملاحظہ ہو :ارخ

۲۔ ۳ تاریخ سیاسی معاصر ایران .جلد اول صفحہ ۷

۴۔ تاریخ علمی اور تاریخ بیانیہ میں فرق یہ ہے کہ علمی تاریخ صرف کلی و عقلی ہی نہیں ہوتی بلکہ اس کی ترتیب میں بیانیہ تاریخ کے مواد کے حیثیت بنیاد کی سی ہوتی ہے .جب مورخ اس نوعیت کی تاریخ لکھتا ہے تو وہ یہ بھی دریافت کرنا چاہتا ہے کہ تاریخی واقعات کے رونما ہونے میں کون سے قدرتی حادثات کار فرما رہے اور تاریخ سازی میں ان کا کیا کردار رہا ہے تاکہ اصول علت و معلول کے تحت وہ ایسے عام قواعد و ضوابط مرتب کرسکے جن کا اطلاق عہد ماضی و حال دونوں پر ہوسکے اس بنا پر یہ ایسا موضوع ہے کہ ہرچنداس کا تعلق عہد گذشتہ کے واقعات سے سہی مگر اس سے مورخ ایسے مسائل اور قواعد و ضوابط کا استخراج کرتا ہے جن کاتعلق عہد ماضی سے نہیں بلکہ ان کا اطلاق زمانہ حال و مستقبل پر بھی ہوسکتا ہے .جامعہ و تاریخ نامی کتاب کے صفحہ ۳۵۲ کا خلاصہ

۵ ملاحظہ ہو جامعہ و تاریخ ص ۳۵۱ ـ۳۵۳ مطبوعہ دفتر انتشارات اسلامی اس مفہوم میں علم تاریخ در حقیقت معاشرے کے ارتقاء کا وہ علم ہے جس کے ذریعے اس وا قعیت کا مطالعہ کیا جاتا ہے کہ کوئی معاشرہ کس طرح ایک مرحلے سے گزر کر دوسرے مرحلہ تک پہنچا یہاں ہمیں اس بات سے کوئی سروکار نہیں کہ یہ معاشرہ کس مرحلے کے دوران کس طرح باقی رہا بالفاظ دیگر ہم اس حقیقت کا مطالعہ کرتے ہیں کہ معاشرہ کیا تھا ہمیں اس سے غرض نہیں اب کیا ہے اس اعتبار سے جب ہم یہ قیاس کرتے ہیں کہ اس کی تاریخ کی رو سے کیا قدر و قیمت ہے تو ہمیں اس بات سے غرض نہیں ہوتی کہ اس کا تعلق گذشتہ زمانہ سے ہے بلکہ اس مقصد کے تحت اس بات کا مطالعہ کرتے ہیں کہ یہ علم عہد ماضی میں شروع ہو اور اب بھی جاری وساری ہے

۶۔ شہید مطہری کی کتاب جامعہ و تاریخ سے منقول

۷۔ سورہ ممتحنہ آیت ۴

۸۔ احزاب ۲۱

۹۔ سیرہ نبوی ص ۵ و ۶ طبع انتشارات اسلامی تہران (ایران)

۱۰۔ آل عمران آیت ۱۳۷

۱۱۔ حضرت علی (ع) کا خط ۳۱ .یہ خط آپ نے اپنے فرزند عزیز حضرت امام حسن (ع) کے لئے مرقوم فرمایا تھا

۱۲۔قرون وسطی کا آغاز سنہ ۴۷۶ ء میں ہوا اور ۱۴۵۳ ء میں اس وقت جب کہ سلطان محمد نے قسطنطنیہ کو فتح کرلیا تو اس کا خاتمہ ہوگیا (ملاحظہ ہو تاریخ سیاسی معاصر ایران ج۱ر۸)

سبق ۲

# اسلام سے قبل جزیرہ نما عرب کی حالت

(۱) جزیرہ نما عرب ایشیاء کے جنوب میں واقع ہے اس کے شمال میں عراق و اردن مشرق میں خلیج فارس جنوب میں بحر عمان اور مغرب میں بحر احمر و خلیج عقبہ واقع ہے .

اس جزیرہ نما کا رقبہ تیس لاکھ مربع کلو میٹر سے زیادہ ہے۔ اور جغرافیائی اعتبار سے تین منطقوں میں تقسیم ہوتا ہے۔

۱۔ مرکزی حصہ صحرائے عرب کے نام سے مشہور ہے اور اس جزیرہ کا وسیع ترین علاقہ ہے.

۲۔ شمالی علاقے کا نام حجاز ہے حجاز حجز سے مشتق ہے جس کے معنی حائل اور مانع ہیں۔ چونکہ یہ سرزمین نجد اور تہامہ کے درمیان واقع و مانع ہے اسی لئے اس منطقے کو حجاز کہا جاتا ہے (۱).

۳۔اس جزیرہ نما کا جنوبی حصہ بحر ہند اور بحر احمر کے ساحل پر واقع ہے جس میں یمن اور حضرموت کے علاقے شامل ہیں .

جنوبی منطقے کے علاوہ جزیرہ نما کا پورا علاقہ مجموعی طور پر خشک اور بے آب صحرا پر مشتمل ہے مگر بعض جگہوں پر اس میں نخلستان بھی پائے جاتے ہیں .

## سیاسی حالت

عہد جاہلیت میں سیاسی اعتبار سے کسی خاص طاقت کے مطیع اور فرمانبردار نہ تھے. وہ صرف اپنے ہی قبیلے کی طاقت کے بارے میں سوچتے تھے دوسروں کے ساتھ ان کا وہی سلوک تھا جو افراط پسند وطن دوست اور نسل پرست روا رکھتے تھے .

جغرافیائی اور سیاسی اعتبار سے جزیرہ نما عرب ایسی جگہ واقع ہے کہ جنوبی منطقے

کے علاوہ اس کا باقی حصہ اس قابل نہ تھا کہ ایرانی و رومی جیسے فاتحین اس کی جانب رخ کرتے .چنانچہ اس زمانے میں ان فاتحین نے اس کی طرف کم ہی توجہ دی کیونکہ اس کے خشک و بے آب اور تپتے ہوئے ریگستان ان کیلئے قطعی بے مصرف تھے اس کے علاوہ عہد جاہلیت کے عربوں کو قابو میں لانا اور ان کی زندگی کو کسی نظام کے تحت منظم و مرتب کرنا انتہائی سخت و دشوار کام تھا

## قبیلہ

عرب انفرادی اور ذاتا استبداد پسند اورخود خواہ تھے چنانچہ انہوں نے جب بیابانوں میں زندگی کی مشکلات کا مقابلہ کیا تو یہ اندازہ لگا لیا کہ وہ تنہا رہ کر زندگی بسر نہیں کر سکتے اس بنا پر انہوں نے فیصلہ کیا کہ جن افراد کے ساتھ ان کا خونی رشتہ ہے یا حسب و نسب میں وہ ان کے شریک ہیں ان پر مشتمل اپنے گروہ کی تشکیل کریں جس کا نام انہوں نے "قبیلہ" رکھا قبیلہ ایسا مستقل و متحد دستہ تھا جس کے ذریعے عہد جاہلیت میں عرب قومیت کی اساس و بنیاد شکل پذیر ہوتی تھی چنانچہ ہر اعتبار سے وہ خود کفیل تھے .

دور جاہلیت میں عربوں کے اقدار کا معیار قبائلی اقدار پر منحصر تھا ہر فرد کی قدر و منزلت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاتا تھا کہ قبیلے میں اس کا کیا مقام و مرتبہ ہے اور اہل قبیلہ میں اس کا کس حد تک اثر و رسوخ ہے یہی وجہ تھی کہ قدر و منزلت کے اعتبار سے سرداران قبائل کو بالا ترین مقام و مرتبہ حاصل تھا اس کے مقابل کنیزوں اور غلاموں کا شمار قبائل کے ادنی ترین و انتہائی پست ترین افراد میں ہوتا تھا

دیگر قبائل کے مقابل جس قبیلے کے افراد کی تعداد جتنی زیادہ ہوتی وہ قبیلہ اتنا ہی زیادہ فخر محسوس کرتا اور خود کو قابل قدر و منزلت سمجھتا اپنے قبیلے کی قدر و منزلت کو بلند کرنے اور قبائل کے افراد کی تعداد کو زیادہ دکھانے کی غرض سے وہ اپنے قبیلے کے

مردوں کی قبروں کو شامل کرنے سے دریغ نہ کرتے چنانچہ اس امر کی جانب قرآن نے اشارہ کرتے ہوئے بیان کیا ہے:

الھکم التکاثر حتیٰ زرتم المقابر (۲)

ایک دوسرے پر فخر جتانے کی فکر نے تمہیں قبروں تک پہنچا دیا .

اجتماعی حالات

جزیرہ نما عرب کے اکثر و بیشتر لوگ اپنے مشاغل اور اقتصادی تقاضوں کے باعث صحرا نشینی کی زندگی اختیار کئے ہوئے تھے کل آبادی کا چھٹا حصہ ایسا تھا جو شہروں میں آباد تھا شہروں میں جمع ہونے کی وجہ یا تو اس کا تقدس تھا یا ان میں تجارت ہوتی تھی چنانچہ مکہ کو دونوں ہی اعتبار سے اہمیت حاصل تھی اس کے علاوہ شہروں میں آباد ہونے کی وجہ یہ بھی تھی کہ وہاں کی زمینیں سرسبز و شاداب تھیں اور ضرورت پوری کرنے کیلئے پانی نیز عمدہ چراگاہیں بھی موجود تھیں یثرب ،طائف ،یمن ،حیرہ ،حضرموت اور غسان کا شمار ایسے ہی شہروں میں ہوتا تھا .

بدوی عرب اپنے لب و لہجہ اور قومی عادت و خصلت کے اعتبار سے شہر نشین عربوں کے مقابل اچھے سمجھے جاتے تھے اسی لئے عرب کے اہل شہر اپنے بچوں کو صحراؤں میں بھیجتے جہاں وہ کئی سال تک رہتے تاکہ وہاں ان کی پرورش اسی ماحول اور اسی تہذیب و تمدن کے گہوارے میں ہو سکے .

جو لوگ شہروں میں آباد تھے ان کی سطح فکر زیادہ وسیع و بلند تھی اور ایسے مسائل کے بارے میں ان کی واقفیت بھی زیادہ تھی جن کا تعلق قبیلے کے مسائل سے علیحدہ و جداگانہ تھا .

صحرا نشین لوگوں کو شہری لوگوں کے مقابل زیادہ آزادی حاصل تھی اپنے قبیلے کے مفادات کی حدود میں رہ کر ہر شخص کو یہ حق حاصل تھا کہ عملی طور پر وہ جو چاہے کرے

اس معاملے میں اہل قبیلہ بھی اس کی مدد کرتے اسی لئے ان کے درمیان باہمی جنگ و جدال اور مال و دولت کی غارتگری ایک معمولی چیز بن گئی تھی چنانچہ عربوں میں جنہوں نے شجاعت و بہادری کے کارنامے انجام دیئے ہیں ان میں اکثر و بیشتر صحرانشین ہی تھے

## دینی حالت

عہد جاہلیت کے دوران ملک عرب میں بت پرستی کا عام رواج تھا اور لوگ گوناگوں شکلوں میں اپنے بتوں کی پوجا کیا کرتے تھے اس دور میں کعبہ مکمل بت خانہ میں بدل چکا تھا. جس میں تین سو ساٹھ سے زیادہ انواع و اقسام اور مختلف شکل و صورت کے بت رکھے ہوئے تھے اور کوئی قبیلہ ایسا نہ تھا جس کا بت وہاں موجود نہ ہو.حج کے زمانے میں ہر قبیلے کے لوگ اپنے بت کے سامنے کھڑے ہوتے اس کی پوجا کرتے اور اس کو اچھے ناموں سے پکارتے (۳).

ظہور اسلام سے قبل یہود و نصاری مذاہب کے لوگ بھی جو کہ اقلیت میں تھے جزیرہ نما عرب میں آباد تھے یہودی اکثر و بیشتر شمال عرب کے گرد و نواح کے علاقوں مثلا یثرب ،وادی القری ،تیما ،خیبر و فدک جیسے مقامات پر رہا کرتے تھے جب کہ عیسائی نواح جنوب میں یمن اور نجران جیسی جگہوں پر بسے ہوئے تھے .

انہی میں گنتی کے چند لوگ ایسے بھی تھے جو وحدانیت کے قائل اور خدا پرست تھے اور وہ خود کو حضرت ابراہیم (ع) کے دین کے پیروکار سمجھتے تھے مورخین نے ان لوگوں کو حنفاء کے عنوان سے یاد کیا ہے (۴).

جس وقت حضرت محمد مصطفیٰ ؐ پر وحی نازل ہوئی اس وقت عرب میں مذہب کی جو حالت و کیفیت تھی اسے حضرت علی(ع) نے اس طرح بیان کیا ہے :

.....وأهل الارض يومئذ ملل متفرقة و اهواز منتشرة و طريق متشقة بين

مشبه الله بخلقه او ملحد فی اسمه او مشیر الی غیره فهداهم به من الضللة وانقذهم بمكانه من الجهالة (۵).

اس زمانے میں لوگ مختلف مذاہب کے ماننے والے تھے ان کے افکار ایک دوسرے کی ضد اور طریقے مختلف تھے بعض لوگ خدا کو مخلوق سے مشابہ کرتے تھے.(ان کا خیال تھا کہ خدا کے بھی ہاتھ پیر ہیں اس کے رہنے کی بھی جگہ ہے اور اس کے بچے بھی ہیں) وہ خدا کے نام میں تصرف بھی کرتے اپنے بتوں کو خدا کے مختلف ناموں سے یاد کرتے تھے مثلا لات 'کو اللہ 'عزی کو عزیز 'اور منات کو منان' کے ناموں سے یاد کرتے (۶) بعض لوگ خدا کے علاوہ دوسری اشیا کو بھی پوجتے یہ لوگ دہریے تھے اور صرف فطرت حرکات فلکیہ اور گردش زمان ہی کو خود پر موثر سمجھتے تھے (۷).

خداوند تعالی نے پیغمبرؐ کے ذریعے انہیں گمراہی سے نجات دلائی اور آپؐ کے وجود کی برکت سے انہیں جہالت کے اندھیرے سے باہر نکالا۔

جب ہم بت پرستوں کے گوناگوں عقاید کا مطالعہ کرتے ہیں اور ان کا جائزہ لیتے ہیں تو اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ انہیں اپنے بتوں سے ایسی زبردست عقیدت تھی کہ وہ ان کے خلاف ذرا سی بھی توہین برداشت نہیں کرسکتے تھے اسی لئے وہ حضرت ابوطالب کے پاس جاتے اور پیغمبرؐ کی شکایت کرتے اور کہتے کہ وہ ہمارے خداوں کو برا بھلا کہہ رہے ہیں اور ہمارے دین و مذہب میں برائیاں نکال رہے ہیں (۸). وہ وجود خدائے مطلق و خالق پروردگار کے معتقد و قائل تو تھے اور اللہ کے نام سے اسے وہ بھی یاد کرتے تھے مگر اس کے ساتھ ہی وہ بتوں کو تقدس و پاکیزگی کا مظہر اور انہیں قابل پرستش سمجھتے تھے وہ یہ بات بھی اچھی طرح جانتے تھے کہ یہ بت ان کے معبود تو ہیں مگر ان کے خالق نہیں چنانچہ یہی وجہ تھی کہ جب رسول خداؐ ان سے گفتگو فرماتے تو یہ ثابت نہیں کرتے تھے کہ خداوند تعالی ان کا خالق ہے بلکہ ثبوت و دلائل کے ساتھ یہ فرماتے

کہ خدائے مطلق واحد ہے اور ان کے بنائے ہوئے معبودوں کی حیثیت و حقیقت کچھ بھی نہیں .

قرآن مجید نے مختلف آیات میں اس واقعی امر کی جانب اشارہ کیا ہے یہاں اس کے چند نمونے پیش کئے جاتے ہیں .

لئن سالتھم من خلق السموات والارض لیقولن اللہ (۹)

ان لوگوں سے اگر تم پوچھو کہ زمین اور آسمان کو کس نے پیدا کیا ہے ؟ تو یہ خود کہیں گے "اللہ نے" .

مانعبدھم الا لیقربونا الی اللہ زلفی (۱۰)

ہم تو ان کی عبادت صرف اس لئے کرتے ہیں کہ وہ اللہ تک ہماری رسائی کرا دیں .اس کے علاوہ وہ بت پرستی کی یہ بھی تعبیر پیش کرتے تھے کہ :

ھؤلاء شفآئنا عند اللہ (۱۱)

یہ اللہ کے ہاں ہمارے سفارشی ہیں

## تعلیمی و تمدنی حالت

عہد جاہلیت کے عرب ناخواندہ اور علم کی روشنی سے قطعی بے بہرہ تھے .ان کے اس جہل و ناخواندگی کے باعث توہمات و خرافات نے پورے معاشرے پر اپنا سایہ پھیلا رکھا تھا .ان کی کثیر آبادی میں گنتی کے لوگ ہی ایسے تھے جو لکھنا اور پڑھنا جانتے تھے (۱۲)

دور جاہلیت میں عرب تمدن کے نمایاں ترین مظہر حسب و نسب کی پہچان ،شعر گوئی اور تقاریر میں خوش بیانی جیسے اوصاف تھے .چنانچہ عیش و عشرت کی محفل ہو خواہ میدان کارزار وہ جہاں بھی جاتے اس میں شعر گوئی یا جادو بیان تقاریر کے ذریعے اپنے قبیلے کی قابل افتخار باتیں ضرور بیان کرتے .

اس میں شک نہیں کہ اسلام سے قبل عربوں میں شجاعت ،شریں بیانی ،مہمان نوازی لوگوں کی مدد کرنا اور آزادی پسند جیسی عمدہ خصوصیات و صفات بھی موجود تھیں مگر ان قابل مذمت عادات واطوار کے مقابل جو ان کے رگ و پے میں سرایت کر چکی تھیں .ان کی یہ تمام خوبیاں بے حقیقت بن کر رہ گئی تھیں .اس کے علاوہ ان تمام خوبیوں اور ذاتی اوصاف کے محرک انسانی اقدار اور قابل تحسین و ستایش باتیں نہ تھیں

زمانہ ء جاہلیت کے عرب طمع پروری اور مادی چیزوں پر فریفتگی کا کامل نمونہ تھے . وہ ہر چیز کو مادی مفاد کے زاویے سے دیکھتے تھے .ان کی اجتماعی تہذیب بے راہروی ،بد کرداری اور قتل و غارتگری جیسے برے افعال و اعمال پر مبنی تھی اور یہی حیوانی پست صفات ان کی سرشت اور عادت و جبلت کا جز بن گئی تھیں .

دور جاہلیت میں عربوں کے درمیان جو تمدن رائج تھا اس میں اخلاق کی توجیہ و تعبیر دوسرے انداز میں کی جاتی تھی .مثال کے طور پر غیرت ،مروت ،شجاعت کی سب ہی تعریف کرتے تھے مگر شجاعت سے ان کی مراد سفاکی اور دوسروں کا قتل ،و خون کرنے کے لئے زیادہ سے زیادہ طاقت ہوتی تھی .غیرت کا مفہوم ان کے تمدن میں لڑکیوں کو زندہ دفن کر دینا تھا .اور اپنے اس طریقۂ عمل سے اپنی غیرت کی نمایاں ترین مثال پیش کرتے تھے .عہد ،وفا وہ اسی بات کو سمجھتے تھے کہ ان کے قبیلے کے کسی فرد نے جو بھی عہد و پیمان کیا ہے وہ چاہے غلط ہو یا صحیح وہ اس کی حمایت و پاسداری کریں .

توہم پرستی و خرافات کی پیروی

طلوع اسلام کے وقت دنیا کی تمام اقوام کے عقاید میں کم و بیش خرافات اور جن و پری وغیرہ کے قصے شامل تھے .اس زمانے میں یونانی اور ساسانی اقوام کا شمار دنیا کی سب سے زیادہ ترقی یافتہ اقوام میں ہوتا تھا .چنانچہ انہی کے قصوں اور کہانیوں کا ان پر غلبہ تھا

یہ بھی امر واقعی ہے کہ تہذیب و تمدن اور علم کے اعتبار سے جو بھی معاشرہ جس قدر پسماندہ ہوگا اس میں توہمات و خرافات کا اتنا ہی زیادہ رواج ہوگا .جزیرہ نما عرب میں توہمات کا عام رواج تھا ان میں سے بہت سے تاریخ نے اپنے سینے میں محفوظ کر رکھے ہیں .یہاں بطور مثال چند پیش کئے جاتے ہیں :

۱۔ ایسی ڈوریوں کو جنہیں کمانوں کی زہ بنانے کے کام میں لایا جاتا تھا لوگ اونٹوں اور گھوڑوں کی گردنوں نیز سروں پر لٹکا دیا کرتے تھے .ان کا یہ عقیدہ تھا کہ ایسے ٹوٹکوں سے ان کے جانور بھوت پریت کے پرچھاوں سے بچے رہتے ہیں .اور انہیں کسی کی بری نظر بھی نہیں لگتی .اسی طرح جب دشمن حملہ کرنے کے بعد لوٹ مار کرتا ہے تو ایسے ٹوٹکوں کی وجہ سے ان جانوروں پر ذرا بھی آنچ نہیں آتی (۱۳).

۲۔ خشک سالی کے زمانے میں بارش لانے کی غرض سے جزیرہ نما عرب کے بوڑھے اور کاہن لوگ "سلع" درخت جس کا پھل مزے میں کڑوا ہوتا ہے' اور "عشر" نامی پیڑ ( جس کی لکڑی جلدی جل جاتی ہے) گایوں کی دموں اور پیروں میں باندھ دیتے اور انہیں پہاڑوں کی چوٹیوں تک ہانک کر لے جاتے .اس کے بعد وہ ان لکڑیوں میں آگ لگا دیتے .آگ کے شعلوں کی تاب نہ لا کر ان کی گائیں ادھر ادھر بھاگنے لگتیں اور سر مار مار کر ڈنکارنا شروع کر دیتیں .ان کے خیال میں ان گائیوں کے ڈنکارنے اور سر مارنے سے پانی برسنے لگے گا .ان کا یہ بھی گمان تھا کہ جب ورشا کی دیوی یا جل دیوتا ان گائیوں کو تڑپتا ہوا دیکھیں گے تو ان کی پاکیزگی اور پوترتا کو دھیان میں رکھ کر جلدی ہی بادلوں کو برسنے کیلئے بھیج دیں گے (۱۴).

۳۔ وہ مردوں کی قبر کے پاس اونٹ قربان کرتے اور اسے ایک گڑھے میں ڈال دیتے .

ان کا یہ عقیدہ تھا کہ ان کا یہ اقدام اس بات کا باعث ہو گا کہ صاحب قبر عزت و احترام کے ساتھ اونٹ پر سوار میدان حشر میں نمایاں ہو گا (۱۵).

## عہد جاہلیت میں عورتوں کا مرتبہ

دور جاہلیت کے عرب عورتوں کی قدر و منزلت کے ذرہ برابر بھی قایل نہ تھے وہ ہر قسم کے انفرادی و اجتماعی حقوق سے محروم تھیں .اس عہد جاہلیت کے نظام میں عورت صرف ورثے سے ہی محروم نہیں رکھی جاتی تھی بلکہ اس کا شمار اپنے باپ 'شوہر یا بیٹے کی جائداد میں ہوتا تھا.چنانچہ مال و جائداد کی طرح اسے بھی ورثے اور ترکے میں تقسیم کردیا جاتا تھا .

عرب قحط سالی کے خوف یا اس خیال سے کہ لڑکیوں کا وجود ان کی ذات کیلئے باعث ننگ و عیب ہے انہیں پیدا ہوتے ہی زمین میں گاڑ دیتے تھے .

اپنی معصوم لڑکیوں سے انہوں نے جو ناشایستہ و ناروا سلوک اختیار کر رکھا تھا اس کی مذمت کرتے ہوئے قرآن مجید فرماتا ہے :

واذا بشر احدھم بالانثیٰ ظل وجھه مسوداً وھو کظیم یتواریٰ من القوم من سوء مابشر به ایمسکه علیٰ ھون ام یدسه فی التراب الا ساء مایحکمون (۱۵)

جب ان میں سے کسی کو بیٹی کے پیدا ہونے کی خوشخبری دی جاتی ہے تو اس کا چہرہ سیاہ پڑ جاتا ہے اور وہ بس خون کا سا گھونٹ پی کر رہ جاتا ہے .لوگوں سے منہ چھپاتا پھرتا ہے کہ بری خبر کے بعد کیا کسی کو منہ دکھائے .سوچتا ہے کہ ذلت کے ساتھ بیٹی کو لئے رہے یا مٹی میں دبادے .

دوسری آیت میں بھی کلام اللہ انہیں اس عمل بد اور انسانیت سوز حرکت کے بدلے خداوند تعالی کی بارگاہ میں جواب دہ قرار دیتا.چنانچہ ارشاد ہے :

واذاالموٴدة سئلت بای ذنب قتلت (۱۶)

اور جب زندہ گاڑی ہوئی لڑکی سے پوچھا جائے گا کہ وہ کس قصور میں ماری گئی (۱۷).

سب سے زیادہ افسوس ناک بات یہ تھی کہ ان کے درمیان شادی بیاہ کی ایسی رسومات رائج تھیں کہ کوئی محکم اصل و بنیاد نہ تھی .وہ اپنی زوجہ کے لئے کسی معین حد کے قائل نہ تھے .مہر کی رقم ادا کرنے کی ذمہ داری سے سبکدوش ہونے کے لئے وہ انہیں آزاد کر دیتے .کبھی وہ اپنی زوجہ پر بے عصمت ہونے کا الزام لگاتے تاکہ یہ بہانہ بنا کر مہر کی رقم ادا کرنے سے بچ جائیں .ان کا باپ اگر کسی بیوی کو طلاق دے دیتا 'یا خود مرجاتا تو اس کی بیویوں سے شادی کر لینا ان کیلئے عار اور مشکل نہ تھا.

حرمت کے مہینے

عہد جاہلیت کے تمدن میں ذی القعدہ 'ذی الحجہ 'محرم اور رجب چار مہینے ایسے تھے جنہیں ماہ حرام سے تعبیر کیا جاتا تھا .ان چار ماہ کے دوران ہر قسم کی جنگ و خونریزی ممنوع تھی .البتہ اس کے بدلے تجارت 'میل ملاقات 'مقامات مقدسہ کی زیارت اور رسومات کی ادائیگی کا بازار گرم رہتا .

قمری مہینوں کے حساب سے سال کے موسم چونکہ آہستہ آہستہ بدلتے رہتے تھے اور یہ موسم ان کے لئے سازگار اور مناسب نہ ہوتے اسی لئے وہ قابل احترام مہینوں میں تبدیل کر دیتے .قرآن مجید نے انہیں "النسی ،" کے عنوان سے یاد کیا ہے (۱۸).

چنانچہ فرماتا ہے :

انما النسی زیادۃ فی الکفر نسی تو کفر میں ایک اضافہ ہے (۱۹)

سوالات

۱ :-جزیرہ نما عرب کا محل وقوع بتایئے ؟

۲ :-فاتحین کس وجہ سے جزیرہ نما عرب کی طرف توجہ نہیں دیتے تھے ؟

۳ :-جزیرہ نما عرب کی اسلام سے قبل اجتماعی حالت کیا تھی ؟صراحت سے بیان کیجئے ؟

۴ :-دور جاہلیت کے عرب میں کس قسم کی رسومات کا رواج تھا؟

۵ :-کیا عرب کے لوگوں کا خدا پر اعتقاد تھا؟قرآن کی روشنی میں کوئی ایک دلیل پیش کیجئے ؟

۶عربوں میں کس قسم کے توہمات و خرافات کا رواج تھا اس کی ایک مثال پیش کیجئے ؟

۷:-عہد جاہلیت میں عورت کا کیا مرتبہ تھا؟

## حوالہ جات :


۱۔ معجم البدان ج ۲ ،صفحہ ۶۳ 219.

۲۔سورہ التکاثر آیہ ۱ ۲.

۳۔ تاریخ یعقوبی ج ۱ ،صفحہ ۲۵۵. ہر قبیلے کا لبیک کرنے کا ایک مخصوص طریقہ تھا چنانچہ ہر ایک کا قبیلہ مخصوص تھا .

۴۔ تاریخ پیامبر اسلام ص ۱۳ .علامہ آیتی مرحوم نے اس عنوان کے تحت چار ایسے افراد کے نام بیان کئے ہیں جن کا شمار حنفا میں ہوتا تھا.

۵۔نہج البلاغہ خطبہ ا صفحہ ۴۴' مرتبہ صبحی صالح .

۶۔ملاحظہ ہو: تفسیر مجمع البیان ج ۴ ،صفحہ ۵۰۳ .سورہ اعراف آیت ۱۸۰.

۷۔عہد جاہلیت میں عرب کے سلسلے میں مزید اطلاع کیلئے شرح ابن ابی الحدید ج ا ،صفحہ ۱۱۷.

۸۔السیرہ النبویہ ج ۱۷ ،صفحہ ۲۸۳ ۲۸۴.

۹۔سورہ زمر آیہ ۳۷

۱۰۔سورہ زمر آیہ ۳

۱۱۔سورہ یونس آیہ ۱۷.

۱۲۔بلاذری لکھتا ہے کہ جس وقت اسلام کا ظہور ہوا اس وقت اہل قریش میں صرف اٹھارہ افراد ایسے تھے جو لکھنا پڑھنا جانتے تھے (ملاحظہ ہو فتوح البدان صفحہ ۴۵۷.

۱۳۔اسلام عقاید و آراء بشری صفحہ ۴۰۱ .

۱۴۔لسان العرب ،جلد ۹ ،صفحہ ۱۶۱ ،ملاحظہ ہو بلفظ "سلح "واسلام و عقاید "آراء بشری صفحہ ۵۰۱.

۱۵۔اسلام و عقاید و آراء بشری صفحہ ۵۰۹.

۱۶۔سورہ نحل آیہ ۵۸ ۵۹.

۷۔سورہ تکویر آیہ ۸ ۹.

۱۸۔"نسی" لفظ "نسا" سے مشتق ہے، جس کے معنی تاخیر میں ڈالنا ہے۔ عہد جاہلیت کے عرب کبھی کبھی قابل احترام مہینوں میں تاخیر کردیا کرتے تھے۔ مثال کے طور پر وہ ماہ محرم کی جگہ ماہ صفر کو قابل احترام مہینہ بنالیتے تھے۔

۱۹۔ سورہ توبہ آیت ۳۷

سبق ۲

# پیغمبرؐ اکرم کا نسب

## ولادت با سعادت

رسول خداؐ کا تعلق خاندان ہاشم اور قبیلہ قریش سے ہے .جزیرہ نما عرب میں تین سو ساٹھ قبیلے آباد تھے ان میں قریش شریف ترین قبیلہ تھا ماہرین شجرہ نسب کی اصطلاح میں قریش انھیں کہا جاتا ہے .!! حضرت نضر بن کنانہ کی نسل سے ہوں.آنحضرتؐ کے وہی بارھویں جد امجد تھے. (۱)

آپؐ کے چوتھے جد اعلی حضرت قصی بن کلاب کا شمار قبیلہ قریش کے سربرآوردہ افراد میں ہوتا تھا.انہوں نے ہی کعبہ کی تولیت اور کنجی قبیلہ "خزاعہ" کے چنگل سے نکالی تھی. انہوں نے ہی حرم کے مختلف حصوں میں اپنے قبیلے کے افراد کو آباد کیا اور کعبہ کی تولیت سنبھالی. (۲)

مورخ یعقوبی لکھتا ہے کہ "قصی بن کلاب" وہ پہلے شخص تھے جنہوں نے قبیلہ قریش کو عزت و آبرو مندی بخشی اور اس کی عظمت و ناموری کو ظاہر و آشکار کیا.(۳)

قبیلہ قریش میں خاندان ہاشم سب سے زیادہ نجیب و شریف شمار ہوتا تھا

## رسول خداؐ کے آبا و اجداد

مورخین نے آنحضرتؐ کے آباء و اجداد میں حضرت عدنان تک اکیس پشت کے نام بیان کئے ہیں ترتیب ذیل اسماء پر سب متفق الرائے ہیں:

حضرت عبداللہ ، حضرت عبدالمطلب ، حضرت ہاشم ، حضرت عبد مناف ، حضرت قیس، حضرت کلاب، حضرت مرہ، حضرت کعب ، حضرت لوی ، حضرت غالب، حضرت مہر، حضرت مالک ، حضرت نضر، حضرت کنانہ ، حضرت خزیمہ ، حضرت مدرکہ ، حضرت الیاس ، حضرت مضر، حضرت نزار، حضرت معد، اور حضرت عدنان. (۴)

حضرت عدنان سے اوپر حضرت ابراھیمؑ تک اور حضرت ابراھیم خلیلؑ سے

حضرت آدم صفی اللہ (ع) تک کی ترتیب کے بارے میں اختلاف ہے۔ اس سلسلے میں پیغمبر اکرمؐ کی روایت بھی بیان کی گئی ہے۔

اذا بلغ نسبی الی عدنان فامسکوا (۵)

جب میرے نسب کے بارے میں حضرت عدنان تک پہنچو تو توقف کرو۔ ہم یہاں مختصر طور پر آپؐ کے آباو اجداد میں سے چند کا حال بیان کریں گے۔

حضرت عبد مناف

حضرت قصی کے عبدالدار، عبد مناف، عبد العزیٰ اور عبد قصی چار فرزند تھے۔ جن میں حضرت عبد مناف سب سے زیادہ شریف اور محترم و بزرگ سمجھے جاتے تھے (۶)۔

حضرت عبد مناف کا اصل نام "مغیرہ" تھا۔ انہیں اپنے والد محترم کے نزدیک نیز لوگوں کے درمیان خاص مرتبہ اور خاص مقام حاصل تھا۔ وہ بہت زیادہ سخی اور وجیہہ انسان تھے۔ اسی وجہ سے انہیں "فیاض (۷)" اور "قمر البطحا (۸)" کے القاب سے نوازا گیا۔ پرہیز گاری، خوش خلقی، نیک چلن اور صلہ رحم جیسے اوصاف ان کی زندگی کا شعار تھے (۹)۔

ان کی نظر میں دنیوی مقامات و مراتب ہیچ تھے۔ مگر اہل منصف لوگوں سے حسد بھی نہیں کرتے تھے۔ اگرچہ کعبہ کے تمام عہدے اور مناصب ان کے بھائی عبدالدار کے دست اختیار میں تھے مگر انہیں اپنے بھائی سے کوئی پرخاش نہیں تھی۔

حضرت ہاشم

حضرت قصی کے فرزند مکہ سے متعلق معاملات اور کعبہ کی تولیت کا انتظام کسی اختلاف و قضیے کے بغیر انجام دیتے رہے۔ مگر ان کی وفات کے بعد عبد الدار اور عبد مناف کے لڑکوں کے درمیان کعبہ کے عہدوں کے بارے میں اختلاف ہو گیا۔ بالآخر فیصلہ اس بات پر ہوا کہ کعبہ کی تولیت اور دار الندوہ (۱۰) کی صدارت عبد الدار کے فرزندوں کے پاس ہی رہے اور حاجیوں کو پانی پلانے نیز ان کی

پذیرائی حضرت عبد مناف کے لڑکوں کی تحویل میں دے دی جائے ۔(۱۱) حضرت عبد مناف کے فرزندوں میں یہ عہدہ حضرت ہاشم کے سپرد کیا گیا (۱۲)

حضرت ہاشم اور ان کے بھائی عبد الشمس ایک ساتھ پیدا ہوئے تھے پیدائش کے وقت دونوں کے بدن ایک دوسرے سے پیوست تھے جس وقت انہیں ایک دوسرے سے جدا کیا گیا تو دونوں کا خون زمین پر بہہ گیا اور عربوں نے اس واقع کو سخت بدشگونی خیال کیا ۔

اتفاق سے یہ بدشگونی صحیح ثابت ہوئی اور حضرت ہاشم اور عبدالشمس کے لڑکوں میں ہمیشہ ہی کشمکش اور لڑائی رہی ۔

عبدالشمس کا لڑکا امیہ پہلا شخص تھا جس نے حضرت ہاشم کی مخالفت شروع کی ۔ اس نے جب فرزندان عبد مناف میں سے حضرت ہاشم میں عزت و شرف اور بزرگواری جیسے اوصاف پائے تو ان سے حسد کرنے لگا اور اپنے چچا کے ساتھ چشمک اور مخالفت پر اتر آیا ۔چنانچہ یہیں سے بنی ہاشم اور بنی امیہ کے درمیان مخالفت و دشمنی شروع ہوئی جو ظہور اسلام کے بعد بھی جاری رہی (۱۳)۔

حضرت ہاشم اس فرض کو انجام دینے میں جو ان کے ذمہ تھا کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں کرتے تھے ۔چنانچہ جیسے ہی حج کا زمانہ شروع ہوتا تو وہ قبیلہ قریش کی پوری طاقت و قوت اور تمام وسائل اور امکانات حجاج بیت اللہ کی خدمت کے لئے بروئے کار لاتے ۔اور زمانہ حج کے دوران جس قدر پانی اور خوراک کی ضرورت ہوتی وہ اسے فراہم کرتے ۔

لوگوں کی خاطرداری ،مہمان نوازی اور حاجمندوں کی مدد کرنے میں وہ بے مثال یکتا روزگار تھے ۔اسی وجہ سے انہیں "سید البطحا (۱۴)" کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا ۔

حضرت ہاشم کے پاس اونٹ کافی تعداد میں تھے ۔چنانچہ جس سال اہل مکہ قحط ،

خشک سالی کا شکار ہوئے تو انہوں نے اپنے بہت سے اونٹ قربان کر دیئے اور اس طرح لوگوں کے لئے کھانے کا سامان فراہم کیا(۱۵).

حضرت ہاشم نے جو اختراعات کیں اور نمایاں کام انجام دیئے ان میں سے ان کا ایک کارنامہ یہ بھی تھا کہ انہوں نے قریش کی محدود کاروباری منڈیوں کو جاڑوں اور گرمیوں کے موسم میں تجارتی سفروں کے ذریعے وسیع کیا۔ اور اس منطقے کی اقتصادی زندگی میں حرکت پیدا کی (۱۶).

حضرت ہاشم نے بیس یا پچیس سال کی عمر میں ہی تجارتی سفروں کے درمیان "غزہ"(۱۷) نامی مقام پر انتقال کیا۔

حضرت عبد المطلب

حضرت ہاشم کی وفات کے بعد ان کے بھائی "مطلب" کو قبیلہ قریش کا سردار مقرر کیا گیا۔ اور جب ان کی وفات ہو گئی تو ان کے فرزند حضرت "شیبہ" کو کہ جنہیں لوگ عبد المطلب کہتے تھے قریش کی سرداری سپرد کی گئی ۔

حضرت عبد المطلب کو اپنی قوم میں خاص مقام و مرتبہ حاصل تھا اور لوگوں کے درمیان وہ بہت مقبول و پسندیدہ تھے جس کا سبب وہ اوصاف و فضائل تھے جو ان کی ذات میں جمع ہو گئے تھے۔ وہ عاجز و مجبور لوگوں کے حامی اور ان کے پشت و پناہ تھے۔ ان کی جود و بخشش کا یہ عالم تھا کہ ان کے دسترخوان سے صرف انسان ہی نہیں بلکہ پرندے اور حیوانات تک فیضیاب ہوتے اسی وجہ سے انہیں "فیاض" کا لقب دیا گیا تھا(۱۹).

رسول خداؐ کے دادا بہت ہی دانشمند و بردبار شخص تھے۔ وہ اپنی قوم کے لوگوں کو اخلاق کی بلندی، جور و ستم سے کنارہ کشی، برائیوں سے بچنے اور پست باتوں سے دور رہنے کی تعلیم دیتے۔ ان کا یہ قول تھا کہ "ظالم آدمی اپنے کئے کی سزا اسی دنیا میں پاتا ہے اور اگر اسے اپنے کئے کا بدلہ اس دنیا میں نہیں ملتا تو جہان آخرت میں یہ صلہ اسے

ملے گا ہی .(۱۶)

اپنے اس عقیدے کی بنا پر انہوں نے اپنی زندگی میں کبھین نہ تو شراب کو ہاتھ لگایا ' نہ کسی بے گناہ کو قتل کیااور نہ ہی کسی برے کام کی طرف رغبت کی .بلکہ اس کے برخلاف انہوں نے نیک کاموں کی ایسی روایات قائم کیں جن کی دین اسلام نے بھی تائید کی .ان کی قائم کردہ بعض روایات کی کیفیت ذیل میں درج ہے .

۱-باپ کی کسی زوجہ کو بیٹے کیلئے حرام کرنا .

۲-مال مال و دولت کا ہر سال پانچواں حصہ (خمس) راہ خدا میں خرچ کرنا .

۳-جاہ زمزم کا "سقایۃ الحاج "نام رکھنا .

۴-قتل کے بدلے سو اونٹ بطور خوں بہا ادا کرنا .

۵-کعبہ کے گرد سات مرتبہ طواف کرنا (۱۷).

اگرچہ تاریخ کے کتابوں میں ان کی قائم کردہ دیگر روایات کا بھی ذکر ملتا ہے .جن میں سے چند یہ ہیں :منت مان لینے کے بعد اسے پورا کرنا 'چور کا ہاتھ کاٹنا 'لڑکیوں کے قتل کی ممانعت اور مذمت 'شراب و زنا کو حرام قرار دینے کا حکم جاری کرنا اور برہنہ ہو کر کعبہ کا طواف نہ کرنا وغیرہ (۱۷).

## واقعہ عام الفیل

حضرت عبدالمطلب کے عہد زندگی میں جو اہم واقعات رونما ہوئے ان میں سے ایک واقعہ "عام الفیل "تھا .اس واقعے کا خلاصہ یہ ہے کہ :یمن کے حکمران ابرہہ نے اس ملک پر اپنا تسلط برقرار کرنے کے بعد یہ محسوس کیا کہ اس کی حکومت کے گرد و نواح میں آباد عرب کی خاص توجہ کعبہ پر مرکوز ہے اور ہر سال کثیر تعداد میں اس کی زیارت کے لئے جاتے ہیں .

اس نے سوچا کہ عربوں کا یہ عمل اس کے نیز ان حبشی لوگوں کے لئے جو یمن اور جزیرہ

نما عرب کے دیگر مقامات پر آباد ہیں کوئی مصیبت پیدا نہ کر دے .چنانچہ اس نے یمن میں " قلیس "نام بہت ہی بڑا گرجا تیار اور تمام لوگوں کو وہاں آنے کی دعوت دی تاکہ کعبہ جانے کے بجائے لوگ اس کے بنائے ہوئے کلیسا میں زیارت کی غرض سے آئیں

س اتو نے ں گولو بعض بلکہ کیا نہیں ہی پسند ناف صرنے ں گولو کو م اقدا س ا کے س ا. کے کلیسا کی بے حرمتی بھی کی .

لوگوں کے اس روئے سے ابرہہ کو سخت طیش آگیا اور اس نے فیصلہ کیا کہ لوگوں کے اس برتاؤ کے پاداش میں کعبہ کا وجود ہی ختم کر دے گا .اس مقصد کے تحت اس نے عظیم لشکر تیار کیا جس میں جنگجو ہاتھی پیش پیش تھے .چنانچہ پورے جنگی ساز و سامان سے لیس ہو کر وہ مکہ کے جانب روانہ ہوا . سردار قریش حضرت عبدالمطلب اور دیگر اہل شہر کو جب ابرہہ کے ارادے کا علم ہوا تو انہوں نے شہر خالی کر دیا اور نتیجے کا انتظار کرنے لگے

جنگی ساز و سامان سے لیس اور طاقت کے نشے میں چور جب ابرہہ کا لشکر کعبہ کی طرف بڑھا تو ابابیل جیسے پرندوں کے جھنڈ کے جھنڈ اپنی چونچوں اور پنجوں میں کنکریاں لے کر اس کے لشکر پر چھا گئے اور انہیں ان پر برسانا شروع کر دیا .جس کی وجہ سے ان کے جسم ایسے چور چور ہو گئے جیسے چبے چبائے ہوئے پتے .

یہ واقع بعثت سے چالیس سال قبل پیش آیا .چنانچہ عربوں نے اس واقعے سے ہی اپنی تاریخ شروع کر دی جو رسول خداؐ کے مکہ سے مدینہ کی جانب ہجرت کے عہد تک جاری رہی اور واقعات اسی سے منسوب کئے جانے لگے .

قابل ذکر چند باتیں

۱۔ابرہہ کا حملہ اگرچہ مذہبی محرک کا ہی نتیجہ تھا مگر اس کا سیاسی پہلو یہ تھ کہ سرزمین عرب پر سلطنت روم کا غلبہ ہو جائے .چنانچہ اس کی اہمیت مذہبی پہلو سے کسی طرح بھی

کم نہ تھی ابرہہ کا مکہ اور حجاز کے دیگر شہروں پر قابض ہو جانا سیاسی اور اقتصادی اعتبار سے روم جیسی عظیم طاقت کی اہم فتح و کامرانی تھی .کیونکہ یہی ایک ایسا واحد طریقہ تھا جسے بروئے کار لا کر شمال عرب جنوبی عرب سے متصل کیا جا سکتا تھا .اس طرح پورے جزیرہ نما عرب پر حکومت روم کا غلبہ و تسلط ہو سکتا تھا .نیز اس کا استعمال ایران پر حملہ کرنے کیلئے فوجی چھاونی کے طور پر استعمال کیا جا سکتا تھا .

۲-خداوند تعالی کے حکم سے معجزہ کی شکل میں ابرہہ کے لشکر کی جس طرح تباہی و بربادی ہوئی اس کی تائید قرآن مجید اور اہل بیت (ع) کی ان روایات سے ہوتی ہے جو ہم تک پہنچی ہے .چنانچہ قرآن مجید کے سورہ فیل میں ارشاد ہے کہ

الم تر کیف فعل ربک باصحاب الفیل ○ الم یجعل کیدھم فی تضلیل و ارسل علیھم طیرا ابابیل ○ ترمیھم بھجارۃ من سجیل فجعلھم کعصف ماکول .

تم نے دیکھا کہ تمہارے رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا کیا اس نے ان کی تدبیر کا کارت نہیں کر دیا اور ان پر پرندوں کے جھنڈ کے جھنڈ بھیج دیئے جو ان پر پھر پھینک رہے تھے .پھر ان کا یہ حال کر دیا جیسے (جانوروں) کا کھایا ہوا بھوسا .

جو لوگ اس واقعہ کی توجہہ پیش کرتے ہیں کہ اس سال مکہ میں چیچک کی بیماری ابرہہ کے سپاہیوں میں مکھیوں اور مچھروں کی ذریعے پھیلی اور ان کی ہلاکت کا باعث ہوئی .اس کا سبب یہ ہے کہ انکا ما فوق فطرت اور معجزات پر اعتقاد اور ایمان نہیں .چنا نچہ بعض وہ مسلمان جو خود کو روشن فکر خیال کرتے ہیں وہ بھی مغرب کے مادہ پرستوں کے ہم خیال ہوگئے ہیں .اور سب سے زیادہ قابل افسوس بات تو یہ ہے کہ بعض مسلم موحرخین اور مفسرین بھی اس مغرب پرستی کا شکار ہو گئے ہیں (۱۹) .

۳: ابراہہ کے لشکر کی شکست اور خانہ کعبہ کو گزند نہ پہنچنے کے باعث قریس پہلے سے

۳ -ابرہہ کے لشکر کی شکست اور خانہ کعبہ کو گزند نہ پہنچنے کے باعث قریش پہلے سے بھی زیادہ مغرور و متکبر ہوگئے چنانچہ حرام کاموں کے کرنے ، اخلاقی پستیوں کی جانب جانے اور ان لوگوں پر ظلم و ستم روا رکھنے میں جو حرم(۲۵) کے باہر آباد تھے ان کی گستاخیاں اور دراز دستیاں پہلے س کہیں زیادہ ہو گئیں .وہ برملا کہنے لگے کہ ہم ہی آل ابراہیم ہیں. ہم ہی پاسبان حرم ہیں ہم ہی کعبہ کے اصل وارث ہیں .ان کا یہ بھی دعوی تھا کہ وہ جاہ و مرتبت میں عربوں کے درمیان کوئی ہمارا ہم پلہ نہیں .

ان نظریات کے بناپر انہیں نے حج کے بعض احکام جو حرم کے باہر انجام دیئے جاتے ہیں جیسے عرفہ میں قیام قطعی ترک کر دیئے .ان کا حکم تھا کہ ان زائیرین بیت اللہ کو جو حج یا عمرہ کی نیت سے آتے ہیں یہ حق نہیں کہ اس کھانے کو کھائیں جسے وہ اپنی ساتھ لاتے ہیں .یا اپنے کپڑے پہن کر خانہ کعبہ کا طواف کریں (۲۶)

حضرت عبداللہ :

حضرت عبدالمطلب (۲۷)کے سب سے چھوٹے بیٹے حضرت عبداللہ تھے .کہ جنہیں رسول خداؐ کے والد ہونے کا فخر حاصل ہوا .وہ حضرت ابوطالب ،امیرالمومین علی ع کے والد اور زبیر ایک ہی ماں یعنی حضرت فاطمہ (۲۸)کے بطن سے تھے .حضرت عبداللہ اپنے والد کے نظروں میں دوسرے بھائیوں کے مقابل زیادہ قدر ومنزلت تھی .جس کی وجہ ان کے ذاتی اوصاف اور معنوی کملات تھے .اس کے علاوہ دانشوروں اور کاہنوں نے بھی یہ پیشن گوئی کی تھی کہ انکی نسل سے ایسا فرزند پیدا ہو گا جسے پیغبری کے کئے منتخب کیا جائے گا.اس خوشخبری کی تائید وتصدیق اس خاص تابانی سے ہوتی تھی جو حضرت عبداللہ کے چہرے سے عیاں تھی (۲۹)

حضرت عبدالمطلب نے اپنے جواں سال فرزند حضرت عبداللہ کے کیطائفہ بنی زہرہ کے سردار حضرت وہب بن عبدمناف کی دختر نیک اختر حضرت آمنہ سے رشتہ مانگا. اور انہیں اپنے فرزند دلبند کے حبالہ نکاح میں لے آئے .اس شادی خانہ آبادی کا حاصل

وثمرہ حضرت محمدؐ کا وجود مسعود تھا۔اور یہی وہ ذات گرامی ہے جسے بعد میں خاتم الانبیاء کہا گیا ۔

حضرت آمنہ سے شادی کرنے کے بعد حضرت عبداللہ تجارتی قافلے کے ہمراہ سفر پر روانہ ہوئے۔سفر سے واپس آئے تو شہر یثرب میں بیمار ہوگئے اور اس بیماری کی وجہ سے وہی ان کا انتقال ہوگیا۔اور اسی شہر میں انہیں دفن کیا گیا (۴۰)۔

رسول اللہؐ کی ولادت باسعادت:

اکثر محدثین اور مورخین اس بات پر متفق ہیں کہ حضرت محمدؐ کی ولادت باسعادت عام الفیل میں یعنی نزول وحی سے چالیس سال قبل ماہ ربیع الاول میں ہوئی۔ لیکن یوم پیدائش کے بارے میں اختلاف ہے۔شیعہ محدثین و دانشوروں کی رائے میں آپؐ کی ولادت ۱۷ ربیع الاول کو ہوئی اور اہل سنت کے مورخین نے آپؐ کا روز ولادت ۱۲ ربیع اول قرار دیا ہے ۔

حضرت محمدؐ کی ولادت کے وقت چند حادثات اور غیر معمولی واقعات بھی رونما ہوئے جن میں سے بعض یہ ہیں :

ایوان کسری میں شگاف پڑ گیا اور اس چودہ کنگورے زمین پر گر گئے۔فارس کا وہ آتشکدہ جو گزشتہ ایک ہزار سال سے مسلسل روشن تھا۔یکایک خاموش ہوگیا۔ سادہ جھیل بیٹھ گئی۔تمام بت منہ کے بل زمین پر گر پڑے۔زرتشتی عالموں اور کسری خاندان کے بادشاہ نے پریشان کن خواب دیکھے۔شاہان دنیا کے تخت سلطنت سرنگوں ہو گئے۔پیغمبر اکرمؐ کے باعث نور آسمان کی طرف بلند ہوا اور بہت وسیع حصے میں پھیل گیا (۴۱)۔

پیغمبرؐ کی ولادت کے وقت ایسے حیرتناک واقعات کا رونما ہونا در حقیقت لوگوں کو خطرے سے آگاہ اور خواب غفلت بیدار کرنا تھا۔ بالخصوص ان حکمرانوں کی تنبیہہ کرنا مقصود تھی

رغومیں ے رباکے ت قعابون اہو کہ تا۔ تھے ہے ز کرئی او نرمافر میں نیاد قت و س ا جو۔

کریں اور یہ جانیں کہ ان حادثات کا رونما ہونے کا کیا سبب ہے. نیز خود سے سوال کریں کہ: کیونکہ بتوں کے ڈھانچے اور بت پرستی کے نشانات منہ کے بل زمیں پر آرہے ہیں. اور وہ لوگ جو خود کو زمین کا آقا ومالک سمجھتے تھے کیوں مضطرب وپریشان ہوگئے. کیااس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ان سے بھی برتر و بہتر طاقت کا ظہور ہو چکا ہے اس کے ساتھ ہی بت پرستی اور شیطانی طاقتوں کا زمانی عروج ختم ہو چکا ہے .

پیغمبر اکرمؐ کا بچپن :

رسول خداؐ نے اس دنیا میں اس وقت آنکھ کھولی جب ان کے والد کا سایہ اٹھ چکا تھا (۳۲) اسی لئے ایک قول کے مطابق رسول خداؐ کی تربیت بچپن سے ہی آپ ﷺ کے دادا حضرت عبدالمطلب کے زیر پرستی ہوئی .

حضرت عبدالمطلب نے پیدائش کے ساتویں دن بھیڑ ذبح کر کے اپنے پوتے کا عقیقہ کیا. اور نام محمد رکھا. (۳۳) اس نومولود بچے کے لئے دایہ کی تلاش ہوئی. اور چند روز کے کئے انہوں نے بچے کو ابولہب کی کنیز ثوبیہ کے حوالے کر دیا. (۳۴) اس کے بعد طائفہ بنی سعد کے معزز فرد ابوذویب کی مہربانی و پاکدامن دختر حضرت حلیمہ نے آنحضرتؐ کو اپنے تحویل میں لے لیا. اور صحرا کی جانب لے گئیں تاکہ فطرت کی آغوش اور صحتمندانہ آزاد فضا میں ان بیماروں سے دور جو کبھی کبھی شہر مکہ کے لئے خطرہ پیدا کر دیتی تھیں. ان کی پرورش کر سکیں. قبیلہ بن سعد کے درمیان رسول خداؐ کی موجودگی حضرت حلیمہ نیز بنی سعد کے دیگر تمام افراد کے لئے نعمت کی فراوانی و برکت کا باعث ہوئی. چنانچہ جب دودھ پلانے کی مدت ختم ہو گئی اور حضرت حلیمہ اس نونہال کو ان کی والدہ کی خدمت میں لے گئیں تو انہوں نے آنحضرت کو دوبارہ اپنے ساتھ لے جانے کی درخواست کی چنانچہ حضرت آمنہ نے بھی ان سے اتفاق کیا (۳۵).

پیغمبر اکرمؐ پانچ سال تک (۳۶) صحرا کے دامن میں طائفہ بنی سعد کے درمیان

زندگی بسر کرتے رہے۔اس کے بعد انہیں واپس آپ ؐ کی والدہ اور دادا کے پاس ۔ یثرب گیا۔جب آپ ؐ کی عمر مبارک چھ سال ہوئی تو آپ کی والدہ ماجدہ حضرت عبداللہ کی مزار کی زیارت سے مشرف ہونے اور دونوں اناوں سے ملاقات کرنے کی غرض سے یثرب گئیں ۔جہاں ان کا ایک ماہ تک قیام رہا۔ وہ جب واپس مکہ تشریف لارہی تھیں تو راستہ میں (ابوا) (۳۷) نامی مقام پر شدید بیمار ہو گئیں اور وہیں ان کاانتقال ہوا۔اس حادثے نے آنحضرت ؐ پریشان اور رنجیدہ کیا اور آپ ؐ کے مصائب میں دوگنا اضافہ ہوگیا۔لیکن اس واقعے نے ہی آپ ؐ کو دادا سے بہت نزدیک کر دیا۔

قرآن مجید نے ان مصائب و رنج و تکالیف کے زمانے کی یاد دلاتے ہوئے فرمایا ہے :

الم یجدک یتیما فاوی (۳۸)

کیااس نے تم کو یتیم نہیں پایا اور پھر ٹھکانہ فراھم کیا )

ابھی آپ ؐ نے زندگی کی آٹھ بہاریں بھی نہ دیکھی تھیں دادا کا بھی سایہ سر سے اٹھ گیا۔اور آپ ؐ حضرت عبدالمطلب کی وصیت کے مطابق اپنے چچا ابو طالب کے زیر سرپرستی آ گئے ۔

حضرت ابو طالب اور ان کی زوجہ محترمہ فاطمہ بنت اسد کو پیغمبر اکرم ؐ بہت زیادہ عزیز تھے وہ لوگ آپ ؐ کا اپنے بچوں سے زیادہ خیال رکھتے تھے چنانچہ جس وقت کھانے کا وقت ہوتا تو حضرت ابو طالب اپنے بچوں سے فرماتے کہ : فرزند عزیز ( حضرت محمد ؐ) کے آنے کا انتظار کرو(۳۹)۔

چناچہ رسول خدا ؐحضرت فاطمہ بنت۵ اسد کے بارے میں فرماتے ہیں کہ : حقیقی معنوں میں وہی میری ماں تھیں کیونکہ وہ اکثر اپنے بچوں کو تو بھوکا رکھتیں مگر مجھے اتنا کھانا دیتیں کہ شکم سیر ہو کر کھاتا۔ان کے بچے میلے ہی رہتے مگر مجھے نہلا دھلا کر ہمیشہ صاف ستھرا رکھتیں (۴۰)۔

خدائی تربیت

امیر المومنین حضرت علی(ع) پیغمبر اکرمؐ کے بچپن کے بارے میں فرماتے ہیں کہ

لقد قرن الله به من لدن ان کان فطیما اعظم ملک من الملٰئکۃ یسلک به طریق المکارم و محاسن اخلاق العالم لیلا و نهارا(۴۱)

جس دن رسول خداؐ کا دودھ چھڑایا گیا اسی دن سے خداوند تعالی نے فرشتے کو آپؐ کے ہمراہ کر دیا تاکہ آپؐ کی دن رات عظمت و بزرگواری کی راہوں اور تخلیق کے قابل قدر اوصاف کی جانب راہنمائی کرتا رہے

سوالات:

۱۔پیغمبر خدا ؐ کا نسب نامہ آپ ؐ کے جد تک بیان کیجئے ۔

۲۔حضرت ہاشم پیغمبر اکرم ؐ کے اجداد میں تیسرے کون سے جد دادا تھے .اور انہوں نے کیا خدمات انجام دیں ؟

۳۔حضرت عبدالمطلب کی چھوڑی ہوئی روایات بیان کیجئے ۔

۴ عام الفیل کا واقعہ کب رو نما ہوا اور پیغمبر خدا ؐ کے اجداد میں کون سے جد کی زندگی کے دوران پیش آیا ؟

۵۔پیغمبر اکرم ؐ کے والد کون تھے ؟ان کا کہاں اور کب انتقال ہوا ؟

۶۔پیغمبر اکرم ؐ کی ولادت کب ہوئی اور اس وقت کیا واقعات رو نما ہوئے ؟

۷۔پیغمبر ؐ کا زمانہ شیر خوارگی کیسے گزرا ؟

# حوالہ جات

۱۔۔(۱)۔۔السیرۃ الحلبیہ ج ۱، صفحہ ۱۱۶ اور لسان العرب، لفظ "قریش"

۲۔۔(۲)۔۔السیرۃ النبویہ، ابن ہشام ج ۱، صفحہ ۱۳۰

۳۔۔(۳) تاریخ یعقوبی، ج ۱، صفحہ ۲۴۰

۴۔۔(۴) السیرۃ النبویہ ج ۱، صفحہ ۲۰۱

۵۔۔(۵) بحار الانوار ج ۵، صفحہ ۱۰۵، ۲۸۰

۶۔۔(۱) السیرۃ النبویہ ج ۱ صفحہ ۱۲۲، السیرۃ الحلبیہ ج ۱ صفحہ ۱۳ والکامل ج ۲ صفحہ ۱۹

۷-۸-۹۔۔(۲)(۳)(۴) السیرۃ الحلبیہ ج ۱ صفحہ ۱۳، ۷

۱۰۔۔(۵) دارالندوہ دراصل اہل قریش کی مجلس مشاورت تھی جسے حضرت قصی بن کلاب نے قائم کیا تھا۔

۱۱۔۔(۶) السیرۃ الحلبیہ ج ۱ صفحہ ۱۳۔

۱۲۔۔(۷) الکامل فی التاریخ ج ۲ صفحہ ۱۶۔

۱۳۔۔(۸) السیرۃ الحلبیہ ج ۱، صفحہ ۴۔

۱۴۔۔(۱) السیرۃ الحلبیہ جلد ۱ صفحہ ۵۔

۱۵۔۔(۲) السیرۃ الحلبیہ ج ۱ صفحہ ۸۔

۱۶۔۔(۲) ان کی ان خدمات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے

هوالذی سن الرحیل لقومه  رحل الشتاء ورحلة الاصیاف

وہ ہاشم ہی تھے جنھوں نے اپنی قوم میں جاڑے اور گرمی کے دنوں میں تجارتی سفر کرنے کی روایت پیدا کی۔ (ملاحظہ ہو۔ انساب الاشراف ج ۱، صفحہ ۵۹)

۱۷۔۔(۴) یہ فلسطین کا شہر ہے جو عقلان کے مغرب میں واقع ہے اس کے اور عقلان کے درمیان تقریباً دو فرسخ کا فاصلہ ہے۔ ملاحظہ ہو۔۔السیرۃ الحلبیہ ج ۱ صفحہ ۴۔

۱۸۔۔(۵) السیرۃ الحلبیہ ج ۱، صفحہ ۶ معجم البلدان ج ۴، صفحہ ۲۰۲

۱۹۔۔(۶) السیرۃ الحلبیہ ج ۱ صفحہ ۴

۲۰۔۔۔(۱) السیرۃ الحلبیہ ج ۱ صفحہ ۴۲۔

۲۱۔۔۔(۲) بحار الانوار ج ۱۵، صفحہ ۱۲۹،۱۲۷۔

۲۲۔۔۔(۳) السیرۃ الحلبیہ ج ۱، صفحہ ۴ و تاریخ یعقوبی ج ۲ صفحہ ۱۰۔

۲۳۔۔۔(۱) اہلبیت کی روایات کے بارے میں ملاحظہ ہو۔۔ تفسیر برہان و نور الثقلین سورہ فیل کے کے باب میں۔

۲۴۔۔۔(۲) اس قسم کے افراد کے نظریات کے بارے میں مزید اطلاع کے لئے ملاحظہ ہو۔۔ الکامل فی التاریخ ج ۱ صفحہ ۴۴۷ و تفسیر فی ظلال القرآن ج ۶ صفحہ ۲۹۷۴

۲۵۔۔۔(۱) خانہ کعبہ کے چاروں طرف چار فرسخ تک کا علاقہ حرم کہلاتا ہے

۲۶۔۔۔(۲) الکامل فی التاریخ ج ۱ صفحات ۴۵۱۔۴۵۲

۲۷۔۔۔(۳) بعض مورخین نے لکھا ہے کہ۔۔ حمزہ اور حضرت عباس حضرت عبد اللہ سے چھوٹے تھے السیرۃ النبویہ ج ۱ صفحہ ۱۶۱ حاشیہ منقول از روض الانف

۲۸۔۔۔(۴) السیرۃ النبویہ ج ۱ صفحہ ۱۶۱

۲۹۔۔۔(۵) کمال الدین تمام النعمۃ ج ۱ صفحہ ۱۷۵۔

۳۰۔۔۔(۶) السیرۃ الحلبیہ ج ۱، صفحات ۴۹، ۵۰۔ حضرت عبداللہ کی قبر کچھ عرصہ قبل تک شہر مدینہ میں مسجد النبی کے مغربی کنارے پر محفوظ تھی جسے آل سعود وہابی حکمرانوں نے شہید کرادیا اور اسے صحن مسجد میں شامل کرلیا۔ اب وہ جگہ نمازیوں کی مصلی گاہ ہے۔

۳۱۔۔۔(۱) بحار الانوار ج ۱۵، صفحات ۲۵۷۔۲۵۸

۳۲۔۔۔(۲) اس سلسلہ میں اختلاف ہے۔ اکثر مورخین نے لکھا ہے کہ۔۔ آنحضرت (ص) کی ولادت حضرت عبداللہ کی رحلت کے دو ماہ بعد ہوئی لیکن بعض نے یہ بھی لکھا ہے کہ آنحضرت (ص) کی ولادت کے دو ماہ بعد حضرت عبداللہ نے وفات پائی اس کے علاوہ بھی مختلف اقوال ملتے ہیں ملاحظہ ہو۔۔ السیرۃ النبویہ ج ۱ صفحات ۴۹، ۵۰ و کافی جلد ۱ صفحہ ۴۳۹۔۔

۳۳۔۔۔(۳) السیرۃ الحلبیہ جلد ۱، صفحہ ۴۸۔

۳۴۔۔۔(۱) پیغمبر اکرم (ص) کی ولادت سے پہلے "ثوبیہ" آپ (ص) کے چچا حضرت حمزہ کو دودھ پلا چکی تھیں چنانچہ اس اعتبار سے حضرت حمزہ پیغمبر اکرم کے رضاعی بھائی بھی تھے

۳۵۔۔۔(۲) السیرۃ النبویہ ج ۱ صفحہ ۱۷۳

۳۶۔۔۔(۳) بعض نے یہ مدت چار سال لکھی ہے۔۔ ملاحظہ ہو السیرۃ الحلبیہ ج ۱ صفحہ ۹۳

۳۷۔۔۔(۴) یہ مکہ اور مدینہ کے درمیان قصبہ ہے جسکا جحفہ سے فاصلہ تقریباً ۲۳ میل ہے ملاحظہ ہو معجم البلدان ج ۱ صفحہ ۷۹

۳۸۔۔۔(۵) سورہ ضحیٰ آیہ ۶

۳۹۔۔۔(۶) مناقب ابن شہر آشوب ج ۱ صفحہ ۲۶، ۲۷

۴۰۔۔۔(۱) تاریخ یعقوبی ج ۲ صفحہ ۱۴۔۔

۴۱۔۔۔(۲) نہج البلاغہ خطبہ نمبر ۱۹۲ قاصعہ (صبحی صالح صفحہ ۲۰۰)

سبق ۴

# رسالت کی جانب نیک قدم

## شام کی طرف پہلا سفر

رسول خداؐ نے جب حضرت ابوطالب کے گھر میں رہنا شروع کر دیا تو آپؐ کی زندگی کی ایک نئی فصل کا آغاز ہوا. یہ فصل لوگوں سے ملاقات اور مختلف نوع کے سفر اختیار کرنے سے شروع ہوئی چنانچہ ان سفروں اور لوگوں سے ملاقاتوں کے ذریعے ہی حضرت محمدؐ کا گوہر وجود اس تاریک و سیاہ ماحول میں درخشاں ہوا. اور یہیں سے آپؐ کو معاشرے نے امین قریش کہنا شروع کیا .

رسول خداؐ کی عمر بارہ سال تھی (۱) کہ آپؐ اپنے چچا حضرت ابوطالب کے ہمراہ اس کاروان قریش کے ساتھ جو تجارت کے لئے ملک شام کی جانب جا رہا تھا سفر پر روانہ ہوئے جس وقت یہ کارواں "بصری (۲)" پہنچا اور "بحیرا" نامی عیسائی دانشور (۳) نے اس کارواں کے لوگوں سے ملاقات کی تو اس کی نظر رسول خداؐ پر پڑی .اس نے انجیل مقدس میں پیغمبر آخر الزماںؐ سے متعلق جو علامات پڑھی تھیں وہ تمام علامات اور نشانیاں اسے نبی اکرمؐ میں نظر آئیں تو وہ آپؐ کو فورا پہچان گیا چنانچہ اس نے حضرت ابوطالب کو آپؐ کے نبی ہونے کی خوشخبری دی اور اس کے ساتھ ہی اس نے یہ درخواست بھی کی کہ اس بچے کا خاص خیال رکھیں .اس ضمن میں اس نے مزید کہا:

انؐ کے بارے میں جو کچھ میں جانتا ہوں اگر وہی باتیں یہودی بھی جان لیں تو وہ گزند پہنچائے بغیر نہ رہیں گے .اسی لئے بھلائی اسی میں ہے کہ انھیں جتنی جلدی ہو سکے واپس مکہ لے جائیے.

حضرت ابوطالب نے اپنے کاروبار کے معاملات کو جلد از جلد انجام دیا اور مکہ واپس آگئے اور پوری طرح اپنے بھتیجے کی حفاظت و نگرانی کرنے لگے (۴).

## مستشرقین کی دروغ گوئی اور افترا پردازی

راہب کی اس روایت کو اگر صحیح تسلیم کرلیا جائے تو یہ تاریخ کا بہت معمولی واقعہ ہے .(۵) لیکن بعض بد نیت مستشرقین نے اپنے ذاتی مفاد کے تحت اسے دستاویز ثابت کرنے کی کوشش کی ہے اور ان کا اس پر اصرار ہے کہ پیغمبر اکرم ؐ نے اپنی اس غیر معمولی ذہانت کے بنا پر جو آپ ؐ کی ذات گرامی میں موجود تھی اس سفر کے دوران بحیرا عیسائی سے بہت سی باتیں سیکھیں اور چونکہ حافظہ بہت ہی قوی تھا انہیں اپنے ذہن میں محفوظ رکھا .اور اٹھائیس سال گزرنے کے بعد انہی باتوں کو اپنے کیش و آئین کی بنیاد قرار دیا اور یہ کہہ کر لوگوں کے سامنے پیش کیا کہ یہ باتیں وحی کے ذریعے آپ ؐ پر نازل ہوئی ہیں .لیکن پیغمبر اکرم ؐ کی سوانح حیات آپ ؐ کے دین و آئین کی الہامی خصوصیات نیز عملی و عقلی دلائل و براہین سے اس گمان کی تردید و نفی ہوتی ہے .ذیل میں ہم اس موضوع سے متعلق چند نکات بیان کریں گے :

۱۔عقل کی رو سے یہ بات بعید ہے کہ ایک بارہ سالہ نوجوان جس نے کبھی مدرسہ کی شکل تک نہ دیکھی ہو وہ چند گھنٹوں کی ملاقات میں تورات و انجیل جیسی کتابوں کے حقائق سیکھ لے اور اٹھائیس سال بعد انہیں شریعت آسمانی کے نام سے پیش کرے .

۲۔اگر پیغمبر ؐ نے بحیرا سے کچھ باتیں سیکھ لی ہوتیں تو وہ یقیناً قریش کے درمیان پھیل گئی ہوتیں اور وہ لوگ جو کارواں کے ساتھ گئے تھے ضرور واپس آکر انہیں بیان کرتے .اس کے علاوہ اس واقعے کے بعد رسول اکرم ؐ اپنی قوم کے افراد سے یہ نہیں فرما سکتے تھے کہ میں امی ہوں .

۳۔اگر تورات اور انجیل کا قرآن مجید سے موازنہ کیا جائے تو یہ بات واضح ہو جائے گی

کہ قرآن کے مندرجات وہ نہیں جو ان دو کتابوں کے ہیں

۴۔اگر عیسائی راہب کو اتنی زیادہ مذہبی و علمی معلومات حاصل تھیں تو وہ کیوں نہ اپنے زمانے میں مشہور ہوا اور پیغمبر اکرمؐ کے علاوہ کسی دوسرے کو اپنا علم کیوں نہ سکھایا؟

## ملک شام کا دوسرا سفر

رسول اکرمؐ کی راست گوئی و نجابت و شرافت امانت داری اور اخلاق و کردار کی بلندی کا ہر شخص قائل تھا .

حضرت خویلد کی دختر حضرت خدیجہ بہت نیک سیرت اور شریف خاتون تھیں.

انہیں اپنے والد سے بہت سا مال ورثے میں ملا تھا وہ بھی مکہ کے بہت سے مردوں اور عورتوں کی طرح اپنے مال کے ذریعے تجارت کرتی تھیں جس وقت انہوں نے امین قریش کے اوصاف سنے تو انہوں نے رسول خداؐ کے سامنے یہ تجویز رکھی کہ اگر آپؐ میرے سرمائے کے ذریعے تجارت کرنے کیلئے ملک شام تشریف لے جائیں تو میں جتنا حصہ دوسروں کو دیتی ہوں اس سے زیادہ حصہ آپؐ کو دونگی .

رسول خداؐ نے اپنے چچا حضرت ابو طالب سے مشورہ کرنے کے بعد حضرت خدیجہ کی تجویز کو قبول کر لیا اور ان کے "میسرہ "نامی غلام کے ہمراہ پچیس سال کی عمر میں مال تجارت لے کر ملک شام کی طرف روانہ ہوئے (۶).

کاروان تجارت میں رسول اکرمؐ کا بابرکت و باسعادت وجود قریش کے تاجروں کے لئے نہایت ہی سود مند و منفعت بخش ثابت ہوا.اور انہیں امید سے زیادہ منافع ملا. نیز رسول خداؐ کو سب سے زیادہ نفع حاصل ہوا.سفر کے خاتمے پر "میسرہ "نے سفر کی پوری کیفیت حضرت خدیجہ کو بتائی اور آپؐ کے فضائل و اخلاقی اوصاف و مکارم نیز کرامات کو تفصیل سے بیان کیا .(۷)

**حضرت خدیجہؑ کے ساتھ شادی** :حضرت خدیجہ رشتے میں پیغمبر اکرمؐ کی چچا زاد بہن

تھیں اور دونوں کا شجرہ نسب جناب قصی بن کلاب سے جا ملتا تھا. حضرت خدیجہ کی ولادت و پرورش اس خاندان میں ہوئی تھی جو نسب کے اعتبار سے اصیل ایثار پسند اور خانہ کعبہ کا حامی (۸) و پاسدار تھا. اور خود حضرت خدیجہ اپنی عفت و پاکدامنی کے لئے ایسی مشہور تھیں کہ دور جاہلیت میں انہیں "طاہرہ" اور "سیدہ قریش" کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا. ان کے لئے بہت سے رشتے آئے اگر چہ شادی کے خواہشمند مہر ادا کرنے کے لئے کثیر رقم دینے کیلئے تیار تھے مگر وہ کسی سے بھی شادی کرنے کیلئے آمادہ نہ ہوئیں .

جب رسول خدا ؐ ملک شام سے سفر تجارت کے بعد واپس مکہ تشریف لائے تو حضرت خدیجہ نے پیغمبر اکرم ؐ کی خدمت میں قاصد بھیجا اور آپ ؐ سے شادی کرنے کا اظہار کیا (۹).

رسول خدا ؐ نے اس مسئلے کو حضرت ابو طالب اور دیگر چچاوں کے درمیان رکھا. اور جب سب نے اس رشتے سے اتفاق کیا تو آپ ؐ نے قاصد کے ذریعے حضرت خدیجہ کو اس رشتے کی منظوری کا مثبت جواب دیا. رشتے کے منظور کئے جانے کے بعد حضرت ابو طالب اور دوسرے چچا حضرت حمزہ نیز حضرت خدیجہ کے قرابت داروں کی موجودگی میں حضرت خدیجہ کے گھر پر محفل تقریب نکاح منعقد ہوئی اور نکاح کا خطبہ دولہا اور دلہن کے چچاؤں "حضرت ابو طالب" اور عمرو ابن اسد "نے پڑھا .

جس وقت یہ شادی ہوئی اس وقت رسول خدا ؐ کا سن مبارک پچیس سال اور حضرت خدیجہ کی عمر چالیس سال تھیں (۱۰).

28

## حضرت خدیجہ سے شادی کے محرکات

بعض وہ لوگ جو ہر چیز کو مادی مفاد کی نظر سے ہی دیکھتے ہیں انہوں نے اس شادی کو بھی مادی پہلو سے ہی دیکھا ہے اور یہ ظاہر کیا ہے .

چونکہ حضرت خدیجہ کو تجارتی اُمور کیلئے کسی مشہور و معروف اور معتبر شخص کی ضرورت تھی اسی لئے انہوں نے پیغمبر اکرم ؐ سے شادی کا پیغام بھیجا. دوسری طرف پیغمبر اکرم یتیم و نادار تھے اور حضرت خدیجہ کی شرافتمندانہ زندگی سے واقف تھے. اسی لئے ان کی دولت حاصل کرنے کی غرض سے یہ رشتہ منظور کر لیا گیا. اگر چہ سن کے اعتبار سے دونوں کی عمروں میں کافی فرق تھا "

اس کے بر عکس اگر تاریخ کے اوراق کا مطالعہ کیا جائے تو اس شادی کے محرکات میں بہت سے معنوی پہلو شامل تھے. اس سلسلے میں ہم یہاں پہلے پیغمبر خدا ؐ کی جانب سے اور بعد میں حضرت خدیجہ کی جانب سے نمایندگی کرتے ہوئے ذیل میں چند نکات بیان کریں گے .

اول تو یہ کہ ہمیں پیغمبر اکرم ؐ کی سر تا سر زندگی زہد و تقوی و معنوی اقدار سے پر نظر آتی ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ آنحضرت ؐ کی نظر میں دنیاوی مال و دولت اور جاہ و حشم کی کوئی قدر و قیمت نہ تھی. اور آپ ؐ نے حضرت خدیجہ کی دولت کو کبھی بھی اپنے ذاتی آرام و آسایش کی خاطر استعمال نہیں کیا.

دوسرے یہ کہ اس شادی کی پیشکش حضرت خدیجہ کی جانب سے کی گئی تھی نہ کہ رسول خدا ؐ کی طرف سے .

اب ہم یہاں حضرت خدیجہ کی جانب سے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہیں :

اول یہ کہ وہ بذات خود عفیف و پاکدامن خاتون تھیں اور انہیں ایسے شوہر کی تلاش تھی جو متقی اور پرہیز گار ہو .

دوسرے یہ کہ ملک شام سے واپس آنے کے بعد جب "میسرہ "غلام نے سفر کے واقعات حضرت خدیجہ کو بتائے تو ان کے دل میں "امین قریش "کیلئے جزبہ محبت و الفت بڑھ گیا چنانچہ اس محبت کا سرچشمہ پیغمبر اکرم ؐ کے کمالات نفسانی اور اخلاقی فضائل تھے

اور حضرت خدیجہ کو ان ہی کمالات سے تعلق و واسطہ تھا.

تیسرے یہ کہ پیغمبر اکرمؐ سے شادی کرنے کے بعد حضرت خدیجہ نے آپؐ کو کبھی سفر تجارت پر جانے کی ترغیب نہیں دلائی .اگر انہوں نے یہ شادی اپنے مال و دولت میں اضافہ کرنے کی غرض سے کی ہوتی تو وہ رسول اکرمؐ کو ضرور کئی مرتبہ سفر پر روانہ کرتیں تاکہ بہت زیادہ مال و دولت جمع ہو سکے .اس کے برعکس حضرت خدیجہ نے اپنی دولت آنحضرت کے حوالے کر دی تھی تاکہ اسے آپؐ ضرورت مند لوگوں پر خرچ کریں .

حضرت خدیجہ نے رسول خداؐ سے گفتگو کرتے ہوئے شادی کی درخواست کے اصل محرک کو اس طرح بیان کیا ہے :اے میرے چچازاد بھائی !چونکہ میں نے تمہیں ایک شریف دیانتدار خوش خلق اور راست گو انسان پایا اسی وجہ سے میں تمہاری جانب مائل ہوئی (اور شادی کے لئے پیغام بھیجا (۱۱))

## پیغمبر اکرمؐ کے منہ بولے بیٹے

حضرت خدیجہ سے رسول خداؐ کی شادی کے بعد حضرت خدیجہ کے بھتیجے حکیم بن حزام "ملک شام سے اپنے ساتھ کچھ غلام لے کر آئے جن میں ایک آٹھ سالہ لڑکا زید ابن حارثہ بھی تھا .جس وقت حضرت خدیجہ ان غلاموں کو دیکھنے کے لئے آئیں تو حکیم نے ان سے کہا کہ پھوپی جان !آپ ان غلاموں میں سے جسے بھی چن لیں وہ آپ ہی کا ہو گا (۱۲).حضرت خدیجہ نے زید کو چن لیا .

جب رسول خداؐ نے زید کو حضرت خدیجہ کے پاس دیکھا تو آپؐ نے یہ خواہش ظاہر کی کہ یہ غلام مجھے دے دیا جائے .حضرت خدیجہ نے اس غلام کو پیغمبر اکرمؐ کے حوالے کر دیا پیغمبر خداؐ نے اسے آزاد کر کے اپنا فرزند (متبنی) بنا لیا لیکن جب پیغمبر خداؐ پر وحی

نازل ہونا شروع ہوئی تو قرآن نے حکم دیا کہ انہیں متبنی نہیں صرف فرزند کہا جائے .

جب زید کے والد "حارث "کو یہ معلوم ہوا کہ ان کا بیٹا شہر مکہ میں رسول خدا" کے گھر میں ہے تو وہ آنحضرت "کے پاس آئے اور کہا کہ ان کا بیٹا ان کو واپس دے دیا جائے .اسی پر آنحضرت "نے زید سے کہا:

اگر چاہو تو ہمارے ساتھ رہو اور چاہو تو اپنے والد کے ساتھ واپس چلے جاو

مگر حضرت زید نے پیغمبر اکرم "کے پاس ہی رہنا پسند کیا جب رسول اللہ "پر پہلی مرتبہ وحی نازل ہوئی تو حضرت علی(ع) کے بعد وہ پہلے مرد تھے جو آنحضرت "پر ایمان لائے (۱۳).

رسول خدا "نے ان کا نکاح پاک دامن اور ایثار پسند خاتون ام ایمن سے کر دیا جن سے "اسامہ "کی ولادت ہوئی .اس کے بعد آپ "نے اپنے چچا کی لڑکی "زینب بنت جحش "سے ان کی شادی کر دی (۱۴).

## حضرت علی(ع) کی ولادت

شہر مکہ کے اس تاریخ ساز عہد میں جو اہم واقعات رو نما ہوئے ان میں سے ایک حضرت علی(ع) کی کعبہ میں ولادت با سعادت تھی .مورخین نے لکھا ہے کہ حضرت علی(ع) کی پیدائش واقعہ ء عام الفیل کے تیس سال بعد ہوئی (۱۵)..خانہ کعبہ میں امیر المومنین حضرت علی(ع) کی پیدائش کا شمار آپ "کے عظیم و ممتاز فضائل میں ہوتا ہے اس فضیلت کا نہ صرف شیعہ دانشوروں نے ذکر کیا ہے بلکہ اہل سنت کے محدثین و مورخین بھی اس کے معترف ہیں(۱۶).

## پیغمبر اکرم "کے دامن میں تربیت

حضرت علی(ع) نے بچپن اور شیر خوارگی کا زمانہ اپنے مہربان اور پاکدامن والدین حضرت ابو طالب اور حضرت فاطمہ کی آغوش اور اس گھر میں بسر کیا جہاں نور رسالت اور آفتاب نبوت تاباں تھا حضرت ابو طالب کے اس نونہال پر حضرت محمدؐ کی شروع سے ہی خاص توجہ و عنایت رہی۔ رسول اکرمؐ چونکہ اکثر و بیشتر اپنے چچا کے گھر تشریف لے جایا ہی کرتے تھے اسی لئے آپؐ نے حضرت علی(ع) کے ساتھ محبت و مہربانی کے سلوک اور تربیت میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ کیا۔

رسول خداؐ نے اسی پر ہی اکتفا نہ کی بلکہ حضرت علی(ع) نے اپنی عمر کی جب چھ بہاریں دیکھ لیں(۱۷) تو آپؐ انہیں ان کے والد کے گھر سے اپنے گھر لے آئے اور بذات خود ان (ع) کی تربیت و سرپرستی فرمانے لگے (۱۸)۔

پیغمبر اکرمؐ کو حضرت علی(ع) سے وہ شغف تھا کہ آپؐ انہیں اپنے سے ہرگز جدا نہیں کرتے تھے چنانچہ جب کبھی آپؐ عبادت کے لئے مکہ سے باہر غار حرا میں تشریف لے جاتے حضرت علی (ع) آپؐ کے ساتھ ہوتے (۱۹)۔

رسول اکرمؐ کے زیر سایہ حضرت علی(ع) کی جو تربیت ہوئی اس کی اہمیت و قدر و قیمت کے بارے میں خود حضرت علی(ع) فرماتے ہیں :

ولقد علمتم موضعی من رسول اللہ بالقرابۃ القریبۃ والمنزلۃ الخصیصہ وضعنی فی حجرہ وانا ولد یضمنی الیٰ صدرہ ویکنفنی فی فراشہ ویمسنی جسدہ ویشمنی عرفہ وکان یمضغ النبی ثم یلقینی.....ولقد کنت اتبعہ اتباع الفصیل اثر امہ برفع کانی کل یوم اخلاقہ علماً ویامرنی بالاقتداء بہ (۲۰)

یہ تو تم سب جانتے ہی ہو کہ رسول خداؐ کو مجھ سے کیسی قربت تھی اور آپکیؐ کی نظروں میں میری کیا قدر و منزلت تھی۔ اس وقت جب میں بچہ تھا آپؐ مجھے اپنی گود میں جگہ دیتے۔ اور سینے سے لگاتے۔ مجھے اپنے بستر پر جگہ دیتے۔ میں آپؐ سے بغلگیر ہوتا

اور آپ ؐ کے جسم مبارک کی عطر آگیں بو میرے مشام کو معطر کر دیتی. آپ ؐ نوالے چبا کر میرے منہ میں رکھتے ...میں پیغمبر اکرم ؐ کے نقش قدم پر اس طرح چلتا جیسے شیر خوار بچہ اپنی ماں کی پیروی کرتا ہے. آپ ؐ ہر روز اخلاق کا پرچم میرے سامنے لہراتے اور حکم فرماتے کہ میں بھی آپ ؐ کی پیروی کروں

## معبود حقیقی سے انس و محبت

امین قریش نے اپنی زندگی کے تقریبا چالیس سال ان سختیوں اور محرومیوں کے باوجود جو ہمیشہ دامن گیر رہیں نہایت صداقت ،شرافت ،نجابت ،کردار کی درستی اور پاکدامنی کے ساتھ گزارے آپ ؐ نے اس عرصے میں خدائے واحد کے علاوہ کسی کی پرستش نہیں کی .عبادت اور معرفت خداوندی کو ہر چیز پر ترجیح دی چنانچہ یہی وجہ تھی کہ آپ ؐ ہر سال کچھ عرصہ جبل نوراور "غار حرا میں تنہا رہ کر عبادت خداوندی میں گزارتے .

جناب امیرالمومنین حضرت علی(ع) اس بارے میں فرماتے ہیں :

ولقد کان مجاور فی کل سنة بحراء فاراہ ولا یراہ غیری (۲۱)

رسول خدا ؐ ہر سال کچھ عرصے کیلئے حرا میں قیام فرماتے اس وقت میں ہی انہیں دیکھتا میرے علاوہ انہیں کوئی نہیں دیکھتا تھا .

پیغمبر اکرم ؐ کے آباواجداد بھی سب ہی توحید پرست تھے .اور سب ان آلودگیوں سے دور تھے جن میں پوری قوم ڈوبی ہوئی تھی .

اس بارے میں حضرت علامہ مجلسی فرماتے ہیں :

شیعہ امامیہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ رسول خدا ؐ کے والدین آباواجداد مسلمان ہی نہیں بلکہ سب ہی صدیقین تھے .وہ یا تو نبی مرسل تھے یا معصوم اوصیا. ان میں سے بعض

تقیہ کی وجہ سے یا مذہبی مصلحتوں کی بنا پر اپنے دین اسلام کو ظاہر نہیں کرتے تھے (۲۲)۔

رسول اکرمؐ کا ارشاد ہے :

لم ازل انقل من اصلاب الطاہرین الی ارحام التطہیرات (۲۳)

میں مسلسل پاک مردوں کے صلب سے پاک عورتوں کے رحم میں منتقل ہوتا رہا

سوالات

۱۔رسول خداؐ نے ملک شام کا سفر کب کیا اور وہاں کیا واقعہ پیش آیا ؟

۲۔بحیرا نے حضرت ابوطالب کو رسول خداؐ کے بارے میں کیا ہدایت کی تھی ؟

۳۔ مستشرقین نے رسول خداؐ کی بحیرا سے ملاقات کو کس پیرائے میں پیش کیا ہے ان کی بے دلیل تاویلات کے بارے میں مختصر طور پر اظہار رائے کیجئے ؟

۴۔رسول خداؐ نے ملک شام کا دوسرا سفر کس وجہ سے کیا اور اس سفر سے آپؐ کو کیا حاصل ہوا ؟

۵۔حضرت خدیجہ کی رسول خداؐ سے شادی کس سال ہوئی .حضرت خدیجہ نے اس شادی کی پیشکش کس وجہ سے کی ان کے اقوال کی روشنی میں سوال کا جواب دیجئے ؟

٦۔حضرت زید اپنے والد کے ہمراہ کیوں نہ گئے اور رسول خداؐ کے ساتھ انہوں نے کس وجہ سے رہنا پسند کیا ؟

۷۔حضرت علی(ع) کی پیغمبر خداؐ نے کس طرح تربیت فرمائی .حضرت علی(ع) کے اقوال کی روشنی میں جواب دیجئے ؟

۸ نزول وحی سے قبل پیغمبر اکرمؐ کا کیا دین و مسلک تھا ؟

**حوالہ جات:**۱۔ پیغمبر اکرمؐ کس سن میں سفر پر روانہ ہوئے اس کے بارے میں اختلاف ہے بعض نے سفر کے وقت آپؐ کی عمر نو سال کچھ مورخین نے بارہ اور تیرہ سال بھی لکھی ہے ملاحظہ ہو السیرة الحلبیہ ج ۱ صفحہ ۱۱۷ و مروج الذہب ج ۲ صفحہ ۲۷۵ ۔

۲۔ یہ شہر دمشق کی سمت واقع ہے اور منطقہ حوران کا مرکز شمار کیا جاتا ہے (معجم البلدان ج ۱ صفحہ ۴۴۱ و ج ۲ صفحہ ۳۱۷

۳۔ بعض مورخین اسے احبار یہود (تیما) لکھا ہے۔ملاحظہ ہو السیرة النبویہ ج ۱ صفحہ ۱۱۸

۴۔ السیرة الحلبیہ ج ۱ صفحہ ۱۱۹ و السیرة النبویہ ج ۱ صفحہ ۱۹۳ ۱۹۴

۵ بعض مورخین اور صاحب نظر محققین نے ان شواہد و قرائن کی بنیاد پر جو اس روایت میں موجود ہیں اس کی صحت پر شک و تردید کا اظہار کیا ہے ان کی رائے میں یہ دشمنان اسلام کے ذہن کی اختراع ہے۔ان نظریات کے بارے میں مزید اطلاع حاصل کرنے کیلئے ملاحظہ ہو الصحیح من السیرة النبیؐ ج ۱ صفحات ۹۱ ۹۴ و تاریخ تحلیل اسلام تالیف رسولی محلاتی ج ۱ صفحہ ۲۷۲

۶۔ یعقوبی نے اپنی تاریخ (ج ۲ صفحہ ۲۱) میں لکھا ہے کہ :رسول خداؐ نے اپنی زندگی میں کبھی اجرت پر کام نہیں کیا۔اس کے قول کو مد نظر رکھتے ہوئے یہاں یہ بتادینا ضروری ہے کہ پیغمبر اکرمؐ کی حضرت خدیجہ کے ساتھ تجارت میں شرکت تھی ۔اور انہوں نے اپنا مال بطور شریک تجارت آنحضرتؐ کی تحویل میں دیا تھا ۔

۷۔السیرة الحلبیہ ج ۱ صفحات ۱۳۲ ۱۳۵

۸ مثال کے طور پر جب یمن کے بادشاہ تبع نے یہ عزم کیا کہ حجر اسود کو مکہ سے یمن لے جائے تو حضرت خدیجہ کے والد خویلد نے اپنی سعی و کوشش سے تبع کو اس ارادے سے بعض رکھا۔ملاحظہ ہو السیرة الحلبیہ ج ۱ صفحہ ۱۳۸

۹۔ بعض تاریخ کی کتابوں میں آیا ہے کہ حضرت خدیجہ نے براہ راست پیغمبر اکرمؐ کو شادی کا پیغام بھیجا۔ملاحظہ ہو سیرت ابن اسحاق صفحہ ۶۰

۱۰۔السیرة الحلبیہ ج ۱ صفحہ ۱۳۷ ۱۳۹

۱۱السیرۃ الحلبیہ ج ۱ صفحہ ۱۳۸

۱۲۔ جلبی نے لکھاہے کہ حضرت خدیجہ نے اپنے بھتیجے سے کہہ رکھا تھا کہ ایک اچھا سا عرب غلام خرید کر ان کے لئے لیتے آئیں (السیرۃ الحلبیہ ج ۱ صفحہ ۲۷۱)

۱۳۔ السیرۃ النبویہ ج ۱ صفحہ ۲۶۴ ۲۶۵

۱۴یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ حضرت زینب نے کچھ عرصہ بعد زید سے طلاق لے لی تو پیغمبر اکرمؐ نے خدا کے حکم سے ان کے ساتھ نکاح کر لیا .چنانچہ سورہ احزاب کی آیات ۳۶ ۳۷ ' ۳۸میں اس امر کی جانب اشارہ کیا گیا ہے .

۱۵السیرۃ الحلبیہ ج ۱ صفحہ ۱۳۹

۱۶۔ علمائے اہل سنت کے نظریات اور اقوال جاننے کیلئے :کتاب (الغدیر )ج ۲ صفحات ۲۱ ۲۳ .

۱۷مناقب ابن شہر آشوب ج ۲ صفحہ ۱۸۰. نیز بعض کتب میں لکھا ہے کہ اس وقت حضرت علی(ع)کی عمر آٹھ سال تھی .ملاحظہ ہو :سیرت الائمہ اثناعشر ج ۱ صفحہ ۱۵۵

۱۸۔ مورخین نے نقل مکانی کی یہ وجہ بتائی ہے کہ :ایک مرتبہ قریش سخت قحط سالی کا شکار ہو گئے .حضرت ابوطالب چونکہ کثیر العیال تھے اسلیئے پیغمبر اکرمؐ کی تجویز پر یہ طے ہوا کہ ان کے برادری کے لوگوں میں سے ہر ایک کسی ایک بچے کی پرورش و نگہداشت کی ذمہ داری قبول کرے اسی وجہ سے پیغمبر اکرمؐ نے حضرت علی(ع) کی پرورش اپنے ذمہ لی ملاحظہ ہو السیرۃ النبویہ ج ۱ صفحہ ۲۶۲ و کامل ابن اثیر ج ۲ صفحہ ۵۸ )لیکن نقل مکانی کی یہ وجہ معقول نظر نہیں آتی .بالخصوص اس حالت میں جبکہ حضرت علی(ع) کے سن مبارک کو نظر میں رکھا جائے .شاید اس قدر بڑھاکر بیان کرنے کا سبب، یہ تھا کہ رسول خداؐ کے اس عظیم کارنامے کو کم کر کے پیش کیا جائے کہ آپؐ نے قحط سالی کو بہانہ بنایااور چونکہ اس بچے کے تابناک مستقبل سے آپؐ واقف تھے اسی لئے طے شدہ دستور العمل کے تحت آپؐ حضرت علی(ع) کو اپنے گھر لے آئے .اس میں شک نہیں کہ حضرت علی(ع) اپنی والد کے سب سے چھوٹے فرزند تھے اور اس وقت آپؐ کی عمر چھ سال سے زیادہ نہ تھی .چھ سال کے بچے کا خرچ اُتنا نہیں ہوتا کہ باپ اسے برداشت نہ کر سکے اور باپ بھی کیسا جس کی اپنی

برادری میں اعلیٰ مرتبہ کی وجہ سے عزت تھی اور انہیں (شیخ الاباطح) کہا جاتا تھا ۔

۱۹۔ تاریخ طبری ج ۲ صفحہ ۲۱۳ و شرح ابن الحدید ج ۳ صفحہ ۱۱۹

۲۰۔ نہج البلاغہ ۔خطبہ قاصعہ (۱۹۲)اس خطبے میں امام کے الفاظ اس بات کو بیان کر رہے ہیں کہ آپ(ع) پر شیر خوارگی کے زمانہ سے ہی پیغمبر اکرمؐ کی توجہ مرکوز تھی اور ان کی زیر تربیت تھے کیونکہ لقمہ چبانا اور منہ میں رکھنا بچے ہی سے متعلق ہے

۲۱۔ نہج البلاغہ خطبہ قاصعہ (۱۹۲)

۲۲۔ بحار الانوار ج ۱۵ صفحہ ۱۱۷

۲۳۔ ایضا صفحہ ۱۱۸

## سبق ۵

# مکّہ میں اسلام کی تبلیغ اور قریش کا ردعمل

### نزول وحی

خداوند تعالی کی عبادت و پرستش کرتے رسول اکرمؐ کو چالیس سال گذر چکے تھے ایک مرتبہ جب آپ غار حرا میں معبود حقیقی سے راز و نیاز میں مشغول تھے اس وقت اچانک حضرت جبرئیل امین آپؐ کے پاس آئے اور رسالت کی خوشخبری دیتے ہوئے انہوں نے وہ پہلی آیت جو خداوند تعالی کی جانب سے نازل کی گئی تھی پڑھی :

اقراء باسم ربک الذی خلق ○ خلق الانسان من علق ○ اقراء و ربک الاکرم الذی علم بالقلم ○ علم الانسان مالم یعلم

اپنے پروردگار کا نام لے کر پڑھو کہ جس نے انسان کو جمے ہوئے خون سے پیدا کیا ہے پڑھو کہ تمہارا پروردگار بڑا کریم ہے جس نے قلم کے ذریعہ تعلیم دی ہے اور انسان کو وہ سب کچھ سکھادیا ہے جو وہ نہیں جانتا تھا (۱)

رسول اعظمؐ نے جب یہ آیت مبارکہ سنی اور خداوند تعالی کی جانب سے پیغمبری کی خوشخبری ملی نیز آپؐ نے مقام کبریائی کی عظمت و شان کا مشاہدہ کیا تو اس نعمت عظمی کو حاصل کرنے کے بعد آپ نے اپنے وجود مبارک میں مسرت و شادمانی محسوس کی چنانچہ آپؐ غار سے باہر تشریف لائے اور حضرت خدیجہ کے گھر کی جانب روانہ ہوگئے (۲)

راستے میں جتنی پہاڑیاں اور چٹانیں تھیں وہ سب کی سب قدرت حق سے گویا ہوگئی تھیں اور پیغمبر خداؐ کے ساتھ با ادب و احترام پیش آرہی تھیں اور "السلام علیک یا نبی اللہ" کہہ کر آپ سے خطاب کررہی تھیں (۳)

شیعہ محدثین اور مورخین کے نظریے کی رو سے واقعہ (عام الفیل) کے چالیس سال گزر جانے کے بعد بتاریخ ۲۷ رجب رسول خداؐ پر پہلی مرتبہ وحی نازل ہوئی۔

## سب سے پہلے اسلام کا اعلان کرنے والا

رسول خداؐ غار حرا سے گھر تشریف لے گئے اور آپؐ نے نبوت کا اعلان کر دیا۔ سب سے پہلے آپؐ کے چچا زاد بھائی حضرت علی(ع) نے آپؐ کی تصدیق کی اور عورتوں میں آپؐ کی زوجہ مطہرہ حضرت خدیجہ تھیں جنہوں نے آپؐ کے پیغمبرؐ ہونے کی تصدیق کی۔ اہل سنت میں سے اکثر و بیشتر مورخین بھی اس بات سے متفق ہیں (۴)۔

اس سلسلے میں چند روایات ملاحظہ ہوں :

۱۔ پیغمبر اکرمؐ

هذا اول من آمن بی وصدقنی وصلیٰ معی (۵)

علی ؑ پہلے شخص تھے جس نے تصدیق کی اور میرے ساتھ نماز ادا کی

۲۔ پیغمبر اکرمؐ

اولکم وارداً علی الحوض 'اولکم اسلاماً علی ابن ابی طاطب(۶)۔

علی(ع) پہلے شخص ہیں جو حوض کوثر کے کنارے مجھ سے ملاقات کریں گے۔ اور سابق الاسلام ہیں۔

۳حضرت علی(ع)

اللھم انی اول من اناب و سمع و اجاب لم یسبقنی الا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بالصلاۃ (۷)۔

بار الٰہا! میں پہلا شخص ہوں جو دین کی طرف آیا، اسے سنا اور قبول کیا۔ پیغمبر اکرمؐ کے علاوہ کسی شخص نے نماز میں مجھ پر سبقت حاصل نہیں کی۔)

## دعوت کا آغاز

رسول اکرمؐ غار حرا سے نکل کر جب گھر میں داخل ہوئے تو آپؐ نے بستر پر

آرام فرمایا .ابھی آپ ؐ اسلام کے مستقبل اور دین کے بارے میں سوچ ہی رہے تھے کہ سورہ مدثر نازل ہوا (۸).اور رسول خدا ؐ کو اٹھ کھڑے ہونے اور ڈرانے پر مقرر کیا.چنانچہ اس طرح پیغمبر اکرم ؐ نے دعوت حق کا آغاز کیا.اس دعوت کے تین مرحلے تھے پوشیدہ طور پر دعوت ' رشتہ داروں کو دعوت ' اور عام لوگوں کو دعوت .

الف- پوشیدہ دعوت

دعوت حق کے اس مرحلے کی مدت مورخین نے تین سے پانچ سال لکھی ہے (۱۰). مشرکین کی سازش سے محفوظ رہنے کیلئے رسول اکرم ؐ نے یہ فیصلہ کیا کہ عوام کی جانب توجہ دینے کی بجائے لوگوں کو فردا فردا دعوت حق کیلئے تیار کریں اور پوشیدہ طور پر باصلاحیت لوگوں سے ملاقات کر کے ان کے سامنے دین الٰہی پیش کریں .چنانچہ آپ ؐ کی جدوجہد سے چند لوگ آئین توحید کی جانب آگئے مگر ان کی ہمیشہ یہی کوشش رہی کہ اپنے دین کو مشرکین سے پوشیدہ رکھیں اور فرائض عبادت لوگوں کی نظروں سے دور رہ کر انجام دیں .

جب مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ ہوا اور تیس تک پہنچ گئی تو رسول خدا ؐ نے ( ارقم)نامی شخص مسلمان کے گھر کو جو کوہ صفا کے دامن میں واقع تھا تبلیغ اسلام اور پرستش خداوندتعالی کا مرکز قرار دیا آپ ؐ اس گھر میں ایک ماہ تک تشریف فرما رہے . یہاں تک کہ اب مسلمانوں کی تعداد چالیس افراد تک پہنچ گئی .

قریش کا رد عمل

اگرچہ قریش کو کم و بیش علم تھا کہ رسول خدا ؐ کی پوشیدہ طور پر دعوت دین حق جاری ہے لیکن انہیں اس تحریک کی گہرائی سے واقفیت نہ تھی اس لئے انہوں نے اس جانب کوئی توجہ نہ کی .اور اس طرف سے کوئی خطرہ محسوس نہیں کرتے تھے .مگر اس کے ساتھ ہی وہ اپنے گرد و پیش کے ماحول سے بھی بے خبر نہ تھے چنانچہ وہ ان واقعات کی

کیفیت ایک دوسرے سے بیان کر بھی دیتے. رسول خداؐ نے اس موقعے سے فائدہ اٹھایا اور اس عرصے میں آپؐ نے (حزب اللہ) جماعت حق کی داغ بیل ڈال دی .

## عزیز و اقرباء

دعوت کا یہ مرحلہ اس آیہ مبارکہ کے نزول کے ساتھ شروع ہوا :

وانذر عشیرتک الاقربین (۱۱)

اپنے رشتہ داروں کو اعذاب الھی سے ڈراو

پیغمبر اکرمؐ نے حضرت علی(ع) کو اس کام پر مقرر کیا کہ آپ(ع) کھانے کا انتظام کریں اور آنحضرتؐ کے عزیز و اقارب کو کھانے پر بلائیں تاکہ خداوند تعالی کا پیعام ان تک پہنچا دیں .

تقریبا چالیس یا پینتالیس آدمی آپؐ کے دسترخوان پر جمع ہوئے (۱۲). رسول خداؐ چاہتے تھے کہ لوگوں سے گفتگو کریں مگر ابولہب نے غیر متعلقہ باتیں شروع کر کے اور آپؐ پر سحرو جادو گری کا الزام لگا کر محفل کو ایسا درہم برہم کیا کہ اس میں اصل مسئلے کو پیش نہ کیا جاسکا.

اگلے روز آپؐ نے دوبارہ لوگوں کو کھانے پر مدعو کیا جب لوگ کھانے سے فارغ ہو گئے تو رسول خداؐ اپنی جگہ سے اٹھے اور تقریر کے دوران فرمایا کہ :

اے عبدالمطلب کے بیٹو !خدا کی قسم مجھے قوم عرب میں ایک بھی ایسا جوان نظر نہیں آتا کہ وہ اس سے بہتر چیز لے کر آیا ہو جو میں اپنی قوم کیلئے لے کر آیا ہوں .میں تمہارے لئے دنیا اور آخرت کی خیر (بھلائی) لے کر آیا ہوں .خداوند تعالی نے مجھے اس کام پر مقرر کیا ہے کہ میں تمہیں اس کی طرف دعوت دوں .تم میں سے کون ایسا شخص ہے جو میری اس کام میں مدد کرے تاکہ وہ تمہارے درمیان میرا بھائی وصی اور جانشین بن سکے (۱۳)

فایکم یوازرنی علی هذاالامر علی ان یکون اخی و وصیی و خلیفتی ؟

رسول خدا ؐ نے تین مرتبہ اپنی بات دہرائی اور ہر مرتبہ حضرت علی(ع) ہی اپنی جگہ سے اٹھ کر کھڑے ہوئے . اور اعلان کیا کہ میں آپ ؐ کی مدد و پشتیبانی کروں گا . اس پر رسول خدا ؐ نے فرمایا :

(۱۴)
ان هذااخی و وصیی و خلیفتی فیکم فاسمعواله و اطیعوا"

یہ ۔ علیؑ ۔ تمہارے درمیان میرے بھائی، وصی اور خلیفہ ہیں ان کی بات سنو اور اطاعت کرو ۔

اس مجلس میں رسول خدا ؐ نے جو تقریر کی اس سے مسئلہ (امامت) کی اہمیت واضح ہو جاتی ہے اور یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اصل (نبوت) کو (امامت) سے جدا نہیں کیا جا سکتا.

عزیز و اقارب کو ہی کیوں پہلے دعوت حق دی گئی ؟

مندرجہ بالا سوال کا جواب دینے کیلئے کہا جا سکتا ہے دعوت عمومی سے قبل عقل و دانش کی رو سے عزیز و اقارب کو ہی پہلے دعوت دی جانی چاہئے کیونکہ امر واقعی یہ ہے کہ رسول خدا ؐ کا یہ اقدام انتہائی حساس مرحلے اور خطرناک حالات میں دعوت حق کی بنیادوں کو استوار کرنے کا بہترین ذریعہ تھا . کیونکہ

۱۔ عزیز واقارب کی توجہ کو اپنی جانب مائل کر کے ہی پیغمبر اکرم ؐ دشمنان اسلام کے خلاف طاقتور دفاعی محاذ قائم کر سکتے تھے . اس کے علاوہ کچھ اور نہیں تو کم از کم اتنا فائدہ تو تھا ہی کہ اگر ان کے دل آپ ؐ کے دین کی طرف متوجہ نہ بھی ہوئے ہوتے تو بھی رشتہ داری اور قرابت کا یہ تقاضا تھا کہ وہ لوگ آنحضرت ؐ کے تحفظ و دفاع کیلئے اٹھ کھڑے ہوں .

۲۔ رسول اللہ ؐ نے انسانی کوتاہیوں اور اپنی ذات میں تنظیمی قوت کا خوب اندازہ لگایا اور

یہ جان لیا تھا کہ وہ کون سی طاقتیں ہیں جو آپ ؐ کی مخالفت کریں گی اور سختی کے ساتھ آپ ؐ سے برسرپیکار ہوں گی .

ج ۔عام دعوت حق

رسول خدا ؐ نے دعوت کے تیسرے مرحلے میں اپنی تبلیغ کو وسعت دی اور پہلی محدودیت کو ختم کر دیا .اور اس آیہ مبارکہ کا نازل ہونے کے ساتھ

فاصدع بما توئمر و اعرض عن المشرکین انّا کفیناک المستہزئین" (۱۵).

پس جس چیز کا حکم دیا جارہا ہے اسے آشکارا بیان کرو اور شرک کرنے والوں کی ذرا پروانہ کرو. تمہاری طرف سے ہم ان مذاق اڑانے والوں کی خبر لینے کے لئے کافی ہیں

آپ ؐ کو اس کام پر مقرر کیا گیا کہ سب کو دین اسلام قبول کرنے کی دعوت دیں . چنانچہ اس مقصد کی خاطر آپ ؐ کوہ صفا پر تشریف لے گئے اور اس جم غفیر کے سامنے جو اس وقت وہاں موجود تھا آپ ؐ نے اس تمہید کے ساتھ تقریر شروع کی کہ :

اگر میں یہ کہوں کہ اس پہاڑ کے پیچھے تمہاری گھات میں دشمن بیٹھا ہوا ہے اور تمہارے لئے اس کا وجود سخت خطرے کا باعث ہے تو کیا تم میری بات کا یقین کرو گے ؟ سب نے یک زبان ہو کر کہا کہ ہاں .ہم آپ ؐ کی بات کا یقین کریں گے کیونکہ ہم نے آپ ؐ کی زبان سے اب تک کوئی جھوٹی بات نہیں سنی ہے .یہ سننے کے بعد آپ ؐ نے فرمایا :

فانی نذیر لکم بین یدی عذاب شدید"

اب جب کہ تم نے میری راست گوئی کی تصدیق کر دی ہے تو میں تمہیں بہت ہی سخت عذاب سے آگاہ و خبردار کئے دے رہا ہوں)

رسول خدا ؐ کی یہ بات سن کر ابولہب بول اٹھا اور کہنے لگا :

وائے تیرے حال پر کیا تو نے یہی بات کہنے کیلئے ہمیں یہاں جمع کیا تھا

خداوند تعالٰی نے اس گستاخ کی تنبیہہ اور اس کے چہرے سے کنیہ توزی کی نقاب کو دور کرنے کیلئے یہ سورت(۱۶) نازل فرمائی (۱۷)

تبت یدا ابی لھب وتب مااغنیٰ عنه ماله وماکسب سیصلیٰ نارا ذات لھب وامرأته حمالة الحطب فی جیدھا حبل من مسد .

ابولہب کے ہاتھ ٹوٹ جائیں نہ اس کا مال اس کے کام آیا اور نہ کمایا ہوا ،اااایب اسے آگ میں ڈالا جائے گا اور اس کی بیوی لکڑی ڈھونے والی کو جس کے گلے میں بٹی ہوئی رسی ہے .

قریش کا رد عمل

پیغمبر اکرم ؑ کی نبوت کی خبر جیسے ہی مکہ کی فضا میں گونجی ویسے ہی قریش کے اعتراضات شروع ہو گئے .چنانچہ جب انہوں نے یہ محسوس کیا یہ مسئلہ سنگین صورت اختیار کر گیا ہے تو انہوں نے اپنے خس و خاشاک جیسے دینی عقاید اور مادی مفادات کیلئے خطرہ محسوس کیا تو انہوں نے آپ ؑ کے پیش کردہ آسمانی دین و آئین کے خلاف محاذ بنالیا .یہاں ہم ان کی بعض وحشیانہ حرکات کا ذکر کر رہے ہیں .

مذاکرہ : مشرکین قریش کی شروع میں تو یہی کوشش رہی کہ وہ حضرت ابوطالب اور بنی ہاشم کے روبرو نہ آئیں بلکہ انہیں مجبور کریں کہ وہ پیغمبر اکرم ؑ کی حمایت و پشت پناہی سے دست بردار ہو جائیں تاکہ وہ آسانی سے رسول اکرم ؐ کی سرکوبی کر سکیں .

اس مقصد کی برآری کیلئے انہوں نے پہلے تو یہ کوشش کی کہ حضرت ابوطالب کو یہ کہنے پر مجبور کردیں کہ ان کے بھتیجے کی تحریک نہ صرف ان (مشرکین قریش ) کیلئے ضرررساں ہے بلکہ قوم و برادری میں انہیں جو عزت و حیثیت حاصل ہے اس کیلئے بھی خطرہ پیدا ہو گیا ہے .

مشرکین قریش نے عمار بن ولید بن مغیرہ خوبرو تومند اور وجیہہ و جمیل جوان شاعر

کو حضرت ابوطالب کی فرزندی میں دینے کی کوشش کی تاکہ پیغمبر اکرمؐ کی حمایت سے دست بردار ہو جائیں اور آپؐ کو ان کے حوالے کر دیں (۱۸).

حضرت ابوطالب نے ان کی ہر بات کا نفی میں جواب دیا اور اس کام کیلئے کسی بھی شرط پر آمادہ نہ ہوئے کہ رسول خداؐ کی حمایت سے دست بردار ہو جائیں

ب۔ لالچ

سرداران قریش جب پہلے ہی مرحلے میں شکست و ناکامی سے دوچار ہوئے تو انہوں نے فیصلہ کیا کہ چراغ نبوت کو خاموش کرنے کیلئے داعی حق کو مال و دولت کا لالچ دیا جائے .چنانچہ اس مقصد کے تحت پہلے وہ حضرت ابوطالب کے پاس پہنچے اور یہ شکوہ و شکایت کرتے ہوئے کہ ان کے بھتیجے (حضرت محمدؐ) نے ان کے دیوتاؤں کے خلاف جو رویہ اختیار کیا ہے وہ سخت نا زیبا ہے .لہٰذا اگر حضرت محمدؐ ہمارے دیوتاؤں سے دستکش ہو جائیں تو ہم انہیں دولت سے مالا مال کریں گے .ان کی اس پیشکش کے بارے میں رسول خداؐ نے جواب دیا

خداوند تعالی نے مجھے دنیا اور زراندوزی کے لئے انتخاب نہیں فرمایا ہے بلکہ مجھے اس لئے منتخب کیا گیا ہے کہ لوگوں کو اس کی جانب آنے کی دعوت دوں اور اس مقصد کیلئے ان کی راہبری کروں (۱۹).

یہ بات آپؐ نے دوسری جگہ ان الفاظ میں فرمائی ہے :

چچا جان !خدا کی قسم اگر سورج کو میرے دائیں ہاتھ میں اور چاند کو بائیں ہاتھ میں رکھ دیں تو بھی میں پیغمبری سے دست بردار ہونے والا نہیں اس تحریک خداوندی کو فروغ دینے کیلئے میں جان کی بازی تو لگا سکتا ہوں مگر اس سے دستکش ہونے کیلئے تیار نہیں (۲۰)

سرداران قریش نے اگلے مرحلے پر یہ فیصلہ کیا کہ وہ براہ راست پیغمبر اکرمؐ سے گفتگو کریں .چنانچہ اس مقصد کے تحت انہوں نے اپنا نمایندہ آپؐ کی خدمت میں روانہ کیا .اور آپؐ کو اپنے مجمع میں آنے کی دعوت دی .جب رسول خداؐ ان لوگوں میں پہنچ گئے تو کفار قریش نے آپؐ کے رویے کے خلاف شکایت کرتے ہوئے کہا کہ اگر آپؐ کو مال و دولت کی تمنا ہے تو ہم اتنا وافر مال و متاع دینے کے لئے تیار ہیں کہ آپؐ دولت مندوں میں سب سے زیادہ مالدار ہو جائیں گے .اگر آپؐ کو جاہ و امارت کی خواہش ہے تو ہم آپؐ کو اپنا امیر و سردار بنانے کیلئے تیار ہیں .اور ایسے مطیع فرمانبردار بن کر رہیں گے کہ آپؐ کی اجازت کے بغیر ذرا سا بھی کوئی کام نہ کریں گے اور اگر آپؐ کے دل میں حکومت اور سلطنت کی آرزو ہے تو ہم آپؐ کو اپنا حکمران و فرمانروا تسلیم کرنے کیلئے آمادہ ہیں .

یہ سن کر رسول خداؐ نے فرمایا :

میں مال و دولت جمع کرنے ،تمہارا سردار بننے اور تخت سلطنت پر پہنچنے کیلئے منتخب نہیں کیا گیا ہوں .خداوند تعالی نے مجھے تمہاری جانب پیغمبر کی حیثیت سے بھیجا ہے اور مجھ پر اپنی کتاب نازل فرمائی ہے .مجھے تمہارے پاس جنت کی خوشخبری دینے اور عذاب دوزخ سے ڈرانے کیلئے مقرر کیا گیا ہے جس پیغام کو پہنچانے کی ذمہ داری مجھے سونپی گئی ہے اسے میں نے تم تک پہنچا دیا ہے .اگر تم میری بات مانو گے تو تمہیں دنیا و آخرت کی خوشیاں نصیب ہوں گی .اور اگر تم میری بات کو قبول کرنے سے انکار کرو گے تو میں اس راہ میں اس وقت تک استقامت و پایداری سے کام لوں گا کہ خداوند تعالی میرے اور تمہارے درمیان فیصلہ کر دے (۲۱)

## ج ۔ تہمت و افترا پردازی

پیغمبر اکرمؐ کے فرشتوں جیسے چہرہ مبارک کو داغدار کرنے کیلئے قریش نے جو پست

طریقے اختیار کئے ان میں سے ایک احمقانہ حربہ یہ بھی تھا کہ انہوں نے آپ ؐ پر تہمتیں لگانی چاہیں چنانچہ آپ ؐ کو دروغ گو یا جنونی ہونے سے زیادہ ساحر و جادو گر سمجھنے لگے تھے اور یہ کہتے پھرتے تھے کہ اس شخص کے پاس کوئی ایسا جادو ہے جس کے ذریعے یہ شخص باپ بیٹوں ' بیوی و شوہر ' دوستوں اور رشتہ داروں کے درمیان جدائی پیدا کر دیتا ہے (۲۲)

قرآن مجید نے ایسی تہمتوں کے بارے میں کئی جگہ اشارہ کیا ہے اور پیغمبر اکرم ؐ کی متبرک و مقدس ذات گرامی کو اس قسم کے اتہامات و الزامات سے منزہ و مبرہ قرار دیا ہے (۲۳)چنانچہ ایک آیت میں پیغمبر اکرم ؐ کی یہ کہہ کر دلجوئی کی ہے کہ یہ پست شیوہ ان ہی کفار کی خصوصیت نہیں بلکہ اس سے پہلے بھی دشمنان انبیا اسی قسم کے حربے استعمال کر چکے ہیں

کذلک ما اتی الذین من قبلھم من رسول الا قالوا ساحرا ومجنوناتوصوابہ بل ھم قوم طاغون (۲۴)

یوں ہی ہوتا رہا ہے ان سے پہلے کی قوموں کے پاس بھی کوئی رسول ایسا نہیں آیا جسے انہوں نے یہ نہ کہا ہو کہ یہ ساحر ہے یا مجنون ' کیا ان سب نے آپس میں اس پر کوئی سمجھوتہ کر لیا ہے ؟ نہیں بلکہ یہ سب سرکش لوگ ہیں

د۔ شکنجہ و ایذا رسانی

آپ ؐ کی طرف اتہامات و ناشائستہ حرکات کی نسبت دینے کے ساتھ ہی انہوں نے آپ ؐ کو ایذا و آزار رسانی بھی شروع کر دی .اور جس حد تک ممکن تھا انہوں نے ایذاو آزار رسانی میں کوئی کسر نہ چھوڑی . قریش کا یہ غیر انسانی طرز عمل نہ صرف پیغمبر اکرم ؐ کے ساتھ تھا بلکہ وہ مسلمانوں کے ساتھ بھی روا رکھتے تھے

پیغمبر اکرم ؐ کو ابولہب ' اس کی بیوی ام جمیل ' حکم ابن ابی العاص ' عقبہ ابن ابی معیط اور

ان کے ساتھیوں نے دوسروں کے مقابلے بہت زیادہ ایذا و تکلیف پہنچائی. (۲۵)

رسولِ خدا ؐ تبلیغ اسلام کے لئے بازار (عکاظ) کی جانب تشریف لے جا رہے تھے کہ ابولہب بھی آپ ؐ کے پیچھے پیچھے ہو لیا اور چلا چلا کر کہنے لگا بلوگو میرا یہ بھتیجا جھوٹا ہے اس سے بچ کر رہنا (۲۶)

قریش آوارہ لڑکوں اور اپنے اوباش غلاموں کو پیغمبر اکرم ؐ کے راستے پر بٹھا دیتے. چنانچہ جب آنحضرت ؐ اس راستے سے گزرتے تو سب آپ ؐ کے پیچھے لگ جاتے آپ ؐ کا مذاق اڑاتے جس وقت آپ ؐ نماز کیلئے کھڑے ہوتے تو آپ ؐ پر اونٹ کی اوجھڑی میں سے فضلہ انڈیل دیتے (۲۷)

رسول اکرم ؐ نے دشمن کے ہاتھوں ایسی سختیاں برداشت کیں کہ ایک مرتبہ یہ زبان مبارک پر آ ہی گئی

ما اوذی احد مثل ما اوذیت فی اللہ (۲۸).

راہ خدا میں کسی بھی پیغمبر پر اتنی سختیاں نہیں ہوئیں جتنی مجھ پر .

صحابہ رسول ؐ کے بارے میں بھی انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ ہر نو مسلمین قبیلہ کی بڑھتی ہوئی طاقت کو کچلنے کیلئے انہیں ہر طرح کی ایذا و تکلیف پہنچائیں تاکہ وہ مجبور ہو کر اپنے نئے دین و آئین سے دستکش ہو جائیں .

یاسر اور ان کی اہلیہ "سمیہ" اور فرزند "عمار" خباب ابن ارت 'عامر ابن فہیدہ اور "بلال حبشی" نے دیگر مسلمین کے مقابل زیادہ مصائب و تکالیف برداشت کیں (۲۹)

"سمیہ" پہلی مسلم خاتون تھیں جو فرعون قریش ابوجہل کی طاقت فرسا ایذا رسانی و شکنجہ کے باعث اس کے نیزے کے نوک سے زخمی ہو کر شہید ہو گئیں .ان کے شوہر یاسر دوسرے شخص تھے جو راہ اسلام میں شہید ہوئے (عمار) نے اگر تقیہ نہ کیا ہوتا تو وہ بھی قتل کر دیئے جاتے. (۳۰).

امیہ ابن خلف اپنے غلام حضرت بلال کو بھوکا پیاسا مکہ کی دوپہر میں تپتے ہوئے ریت پر لٹا دیتا اور سینے پر بھاری پتھر رکھ کر کہتا کہ یا تو لات و عزی کی پوجا کر ورنہ تو اسی حالت میں مرجائے گا. مگر بلال سخت تکالیف میں بھی یہی جواب دیتے احد احد (۳۱)

اس کے علاوہ بھی دیگر مسلمانوں کو قید و بند میں رکھ کر، سخت زدو کوب کر کے، بھوک پیاس سے تڑپا کر اور گلے میں رسی باندھ کر جانوروں کی طرح کوچہ و بازار میں گھسٹتے ہر قسم کی ایذا و تکلیف پہنچاتے۔

## سوالات

۱۔ رسول خداؐ کس سال مبعوث بہ رسالت ہوئے .اور کون سی آیت آپؐ پر نازل ہوئی ؟

۲۔ پہلے کس شخص نے اپنے اسلام کا اظہار کیا؟

۳۔ پیغمبر اکرمؐ کے مراحل دعوت کا حال آیات کی روشنی میں بیان کریں ؟

۴۔ رسولخداؐ نے جب تبلیغ دین اسلام شروع کی تو پہلے مرحلے پر قریش کا کیا رد عمل رہا؟

۵۔ قریش کے سرداروں اور حضرت ابوطالب کے درمیان پیغمبر اکرمؐ کے بارے میں جو گفتگو ہوئی تھی اس میں کیا مسائل پیش کئے گئے ؟

۶۔ قریش نے جو تجاویز پیش کیں اور جو رسول خداؐ سے انہوں نے وعدے کئے ان کا آنحضرتؐ نے کیا جواب دیا ؟

۷۔ رسول خداؐ اور اصحاب رسولؐ کو مشرکین قریش نے کیا تکالیف پہنچائیں .بیان کیجئے ؟

۸۔ دین اسلام قبول کرنے کے بعد کس کو سب سے پہلے شہادت نصیب ہوئی اور کس شخص نے شہید کیا؟

## حوالہ جات

۱۔ سورہ علق آیہ ۱ سے ۵ تک .

۲۔ الصحیح من السیرۃ النبیؐ ج ۱ ،صفحہ ۳۳۳.

۳۔ مناقب ابن شہر آشوب ج ۱ ،صفحہ ۴۶ ،بحار الانوار ج ۱۸ ،صفحہ ۱۹۶ و تفسیر برہان ج ۴ ،صفحہ ۴۷۹ .

۴۔ اہلسنت کے مورخین کی مزید رائے جاننے کے لئے ملاحظہ ہو الغدیر ج ۳ ،صفحہ ۲۲۴-۲۳۶.
بعض مورخین نے لکھا ہے کہ حضرت خدیجہ پہلی خاتون تھیں جو دین اسلام سے مشرف ہوئیں (ملاحظہ ہو السیرۃ النبویہ و ابن ہشام ج ۱ صفحہ ۲۵۷ و السیرۃ الحلبیہ ج ۱ ،صفحہ ۲۶۷). مگر سب علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حضرت خدیجہ علیہا السلام پہلی خاتون تھیں نہ پہلی فرد جنہوں نے دین

اسلام قبول کیا اور رسول خدا پر ایمان لائیں .

۵۔ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ج ۱۳ صفحہ ۲۲۰.

۶۔ المستدرک حاکم نیشاپوری ، ج ۳ ،صفحہ ۱۳۶.

۸۔ اس سورہ کے شروع میں آیا ہے "یا ایھاالمدثر ○ قم فانذر (اے اوڑھ لپیٹنے والے .
اٹھو اور ڈراو.

۹۔ ملاحظہ ہو الصحیح من سیرۃ النبی ج ۱ ، والسیرۃ الحلبیہ ج ۱ ،صفحہ ۲۸۳ .

۱۱۔ سورہ شوریٰ ۲۱۴ .

۱۲/۱۳۔ السیرۃ الحلبیہ ج ۱ ،،صفحہ ۲۸۵.

۱۴۔ ملاحظہ ہو تاریخ طبری ج ۲ ،صفحات ۳۲۰ ۳۲۱ ،مجمع البیان ج ۲ ،صفحہ ۱۸۷ و الغدیر ج ۲ ،صفحہ
۲۷۹.

۱۵۔ سورہ حجر آیہ ۹۴ و ۹۵.

۱۶ اللّھب .

۱۷۔ ملاحظہ ہو تاریخ طبری ج ۲ ،صفحہ ۳۱۹.

۱۸۔ السیرۃ النبی ج ۱ ،صفحہ ۲۸۵.

۱۹۔ تاریخ یعقوبی ج ۲ ،صفحہ ۲۴ .

۲۰ السیرۃ النبویہ ،ابن ہشام ج ۱ ،صفحہ ۲۸۵ و تاریخ طبری ج ۲ ،صفحہ ۳۲۶ .

۲۱۔ تاریخ طبری ج ۲ ،صفحہ ۳۱۵ ۳۱۶ .

۲۲ السیرۃ النبویہ ج ۱ ،صفحہ ۲۸۹ .

۲۳۔ بطور مثال ملاحظہ ہو سورہ ص آیہ ۴ و سورہ شعراء آیہ ۱۵۳ و سورہ قلم آیہ ۲۔۵۱ و سورہ تکویر
آیہ ۲۲ .

۲۴۔ سورہ الذاریات آیہ ۵۲ و ۵۳.

۲۵۔ تاریخ یعقوبی ج ۲ ،صفحہ ۲۴.

۲۶/۲۷۔ ایضاء صفحہ ۲۴ .

۲۸۔ کنزالعمال ج ۳ ،صفحہ ۱۳۰ ،حدیث ۵۸۱۸.

۲۹۔ ملاحظہ ہو السیرۃ الحلبیہ ج ۱ ،صفحات ۲۹۷ ۳۰۱و تاریخ یعقوبی ج ۲ ،صفحہ ۲۸ .

۳۰۔ الصحیح من سیرۃ النبی ؐ ج ۲ ،صفحہ ۳۸ / ۳۹

۳۱۔ السیرۃ الحلبیہ ج ۱ ،صفحہ ۲۹ .

سبق ۶

# قریش کی سازشیں

## حبشہ کی جانب ہجرت

### پیغمبر اکرمؐ کے پاس پہنچنے سے لوگوں کو روکنا

گرد و نواح سے وہ لوگ جن کے دلوں میں دین اسلام کی محبت پیدا ہو گئی تھی پیغمبر اکرمؐ سے ملاقات کرنے کی خاطر مکہ آتے مگر مشرکین انہیں پیغمبر اکرمؐ تک پہنچنے سے منع کرتے تاکہ دین اسلام کے اثر و نفوذ کو روک سکیں .وہ ہر حیلے اور بہانے سے انہیں یہ سمجھانے کی کوشش کرتے کہ دین اسلام قبول نہ کریں اور رسول خداؐ سے الگ رہیں .یہاں بطور مثال ایک واقع پیش کیا جاتا ہے

اعشی زمانہ جاہلیت کے مشہور شاعر تھے .انہیں اجمالی طور پر رسول خداؐ پر نزول وحی اور آپؐ کے اسلامی تعلمات کا علم ہو گیا چنانچہ انہوں نے آنحضرتؐ کی شان میں قصیدہ کہا اور اسے لے کر مکہ کی جانب روانہ ہوئے تاکہ دین اسلام قبول کرنے کا شرف حاصل کر سکیں .جس وقت وہ مکے میں داخل ہوئے تو مشرکین ان سے ملنے آئے اور اس شہر میں آنے کا سبب دریافت کیا .جب انہیں اعشی کے قصد و ارادے کا علم ہوا تو انہوں نے اپنی فطری شیطنت و جبلی حیلہ گری کے ذریعے انہیں پیغمبرؐ کے ساتھ ملاقات کرنے سے روکا .چنانچہ انہوں نے فیصلہ کیا کہ اس وقت تو واپس اپنے شہر چلے جائیں اور آیندہ سال پیغمبر اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر دین اسلام قبول کرنے کام شرف حاصل کریں مگر موت نے انہیں اس سعادت کی مہلت نہ دی اور سال ختم ہونے سے پہلے وہ انتقال کر گئے. (۱)

## قرآن سے مقابلہ

دشمنان اسلام کو جب یہ علم ہوا کہ آسمانی دین و آئین کی تبلیغ میں پیغمبر اکرمؐ کی

کامیابی کا اہم ترین عامل آیات الہی کی وہ معنوی کشش ہے جو لوگوں کے قلوب پر اثر کرتی ہے اور انہیں اپنا گرویدہ بنا لیتی ہے. تو انہیں یہ طفلانہ تدبیر سوجھی کہ کوئی ایسی سازش کریں جس کے ذریعے لوگوں کو قرآن کی جانب متوجہ ہونے سے روکیں اور اس کتاب مقدس کی مقبولیت اور دلچسپی کو ختم کر سکیں .

نضر بن حارث کا شمار ان دشمنان اسلام میں ہوتا ہے جو رسول خدا ؐ کو بہت زیادہ ایذا و آزار پہنچایا کرتے تھے .جب اس نے حیرہ کا سفر کیا تو اس نے وہاں رستم و اسفندیار کی داستانیں سن لی تھیں .چنانچہ اسے قریش کی طرف سے اس کام پر مقرر کیا گیا کہ جب مسجد الحرام میں پیغمبر اکرم ؐ کا تبلیغی دستورالعمل ختم ہو جایا کرے تو وہ آنحضرت ؐ کی جگہ پر جا کر بیٹھے اور لوگوں کو رستم اور اسفندیار کی داستانیں سنائیں شاید اس طریقے سے پیغمبر اکرم ؐ کے مرتبے کو کم کیا جا سکے اور آپ ؐ کے پند و وعظ نیز آیات الہی کو بے قدر و قیمت بنایا جا سکے .وہ بڑی ہی گستاخی اور دیدہ دلیری سے کہتا بلوگو !تم میری طرف آو میں تمہیں محمد ؐ سے کہیں بہتر قصے اور کہانیاں سناوں گا .

اس نے اسی پر نفا نہیں کی بلکہ گستاخی اور بے باکی میں اس بھی کہیں آگے بڑھ گیا اور اپنے خدا ہو۔ ادعوا کر دیاوہ لوگوں سے کہتا: کہ میں بھی جلد ہی وہ چیز اتاروں گا جو محمد ؐ کا خدا اس پر: کیا کرتا ہے (۲)

اس سلسلے میں قر مجید میں چند آیات موجود ہیں بطور نمونہ ہم ایک کا ذکر کر رہے ہیں

"وقالوا اساطیر الا ولین اکتبتها فھی تملیٰ علیه بکرۃ واصیلا O قل انزله الذی یعلم السر فی السموات والارض انه کان غفورا رحیما O(۳) کہتے ہیں یہ تو اگلے لوگوں کے افسانے ہیں جنہیں لکھوا لیا ہے اور صبح و شام ان کے سامنے پڑھے جاتے ہیں .آپ ؐ کہہ دیجیے کہ

اسے اس نے نازل کیا ہے جو زمین و آسمان کا راز جانتا اور بڑا بخشنے والا اور مہربان ہے.

قرآن مجید کے خلاف مشرکین نے دوسرا محاذ یہ تیار کیا کہ انہوں نے اپنے پیروکاروں کو یہ حکم دیا کہ جس وقت رسول خداؐ قرآن مجید کی تلاوت فرماتے ہیں تو اسے نہ صرف سنا ہی نہ جائے بلکہ ایسا شور و غل بپا کیا جائے کہ دوسرے لوگ بھی اسے سننے سے باز رہیں چنانچہ اس سلسلہ میں قرآن مجید کا ارشاد ہے :

وقال الذین کفروالا تسمعوالھذاالقرآن والغوافیہ لعلکم تغلبون○ (۴).اور کافر ایک دوسرے سے یہ کہتے ہیں کہ: اس قرآن پر کان نہ لگاو. اور جب پڑھا جائے تو شور و غل بپا کیا کرو شاید تم کامیاب ہو جاو .

اگرچہ رسول خداؐ اور بنی ہاشم میں چند حضرات حضرت ابوطالب کی زیر حمایت کچھ حد تک دشمنوں کی گزند سے بالخصوص جسمانی آزار و ایذا سے محفوظ تھے مگر بے پناہ اور بے یار و مدد گار مسلمان ایذا رسانی اور شکنجہ کشی کی انتہائی سخت تکالیف و مشکلات سے گزر رہے تھے .

پیغمبر اکرمؐ کے لئے یہ بات سخت شاق و ناگوار تھی کہ آپؐ کے اصحاب و ہمنوا ایسی سخت مشقت میں مبتلا رہیں اور ہر طرح کے مصائب و آلام سے گزرتے رہیں .دوسری طرف اس بات کا بھی امکان تھا کہ اگر یہی کیفیت برقرار رہی تو ہو سکتا ہے کہ نو مسلم اپنے عقیدے میں سست ہو جائیں (۵).

اس کے علاوہ یہی حالت دوسرے لوگوں کو اسلام کی جانب مایل ہونے سے روک بھی سکتی تھی. چنانچہ ان حالات کے پیش نظر یہ لازم سمجھا گیا کہ اس دیوار کو بھی گرا دیا جائے تاکہ قریش یہ جان لیں کہ قوت اسلام ان کی حد تصور اور تسلط و اقتدار سے کہیں زیادہ بالا و برتر ہے .

اس گھٹن اور دباو سے نجات حاصل کرنے کے لئے مسلمانوں کو اجازت دی گئی کہ

وہ ترک وطن کر کے حبشہ چلے جائیں .اس ملک کے انتخاب کئے جانے کی چند وجوہات تھیں۔

مہاجرین کا وہ پہلا گروہ جو پندرہ افراد پر مشتمل تھا عثمان ابن مظعون کی زیر سر پرستی ماہ رجب بعثت کے پانچویں سال اس عیسائی ملک کی جانب روانہ ہوا اور دو ماہ بعد واپس مکہ آگیا .

دوسرے گروہ میں تراسی مرد اور اٹھارہ عورتیں اور چند بچے شامل تھے یہ گروہ حضرت جعفر ابن ابی طالب کی زیر سرپرستی ہجرت کر کے حبشہ چلا گیا .جس کا وہاں کے فرمان روا نجاشی نے بہت پر تپاک طریقے سے استقبال کیا.

قریش کو جب اس واقعے کا علم ہوا تو انہوں نے عمر بن عاص اور عبداللہ ابن ابی ربیعہ کو اپنا نمایندہ بنا کر حبشہ روانہ کیا ان کے ساتھ ہی انہوں نے نجاشی بادشاہ اور اس کے امراء کے لئے بہت سے عمدہ تحفے بھی بھیجے اور اس سے یہ درخواست کی کہ پناہ گزیں مسلمانوں کو واپس کر دیا جائے .

قریش کے نمایندوں نے نجاشی بادشاہ اور اس کے امراء کو مسلمانوں کی طرف سے بد ظن کرانے کی ہر ممکن کوشش کی اور بہت چاہا کہ مہاجرین مسلمانوں کو واپس کر دیا جائے مگر انہیں اپنے مقصد میں کامیابی نہیں ہوئی اور وہ نجاشی بادشاہ کو اپنا ہم خیال نہ بنا سکے .

نجاشی بادشاہ نے جب مہاجرین کے نمایندے حضرت جعفر ابن ابی طالب کی دلچسپ اور منطقی باتیں سنیں اور حضرت جعفر نے جب اس کے سامنے آیات کلام اللہ کی قرائت کی تو وہ انہیں سن کر مسلمانوں پر فریفتہ اور ان کے عقاید کا والہ اور شیدا ہو گیا .چنانچہ اس نے سرکاری سطح پر مسلمانوں کی صریح و قطعی حمایت کا اعلان کر دیا .اور قریش کے نمایدوں کو حکم دیا کہ اس کے ملک سے باہر نکل جائیں .

ملک حبشہ میں مہاجرین انتہائی آرام اور سہولت کی زندگی بسر کرتے رہے چنانچہ جب رسول خدا ؐ ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے گئے تو وہ بھی آہستہ آہستہ وہاں واپس آکر آنحضرت ؐ سے مل گئے (۷).

## اس ہجرت کے فوائد اور برکتیں

ترک وطن کر کے حبشہ کی جانب روانہ ہونے اور اس ملک میں کافی عرصے تک قیام کرنے کے باعث مسلمانوں کو بہت سے فائدے ہوئے اور وہاں انہیں بہت سی برکات حاصل ہوئیں جن میں سے چند کا ہم ذیل میں ذکر کریں گے .

۱۔جو مسلمان ترک وطن کر کے حبشہ چلے گئے تھے انہیں قریش کے مظالم سے نجات مل گئی .اور مشرکین مکہ کی شکنجہ کشی و ایذا رسانی سے محفوظ ہو گئے .

۲۔اسلام کا پیغام اور اعلان رسالت اہل حبشہ بالخصوص حبشہ کے بادشاہ اور اس کے درباریوں تک پہنچ گیا .

۳۔قریش کی رسوائی ہوئی اور ان کے وہ نمایندے جو نجاشی بادشاہ کے پاس گئے تھے ذلیل و خوار ہو کر وہاں سے نکلے .

۴۔حبشہ کے لوگوں کے درمیان دین اسلام کی تبلیغ و توسیع کا میدان ہموار ہو گیا.

عیسائیوں کے ساتھ مسلم مہاجرین کی اسلامی راہ و روش ،شرافتمندانہ طرز زندگی اور اسلامی احکام کی سخت پابندی اس امر کا باعث ہوئی کہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ حبشہ کے لوگ دین اسلام کے شیدائی ہونے لگے چنانچہ آج اتھوپیا (حبشہ سابق ) آری ٹریا' اور صومالیہ میں جو کروڑوں مسلمان آباد ہیں وہ مسلمانوں کی ہجرت کا ہی فیض ہے .

## اقتصادی ناکہ بندی

صرف قبایل اور اندرونی حجاز ہی نہیں بلکہ اس کے حدود کے باہر بھی اسلام کی مقبولیت نیز ملک حبشہ میں مہاجرین کی کامیاب پناہ گزینی نے قریش سرداروں کو مجبور کیا

کہ تحریک اسلام کو روکنے کی لئے کوئی بنیادی اقدام کریں .چنانچہ انہوں نے فیصلہ کیا کہ ایسے معاہدے پر دستخط کرائے جائیں جس کی روح سے "بنی ہاشم "اور "بنی مطلب" کے ساتھ مکمل تعلقات قطع ہو جائیں اور ان کے ساتھ کار و بار بند کر دیا جائے اور کوئی بھی شخص ان کے ساتھ کسی طرح کا سروکار نہ رکھے (۸).

قریش نے جو تحریری معاہدہ تیار کیا تھا اس کا مقصد تھا یا تو حضرت ابو طالب مجبور ہو کر پیغمبر ؐ کی حمایت و سرپرستی سے دست بردار ہو جائیں (نیز آپ ؐ کو قریش حوالے کر دیں )یا رسول خدا ؐ لوگوں کو دعوت حق دینا ترک کر دیں اور قریش تمام شرائط کو مان لیں .یہاں تک کہ آپ ؐ کے حامی و طرفدار گوشہ نشینی و روپوشی کی حالت میں رہ کر بھوک و پیاس سے تڑپ تڑپ کر مر جائیں .

قریش نے اس معاہدے کا نام (صحیفہ) رکھا جس پر چالیس سربر آوردہ اشخاص نے دستخط کئے اور اسے کعبے کی دیوار پر نصب کر دیا گیا (۹). اس معاہدے کی روح سے خفیہ طور پر کہا گیا تھا کہ تمام لوگ اس کے اندراجات پر حرف بحرف عمل پیرا ہوں .

حضرت ابوطالب کو جب "معاہدہ صحیفہ "کا علم ہوا تو انہوں نے رسول خدا ؐ کی شان رسالت کی تائید میں چند اشعار کہے جن میں انہوں نے تاکید کے ساتھ پیغمبر خدا ؐ کی حمایت و پشتیبانی کا از سر نو اعلان کیا .اس کے ساتھ ہی انہوں نے "بنی ہاشم "اور "بنی مطلب" سے اس خواہش کا اظہار کیا کہ مکہ کو خیرباد کہہ کر شہر کے باہر اس درے میں جا بسیں جو شہر کے باہر واقع ہے اور یہی درّہ بعد میں "شعب ابوطالب "کے نام سے مشہور ہوا (۱۰).

"ابولہب" کے علاوہ "بنی ہاشم "اور "بنی مطلب" کے سب ہی افراد بعثت کے ساتویں سال رات کے وقت "شعب ابوطالب" میں داخل ہوئے (۱۱).جہاں انہوں نے چھوٹے چھوٹے گھر اور سائبان بنائے اور وہ حرمت کے مہینوں (رجب،ای القعدہ

،ای الحجہ اور محرم) کے علاوہ تمام سال اسی درے میں محصور رہے.

" شعب ابوطالب " میں مسلمانوں پر ایسے سخت دن گزر گئے کہ کبھی کبھی تو انہیں پیٹ کی آگ بجھانے کے لئے درخت کے پتوں پر گزارہ کرنا پڑتا ().

ان مہینوں کے درمیان جو حرمت کے مہینوں کے نام سے مشہور ہیں اگرچہ قریش ان سے کوئی باز پرس نہ کرتے البتہ دوسرے طریقوں سے انہیں پریشان کیا جاتا. انہوں نے مسلمانوں کی قوت خرید کو تباہ کرنے کے لئے چور بازاری کا دھندا شروع کر دیا. اور کبھی کبھی تو وہ دوکانداروں پر سختی کے ساتھ یہ تنبیہہ کرتے کہ وہ مسلمانوں کے ہاتھ کوئی چیز فروخت نہ کریں (۱۲).

امیرالمومنین حضرت علی (ع) ان چار مہینوں سے الگ جو کہ حرمت کے مہینے کہلاتے ہیں کبھی کبھی چھپ کر مکہ جاتے اور وہاں سے کھانے کا سامان جمع کر کے شعب ابوطالب میں لے کر آتے (۱۳).

حضرت ابوطالب کو رسول خداؐ کی ہر وقت فکر دامنگیر رہتی کیونکہ انہیں خطرہ تھا کہ کہیں ان کی بھتیجے کی جان پر نہ بن جائے .چنانچہ وہ شعب ابوطالب کے بلند مقامات پر پہرہ دار مقرر کرنے کے علاوہ پیغمبرؐ کو اپنے بستر پر سلاتے .اور جب سب سو جاتے تو وہ اپنے فرزند حضرت علی (ع) کو رسول خداؐ کے بستر پر سونے کے لئے کہتے اور رسول خداؐ کو یہ ہدایت کرتے کہ آپؐ کہیں اور سو رہیں (۱۴).

## محاصرے کا خاتمہ

تین سال تک سخت رنج و تکلیف برداشت کرنے کے بعد بالاخر امداد غیبی مسلمانوں کے شامل حال ہوئی اور جبرئیل امین نے پیغمبر اکرمؐ کو یہ خوشخبری دی کہ خداوند تعالی نے دیمک کو اس عہد نامے پر مسلط کر دیا ہے .جس نے پوری تحریر کو چاٹ لیا ہے اور صرف اس پر "باسمک اللھم" لکھا ہوا باقی ہے .

رسول خداؐ نے اس واقعے کی اطلاع اپنے چچا کو دی .یہ سن کر حضرت ابوطالب قریش کے مجمع عام میں تشریف لے گئے اور ان سے فرمایا کہ جو صحیفہ تم لوگوں نے لکھا تھا اسے پیش کیا جائے .اسی ضمن میں مزید فرمایا کہ :

"اگر بات وہی ہے جو میرے بھتیجے نے مجھ سے کہی ہے تو تم اپنے جور و ستم سے باز آجاؤ اور اگر اس کا کہنا غلط اور بے بنیاد ثابت ہوا تو میں خود اسے تمہارے حوالے کردوں گا۔"

قریش کو حضرت ابوطالب کی تجویز پسند آئی .چنانچہ جب انہوں نے اس صحیفے کی مہر کو توڑا تو بات وہی صحیح ثابت ہوئی جو پیغمبر اکرمؐ نے فرمائی تھی .

قریش میں جب ان لوگوں نے جو صاحب فہم اور فراست اور عدل و انصاف پسند تھے جب یہ معجزہ دیکھا تو انہوں نے قریش کی اس پست و کمینہ حرکت کی سخت مذمت کی جو انہوں نے پیغمبر اکرمؐ اور آپ کے اصحاب کے ساتھ اختیار کر رکھی تھی .اور انہوں نے یہ مطالبہ کیا کہ عہد نامہ "صحیفہ "کو باطل قرار دیا جائے اور محاصرہ ختم کیا جائے (۱۵).

چنانچہ اس طرح رسول خداؐ اور اصحاب تین سال تک استقامت و پایداری کے ساتھ سخت مصائب برداشت کرنے کے بعد ماہ رجب(۱۶) کے وسط میں (۱۷)بعثت کے دسویں سال سرخرو و کامیاب واپس مکہ آگئے .

## رسول اکرمؐ کے پاس عیسائیوں کے ایک وفد کی آمد

جو مسلمان ہجرت کر کے "حبشہ "چلے گئے تھے ان کے وہاں رہنے کا ایک فائدہ یہ ہوا کہ جب "حبشہ "یا "نجران "کے عیسائیوں کو رسول اکرمؐ کی بعثت کی اطلاع ملی تو انہوں نے فیصلہ کیا کہ اپنا وفد مکہ روانہ کریں تاکہ وہ رسول خداؐ سے براہ راست گفتگو کر سکیں .چنانچہ یہ پہلا وفد تھا جو مکہ کے باہر سے آیا اور رسول خداؐ کی خدمت میں حاضر ہوا .

نصاری کا یہ وفد بیس افراد پر مشتمل تھا. رسول خدا ؐ سے مسجد الحرام میں زیارت و ملاقات سے مشرف ہوا. اور اسی جگہ باہمی گفتگو کا آغاز ہوا. جب مذاکرات کا سلسلہ ختم ہوا تو رسول خدا ؐ نے قرآن مجید کی ایک آیت تلاوت کر کے انہیں سنائی اور دین اسلام قبول کرنے کی دعوت دی .

عیسائیوں نے جب آیات قرآنی سنی تو ان کی آنکھیں اشکوں سے لبریز ہو گئیں. اور دین اسلام قبول کرنے کا انہوں نے شرف حاصل کر لیا. جس کی وجہ یہ تھی کہ رسول خدا ؐ حضرت محمد ؐ کے جو اوصاف ان کی کتابوں میں بیان کئے گئے تھے وہ آپ ؐ کی ذات مبارک میں انہوں نے پائے .

نمایندگان کا وفد جب رسول خدا ؐ کی ملاقات سے مشرف ہو کر واپس جانے لگا تو ابو جہل اور قریش کے گروہ نے ان کا راستہ روک لیا. اور کہا کہ تم کیسے نادان ہو تمہاری قوم نے تو تمہیں اس مقصد کے لئے بھیجا تھا کہ وہاں جاکر اصل واقعے کی تحقیق کرو اور اس کا جائزہ لو لیکن تم نے بے خوف و خطر اپنے دین و آئین کو ترک کر دیا اور محمد ؐ کی دعوت پر کاربند ہو گئے .

نصاری کے نمایندگان نے کہا: کہ ہم تمہارے ساتھ بحث و مباحثہ کرنے کی غرض سے تو آئے نہیں. تم اپنا دین اپنے پاس رکھو اور ہمیں ہمارے آئین و مسلک پر رہنے دو (۱۸).

## حضرت ابوطالب اور حضرت خدیجہ کی رحلت

جناب رسول خدا ؐ اور اصحاب رسول ؐ کو شعب ابوطالب سے نجات ملی تو اس بات کی امید تھی کہ مصائب و آلام کے بعد ان کے حالات ساز گار ہو جائیں گے اور خوشی کے دن آئیں گے. مگر ابھی دو سال بھی نہ گزرے تھے کہ دو ایسے تلخ اور جانکاہ صدمات سے دو چار ہوئے جن کے باعث رسول خدا ؐ اور اصحاب رسول ؐ پر گویا غم و اندوہ کا پہاڑ ٹوٹ

پڑا.اس اس رنج و اندوہ کا سبب حضرت ابوطالب کی رحلت تھی.اور اس کے تین دن یا ایک ماہ بعد آپ ؐ کی ایثار پسند شریک حیات بھی اس جہان فانی سے کوچ کر گئیں (۱۹).

حضرت ابوطلب اور حضرت خدیجہ کو "حجون" نامی قریش کے قبرستان میں سپرد خاک کیا گیا

حضرت ابوطالب اور حضرت خدیجہ کی رحلت نے رسول خدا ؐ کو بہت متاثر اور غمگین کیا چنانچہ آپ ؐ نے اس غم و الم کا اظہار ان الفاظ میں فرمایا: کہ ان چند دنوں میں اس امت پر دو ایسی مصیبتیں نازل ہوئی ہیں کہ میں نہیں جانتا کہ ان میں سے کس نے مجھے زیادہ متاثر کیا ہے (۲۰).

رسول خدا ؐ پر اپنے واجب الاحترام چچا اور وفا شعار شریک حیات کی رحلت کا اس قدر صدمہ ہوا کہ آپ ؐ بہت ہی کم گھر سے باہر تشریف لاتے ،اِنکہ یہ دونوں عظیم حادثات بعثت کے دسویں سال میں واقع ہوئے تھے.اسی لئے ان کی اہمیت کو مد نظر رکھتے ہوئے اس سال کو "ام الحزن" یعنی غم و اندوہ کا سال کہا جانے لگا.(۲۱)

حضرت ابوطالب کی مظلومیت

حضرت ابوطالب کو چونکہ اپنے بھتیجے کے اوصاف حمیدہ کا علم تھا اور اس امر سے بھی واقف تھے کہ آپ ؐ کو رسالت تفویض کی گئی ہے .اسی لئے وہ نہایت خاموشی سے آپ ؐ پر ایمان لے آئے تھے .وہ رسول خدا ؐ کی بیالیس سال سے زیادہ عرصے تک حفاظت و نگرانی کرتے رہے یعنی اس وقت سے جب کہ رسول خدا ؐ کا سن مبارک آٹھ سال تھا اس وقت تک جبکہ آپ ؐ کا سن شریف پچاس سال کو پہنچ گیا.اور چونکہ حفاظت و حمایت کو اپنی ذمہ داری سمجھتے تھے اسی لئے وہ آپ ؐ کے پروانہ وار و الہ و شیفتہ تھے .

اور یہی وجہ تھی کہ انہوں نے رسول خدا ؐ کے آسمانی آئین کی ترویج کی خاطر کبھی جان و مال سے دریغ نہیں کیا یہاں تک کہ انہوں نے اسی(۸۰) سال کی عمر میں اس وقت انتقال کیا جبکہ آپ ؐ کا قلب خدا اور رسول ؐ پر ایمان سے منور تھا.

جیسے ہی حضرت ابو طالب نے رحلت فرمائی دشمنوں کے آستینوں میں پوشیدہ ہاتھ بھی باہر نکل آئے اور وہ اس بات کو ثابت کرنے کی کوشش کرنے لگے کہ صدر اسلام کے اس مرد مجاہد و سخت کوش انسان کی موت بحالت کفر واقع ہوئی ہے تاکہ لوگوں پر یہ ظاہر کرسکیں کہ یہ ان کا قومی جذبہ تھا جس نے انہیں اس ایثار و قربانی پر مجبور کیا

حضرت ابوطالب کے ایمان لانے پر شک و شبہ پیدا کرنے میں جو محرک کار فرما تھا اس کی مذہبی عقیدے سے زیادہ سیاسی اہمیت تھی بنی امیہ کی سیاسی حکمت عملی کی اساس چونکہ خاندان رسالت کے ساتھ دشمنی و کنیہ توزی پر قائم تھی اسی لئے انہوں نے بعض جعلی روایات پیغمبر اکرمؐ سے منسوب کر کے حضرت ابوطالب کو کافر مشہور کرنے میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ کیا تاکہ اس بات کو فروغ دیں کہ وہ ایمان نہیں لائے تھے اس سے منکر ہوں کہ ان کے فرزند عزیز حضرت علی (ع) کو عظمت و فضیلت کے اعتبار سے دوسروں پر فوقیت و برتری حاصل نہیں ہے اور اس طرح آپ(ع) کی شخصیت داغدار ہو سکے اور اگر حضرت ابوطالب حضرت علی(ع) کے والد بزرگوار نہ ہوتے تو وہ ہرگز اس بات کا اتنا زیادہ چرچا نہ کرتے اور نہ ہی اس قدر نمایاں طور پر اتنا جوش و خروش دیکھاتے .

کوئی بھی ایسا انصاف پسند شخص جسے تاریخ اسلام کے بارے میں معمولی سی بھی واقفیت ہو گی اور پیغمبر اکرمؐ کے اس عظیم حامی اور مدد گار کی جد و جہد سے لبریز زندگی کے بارے میں علم رکھتا ہو گا وہ اپنے دل میں حضرت ابوطالب کے بارے میں ذرا بھی شک و شبہ نہ لائے گا. جس کی دو وجہ ہیں

اول:۔ یہ کہ اگر کوئی شخص قومی تعصب کی بنا پر کسی دوسرے شخص یا قبیلے کی حمایت و پشتیبانی کرے تو یہ ممکن ہے کہ اسے ذرا سی دیر میں موت کے گھاٹ اتار دیا جائے لیکن یہ اس امر کا باعث نہیں ہو سکتا کہ وہ شخص چالیس سال تک نہ صرف حمایت و پشت

پناہی کرے بلکہ اس شخص کا پروانہ وار شیفتہ بھی ہو .

دوسرے:- یہ کہ حضرت ابوطالب کے اقوال واشعار، اخبار پیغمبرؐ اور کلمات آئمہ معصومین (ع) اس وہم و گمان کی تردید کرتے ہیں اور اس بات پر متفق ہیں کہ رسول خداؐ کی حمایت کا اصل محرک ان کا وہ راسخ عقیدہ اور محکم ایمان تھا جو انہیں رسولؐ کی ذات بابرکات پر تھا .

چنانچہ امام زین العابدین (ع) کی مجلس میں حضرت ابوطالب کا ذکر آگیا تو آپ(ع) نے فرمایا کہ

مجھے حیرت ہے کہ لوگوں کو حضرت ابوطالبؑ کے ایمان پر کیوں شک و تردد ہے . کیونکہ کوئی ایسی عورت جس نے دین اسلام قبول کرنے کا شرف حاصل کرلیا وہ اپنے کافر شوہر کے عقد میں کیسے رہ سکتی ہے . حضرت فاطمہ بنت اسد ان اولین خواتین میں سے تھیں جو دین اسلام کی سعادت سے مشرف ہوئیں چنانچہ جب تک حضرت ابوطالب زندہ رہے وہ ان سے جدا نہ ہوئے (۲۲).

حضرت امام باقر(ع) سے حضرت ابوطالب کے ایمان سے متعلق سوال کیا گیا تو آپ(ع) نے فرمایا :

اگر حضرت ابوطالب کے ایمان کو ترازو کے ایک پلے پر رکھا جائے اور دوسرے پلّے میں دیگر لوگوں کے ایمان کو رکھکر تولا جائے تو یقیناً حضرت ابوطالب کے ایمان کا پلہ بھاری رہے گا کیا آپکو اس بات کا علم نہیں کہ امیرالمومنین حضر علی(ع) نے بعض لوگوں کو یہ حکم دیا تھا کہ وہ حضرت ابوطالب کی جانب سے فریضہ حج ادا کریں (۲۳)

حضرت امام صادق (ع) نے رسول خداؐ کی حدیث بیان کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ حضرت ابوطالب کا ایمان اصحاب کہف کے ایمان کی طرح تھا اگرچہ وہ لوگ دل سے ایمان لے آئے تھے مگر زبان سے اس کا اظہار نہیں کرتے تھے ان کے اس عمل کا

خداوند تعالی انہیں دوگنا اجر دے گا

حضرت ابوطالب نے دین اسلام کی ترویج و تبلیغ کے لئے جو خدمات انجام دیں ان کے بارے میں ابن ابی الحدید لکھتا ہے کہ :

کسی شخص نے حضرت ابوطالب کے ایمان سے متعلق کتاب لکھی اور مجھ سے کہا کہ اس کے بارے میں اپنی رائے کا اظہار کروں اور اس پر اپنے ہاتھ سے کچھ لکھوں. میں نے کچھ اشعار اس کتاب کی پشت پر لکھ دیے جن کا مضمون یہ تھا

لولا ابوطالب و ابنه لما مثل الذين شخصا فقاما فذاک بمكة
آوی و حامی و ہذا بیثرب جس الحماما (۴۲)

اگر ابوطالب اور ان کے فرزند علی(ع) نہ ہوتے تو دین اسلام ہرگز قائم نہیں ہو سکتا تھا باپ نے مکے میں پیغمبرؐ کی حمایت کی اور بیٹا یثرب میں موت کی حد تک آگے بڑھ گیا

سوالات

۱۔ رسول خداؐ کی ملاقات سے مشرف ہونے کے لئے قریش لوگوں کو منع کیا کرتے تھے اسکی کوئی مثال پیش کریں ؟

۲۔ مشرکین نہیں چاہتے تھے کہ لوگ تلاوت قرآن سنیں .اس مقصد کی بر آری کے لئے انہوں نے کیا طریقہ استعمال کیا؟

۳رسول خداؐ نے اصحاب کو ترک وطن کر کے حبشہ جانے کی اجازت کس وجہ سے دی؟

۴۔ کیا وجہ تھی کہ مسلمانوں نے اپنی پناہ کے لئے ملک حبشہ کا ہی انتخاب کیا؟

۵۔ وطن ترک کرنے والوں کا پہلا گروہ کس تاریخ کو حبشہ کی جانب روانہ ہوا .اس گروہ میں کتنے لوگ شامل تھے اور ان کی سرپرستی کون سے صحابی کر رہے تھے ؟

۶۔ ترک وطن کر کے جب مسلمان حبشہ پہنچے تو وہ اپنے ساتھ کون کون سی برکتیں لے گئے ؟

۷۔ مسلمانوں کا قریش نے جو محاصرہ کیا تھا اس کے کیا محرکات تھے ؟یہ محاصرہ کتنے عرصے تک جاری رہا؟

۸۔ پیغمبر اکرمؐ نے شعب ابو طالب سے کب رہائی حاصل کی .اس کی تاریخ بتائیے؟

۹۔ مکہ کے باہر سے جو پہلا وفد رسول خداؐ کے پاس مذاکرہ کے لئے آیا تھا اس کا تعلق کس ملک سے تھا ؟اس مذاکرے کا کیا نتیجہ بر آمد ہوا؟

۱۰۔ بعثت کے دسویں سال کو کیوں (عام الحزن )کہا جاتا ہے ؟

۱۱۔ حضرت ابوطالب کے ایمان سے متعلق دشمنوں نے جو شک و شبہات پیدا کئے اس کے کیا محرکات تھے ؟

## حولہ جات

۱۔ السیرۃ النبویہ ج ۲ ،صفحہ ۲۵ ۲۸.

۲۔السیرۃ النبویہ ج ۱ ،صفحہ ۳۲۱ .

۳۔ سورہ فرقان آیہ ۴ ۵.

۴۔سورہ فصلت آیہ ۲۶ .

۵۔ آیتی مرحوم نے اپنی تاریخ میں پانچ ایسے افراد کا نام بنام ذکر کیا ہے جنہوں نے قریش کے ہمت شکن دباو کی وجہ سے دین اسلام کو ترک کر دیا .اور دوبارہ بت پرستی شروع کر دی .ملاحظہ ہو تاریخ پیامبرؐ صفحہ ۱۲۸ و ۱۲۹.

۷۔ السیرۃ النبویہ ج ۱ ،صفحات ۳۴۴ ۳۶۲.

۸۔السیرۃ النبویہ ج ۱ ،صفحہ ۳۷۵ و الکامل فی التاریخ ج ۲ ،صفحہ ۸۷.

۹۔ ملاحظہ ہو الصحیح من سیرۃ النبیؐ ج ۲ ،صفحہ ۱۰۷ .

۱۰۔ السیرۃ النبویہ ج ۱ ،صفحہ ۳۷۷ و السیرۃ الحلبیہ ج ۱ ،صفحہ ۳۳۷ .

۱۱۔ الطبقات الکبری ج ۱ ،صفحہ ۲۰۹ ،والسیرۃ الحلبیہ ج ۱ ،صفحہ ۳۳۷ .

۱۲۔ الصحیح من سیرۃ النبیؐ ج ۱ ۱۰۸ والسیرۃ الحلبیہ ج ۱ ،صفحہ ۳۳۷ .

۱۳۔ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ج ۱۳ ،صفحہ ۲۵ .

۱۴۔ الصحیح من سیرۃ النبیؐ ج ۲ ،صفحہ ۱۰۹ .

۱۵۔ السیرۃ النبویہ ج ۲ ،صفحہ ۱۶ و تاریخ یعقوبی ج ۲ ،صفحات ۳۱ ۳۲.

۱۶۔مصباح المتہجد ،اعمال نیمہ رجب ،صفحہ ۴۱ .

۱۷۔ الطبقات الکبری ج ۱ ،صفحہ ۲۱۰ .

۱۸۔ السیرۃ النبی ج ۲ ،صفحہ ۳۲ والسیرۃ الحلبیہ ج ۱ ،صفحہ ۳۴۵ .

۱۹۔ الصحیح من سیرۃ النبی ج ۲ ۱۲۸۔

۲۰۔ تاریخ یعقوبی ج ۲، صفحہ ۳۵ ۔

۲۱۔ السیرۃ الحلبیہ ج ۱، صفحہ ۳۴۷ ۔

۲۲۔ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ج ۱۴، صفحات ۶۸ ۷۰ الغدیر ج ۷، صفحہ ۳۸۰ ۔

۲۳۔ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ج ۱۴، صفحہ ۶۸ ۷۰ والغدیر ج ۷، صفحہ ۳۸۰ ۔

۲۴۔ شرح نہج البلاغہ ج ۱۴، صفحہ ۸۳ ۸۴۔

اهدائی
دفتر نماینده مقام معظم رهبری
در پاکستان

سبق ۷

# معراج

## یثرب کے لوگوں کی دین اسلام سے واقفیت

معراج: تاریخ اسلام کے اس دور میں (بعثت سے عہد ہجرت تک) جو اہم واقعات رونما ہوئے ان میں سے ایک واقعہ معراج ہے. یہ کب پیش آیا اس کی صحیح و دقیق تاریخ کے بارے میں اختلاف ہے. بعض نے لکھا ہے کہ یہ بعثت کے چھ ماہ بعد اور بعض کی رائے میں بعثت کے دوسرے 'تیسرے' پانچویں 'دسویں گیارھویں یا بارھویں سال میں رونما ہوا.(۱)

جب ہم رسول اکرمؐ کی معراج کی بارے میں گفتگو کرتے ہیں تو ہمارے سامنے دو عنوان آتے ہیں. ان میں سے ایک اسرا ہے اور دوسرا معراج .

اسرا یا رات کے وقت آنحضرتؐ کا وہ سفر جو مسجد الحرام سے مسجد الاقصیٰ تک تھا چنانچہ اس کے بارے میں قرآن مجید کا صریح ارشاد ہے :

سبحن الذی أسریٰ بعبدہ لیلا من المسجد الحرام الی المسجد الاقصیٰ الذی بارکنا حولہ لنریہ من آیاتنا

پاک ہے وہ ذات جو راتوں رات اپنے بندے کو مسجد حرام سے مسجد اقصی تک لے گیا جس کے ماحول کو اس نے برکت دی تاکہ اسے اپنی کچھ نشانیوں کا مشاہدہ کرائے

جملہ " سبحن الذی "اس حقیقت کو بیان کر رہا ہے کہ یہ سفر خداوند تعالی کی قدرت کے پرتو میں انجام پزیر ہوئی .

جملہ ' أسریٰ بعبدہ لیلا ' سے یہ مطلب واضح ہے کہ اس سیر کی علت ذات خداوندی تھی .اور اسی سے یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ یہ رات کے وقت ہوئی .

اس کے علاوہ لفظ "لیلا" سے بھی یہی مفہوم سمجھ میں آتا ہے جو لفظ "اسری" سے سمجھ میں آتا ہے. کیوں کہ عربی زبان میں یہ لفظ رات کے وقت کی حرکت (سفر) کے مفہوم مین استعمال ہوتا ہے. تیسری بات یہ ہے کہ یہ "سفر" جسمانی تھا. اور اگر کہیں روحانی ہوتا تو اس کے لئے لفظ "بعبدہ" کے ذکر کی ضرورت پیش نہ آتی .

مذکورہ آیت کی رو سے اس "سفر" کا آغاز "مسجد الحرام" سے ہوتا ہے اور اختتام "مسجد الاقصیٰ" پر اور آخر میں اس "سفر" کا یہ مطلب بتایا گیا ہے کہ خداوند تعالیٰ کو اپنی نشانیاں دکھانا مقصود تھیں .

"معراج" اور ملکوت اعلیٰ کی سیر کے بارے میں بہت سے محدثین اور مورخین کے نظریات کی بنیاد پر تحقیقات کی جا چکی ہیں اگرچہ سب کی متفقہ رائے یہی ہے کہ شب معراج شب اسرا ہی ہے (۳).

ہرچند مذکورہ بالا آیات سے پورے طور پر یہ مفہوم واضع نہیں ہوتا. لیکن سورہ "النجم" کی آیت اور بہت سی ان روایات کی مدد سے جو ان کے متعلق ہم تک پہنچی ہیں یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے .

چنانچہ علامہ مجلسی مرحوم متعلقہ آیات بیان کرنے کے بعد معراج کے بارے میں لکھتے ہیں :

"رسول خدا" کا بیت المقدس کی جانب عروج کرنا اور وہاں سے ایک ہی رات میں آسمانوں پر پہنچنا اور وہ بھی بدن مبارک کے ساتھ. ایسا موضوع ہے جس کے بارے میں ایسی آیات اور متواتر شیعہ سنی روایات ہم تک پہنچی ہیں جو اس واقعے کے وقوع کی دلالت کرتی ہیں .اس حقیقت سے انکار کرنا یا روحانی معراج کی تاویل پیش کرنا یا اس واقعے کا خواب میں رو نما ہونا اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ کہنے والے نے پیشوایان دین (ع) کی کتابوں کا کم تتبع کیا ہے .اور یا یہ بات اس کی ایمان کی سستی و ضعف

اعتقاد پر مبنی ہے (۴).

## حضرت ابوطالب کی وفات کے بعد قریش کا رد عمل :

حضرت ابوطالب کی رحلت کے بعد قریش اپنی گستاخیوں میں: ت زیادہ بے باک ہو گئے .اور وہ پہلے سے کہیں زیادہ رسول خداؐ کو آزار و تکلیف پہچانے لگے .دین اسلام کی تبلیغ کے لئے انہوں نے آپؐ پر سخت پابندیاں لگا دیں .اور اس کا دائرہ بہت ہی محدود کر دیا چنانچہ نوبت یہاں تک پہنچی کہ آپؐ حج کے زمانے کے علاوہ اپنے دین و آئین کی تبلیغ نہیں کر سکتے تھے .

رسول خداؐ کا یہ فرمانا کہ:" جب تک ابوطالب زندہ رہے قریش مجھے ایسی گزند نہیں پہنچا سکے جو میرے لئے سخت ناگوار ہوتی . (۵)"

اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ حضرت ابوطالب کی وفات کے بعد قریش کی جانب سے ایذا رسانی اور شکنجہ کشی کی واردات میں اضافہ ہوگیا تھا. مگر ان سختیوں اور پابندیوں کے باوجود رسول خداؐ ان مہینوں میں جو ماہ حرام قرار دیئے گئے تھے اس موقع کو غنیمت سمجھتے اور اس سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھاتے .چنانچہ حج کے تین ماہ کے دوران "عکاظ " مجنہ " اور "ذوالمجاز "کے بازاروں کے علاوہ دیگر جن مقامات پر بھی لوگ جمع ہوتے رسول خداؐ ان کے پاس تشریف لے جاتے .وہاں سرداران قبائل نیز سربرآوردہ اشخاص سے ملاقات کرتے اور ہر ایک کو آسمانی آئین کی دعوت دیتے .

ان ملاقاتوں کی وجہ سے ہرچند رسول خداؐ کی مخالفت کی جاتی اور ان کے بعد سرداران قبائل کا رد عمل ظاہر ہوتا .لیکن مخالفت اور رد عمل کے باوجود یہ ملاقاتیں نہایت ہی مفید اور ثمر بخش ثابت ہوئیں .کیونکہ کوئی بھی فرد یا قبیلہ ایسا نہ ہوتا جو مکہ میں داخل ہوتا اور اس تک کسی نہ کسی طرح رسول خداؐ کی دعوت کا پیغام نہ پہنچتا.چنانچہ فریضہ حج ادا کرنے کے بعد جب وہ لوگ واپس اپنے اپنے گھروں کو جاتے تو

وہ اس دعوت و ملاقات کو دوران حج کے اہم واقعے یا خبر کی صورت میں دوسروں کے سامنے بیان کرتے .

قبیلہ بنی عامر بن صعصعہ "ان مشہور قبائل میں سے تھا جس کے افراد کو رسول خدا" نے وحدت پرستی کی دعوت دی .

"بیحرہ ابن فراس "کا شمار اس کے قبیلے کے سربر آوردہ اشخاص میں ہوتا تھا اسے رسول اکرم "کی شہرت اور قدر و منزلت کے بارے میں کم و بیش علم تھا.اس نے جب یہ بات سنی تو کہنے لگا :"خدا کی قسم !اگر قریش سے میں اس نوجوان کو حاصل کر لوں تو اس کے ہاتھوں میں عرب کو نگل جاوں گا (۶)."

چنانچہ یہ سوچ کر وہ رسول خدا" کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ اگر ہم تمہارے ہاتھ پر بیعت کر لیں اور تمہارا خدا ہمیں تمہارے مخالفین پر کامیاب بھی کر دے تو کیا تمہارے قوم کی رہبری و سرداری ہمیں واگزار کر دی جائے گی ؟.اس پر رسول خدا" نے فرمایا: "یہ خدا کا کام ہے وہ جسے اہل سمجھے گا اسے جانشین مقرر کرے گا (۷).

بیحرہ نے جب رسول اللہ" سے یہ جواب سنا تو کہنے لگا کہ ہم تمہاری خاطر عربوں سے جنگ کریں اور جب کامیاب ہوجائیں تو قوم کی رہبری دوسروں کے ہاتھوں میں چلی جائے ایسی جنگ اور رہبری سے ہم باز آئے (۸)

## رسول اکرم "کی اس گفتگو کے اہم نکات :

۱:۔ عام مشاہدہ ہے کہ اہل سیاست اقتدار حاصل کرنے سے قبل عوام کے ساتھ بڑے بڑے وعدے کرتے ہیں .جنہیں وہ کبھی پورا نہیں کرتے .لیکن پیغمبر اکرم "نے موجودہ سیاست کی روش کے بر عکس قبیلہ "بنی عامر "کی اس شرط پر کسی قسم کا وعدہ نہیں کیا .

۲:۔ قول پیغمبر "اس حقیقت کا آئینہ دار ہے کہ مسئلے امامت امر الٰہی پر منحصر ہے .اور خداوند تعالی جسے اس کا اہل سمجھے گا اسے پیغمبر "کا جانشین مقرر کرے گا .

## یثرب کے لوگوں کی دین اسلام سے واقفیت :

جس وقت بنی ہاشم اور بنی مطلب شعب ابوطالب میں محصور تھے اس وقت یثرب سے " اسعد ابن زرارہ اور ذکوان ابن عبدالقیس "قبیلہ خزرج کا نمائیدہ بن کر مکہ میں اپنے حلیف "عقبہ ابن ربعیہ" کے پاس آئے اور قبیلہ اوس سے جنگ کے سلسلے میں مدد چاہی .

"عقبہ" نے مدد کرنے سے عذر ظاہر کیا اور کہا کہ مکہ اور مدینہ کے درمیان طویل فاصلہ ہونے کے علاوہ ہم یہاں ایسی مصیبت میں گرفتار ہیں کہ جس سے نجات پانے کے لئے ہمارا کوئی بس نہیں چل رہا.اس نے "نبی اکرم" "اور آپ" کی تبلیغی سرگرمیوں کے واقعات قبیلہ "خزرج" کے نمائیدہ گان کو بتائے اور تاکید سے کہا کہ وہ آنحضرت" سے ہرگز ملاقات نہ کریں .کیونکہ وہ شخص ساحر و جادوگر ہے اور اپنی باتوں سے لوگوں کو رام کر لیتا ہے .اس کے ساتھ ہی اس نے "اسعد" کو حکم دیا کہ جس وقت کعبہ کا طواف کرے تو اپنے کانوں میں روئی ٹھونس لے تاکہ پیغمبر" کی آواز اس کے کانوں میں نہ پہنچے.

"اسعد" طواف کعبہ کے ارادے سے "مسجد الحرام" میں داخل ہوا .وہاں اس نے دیکھا کہ پیغمبر اکرم "حجر اسمٰعیل" پر تشریف فرما ہیں .اس نے خود سے کہا کہ میں بھی کیسا نادان ہوں بھلا ایسی خبر مکہ میں گرم ہو اور میں اس سے بے خبر رہوں .میں بھی تو سنوں کہ یہ شخص کیا کہتا ہے تاکہ واپس اپنے وطن جاکر لوگوں کو اس کے بارے میں بتاوں .رسول خدا" کی باتیں سننے کی خاطر اس نے روئی اپنے کانوں سے نکال دی .اور رسول "خدا کی خدمت میں حاضر ہوا . آنحضرت "نے اسے دین اسلام قبول کرنے کی دعوت دی .جسے انہوں نے قبول کیا اور ایمان لے آئے .اس کے بعد "ذکوان" نے بھی دین اسلام قبول کرنے کا شرف حاصل کر لیا (۹).

اہل یثرب میں یہ پہلے دو افراد تھے جو ایمان لائے اور دین اسلام سے مشرف ہو کر واپس اپنی قوم میں پہنچے .

دوسے مرحلے پر اہل یثرب میں وہ چھ اشخاص جن کا تعلق "خزرج" سے تھا بعثت کے گیارھویں سال میں دوران حج پیغمبر اکرم ؐ کی ملاقات سے مشرف ہوئے (۱۰) رسول خدا ؐ نے انہیں دین اسلام کی دعوت دی اور قرآن مجید کی چند آیتوں کی تلاوت فرمائی .وہ رسول خدا ؐ کی ملاقات کا شرف حاصل کر کے اور آپ ؐ کی زبان مبارک سے بیان حق سن کر ایک دوسرے سے کہنے لگے :خدا کی قسم یہ وہی پیغمبر ؐ ہے جس کے ظہور کی خبر دے کر یہودی ہمیں خوف دلایا کرتے تھے . آو پہلے ہم ہی دین اسلام قبول کر لیں . تاکہ ایسا نہ ہو کہ اس کار خیر میں وہ ہم پر سبقت لے جائیں .یہ کہہ کر ان سب نے دین اسلام اختیار کر لیا .جب وہ واپس یثرب گئے تو انہوں نے اپنے عزیز و اقارب کو بتایا کہ انہوں نے کیسے رسول خدا ؐ سے ملاقات کا شرف حاصل کیا اور انہیں بھی دین اسلام قبول کرنے کی دعوت دی .

تیسرے مرحلے پر اہل یثرب میں سے بارہ اشخاص جن میں سے دس کا تعلق قبیلہ "خزرج" سے تھا اور دو کا قبیلہ "اوس" سے بعثت کے بارھویں سال میں "عقبہ[11] منا" میں رسول خدا ؐ کی ملاقات سے شرف یاب ہوئے ان بارہ اشخاص میں سے جابر ابن عبداللہ کے علاوہ پانچ افراد وہ تھے جو کہ ایک سال قبل بھی رسول اکرم ؐ کی خدمت میں حاضر ہونے کا شرف حاصل کر چکے تھے .

ان اشخاص نے دین اسلام قبول کرنے کے بعد پیغمبر اکرم ؐ کے دست مبارک پر "بیعت نساء" (۱۱) کے طریقے پر بیعت کی.اور عہد کیا کہ خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں گے ، چوری سے باز رہیں گے ،زنا کے مرتکب نہ ہوں گے ،اپنی لڑکیوں کے قتل کو ممنوع قرار دیں گے ،ایک دوسرے پر الزام و بہتان نہ لگائیں گے نیز کار خیر میں رسول اللہ ؐ کا ہر

حکم بجالائیں گے .

رسول خداؐ نے مصعب ابن عمیر کو ان کے ہمراہ یثرب کی طرف روانہ کیا تاکہ وہاں پہنچ کر وہ دین اسلام کی تبلیغ کریں اور لوگوں کو قرآن مجید کی تعلیم دیں .اس کے ساتھ ہی وہ آنحضرتؐ کو شہر کی حالت کے بارے میں اطلاع دیں نیز یہ بتائیں کہ وہاں کی لوگ دین اسلام کو کس سطح پر قبول کر رہے ہیں . "مصعب پہلے مسلمان مہاجر تھے جو یثرب پہنچے اور روزانہ با جماعت نماز کا انہوں نے وہاں انتظام کیا (۱۲).

عقبہ میں دوسری مرتبہ بیعت :

یثرب میں رسول خداؐ کے نمایندے کی موجودگی اور خزرجی اور اوسی قبائل کے افراد کی بے دریغ حمایت و سرگرمی اس امر کا باعث ہوئی کہ ان قبائل کے بہت سے لوگ دین اسلام کے والہ وشیفتہ ہو گئے .

چنانچہ اسی وجہ سے چوتھے مرحلے پر اور بعثت کے بارھویں سال میں تقریبا پانچ سو عورتوں اور مردوں نے خود کو حج کے لئے آمادہ کیا. انہی میں تہتر افراد مسلمان مرد اور دو مسلم خواتین شامل تھیں .

قبل اس کے کہ اہل یثرب سفر پر روانہ ہوں "مصعب "مکہ کی جانب روانہ ہوئے اور اپنے سفر کی پوری کیفیت پیغمبر اکرمؐ کی خدمت میں پیش کی .

یثرب کے مسلمانوں نے مناسک حج انجام دینے کے بعد بارہ ذی الحجہ بوقت نصف شب عقبہ منا میں رسول خداؐ کی خدمت میں حاضر ہونے کا شرف حاصل کیا .

رسول خداؐ نے اس مرتبہ ملاقات کی دوران قرآن مجید کی چند آیات حاضرین کے سامنے تلاوت فرمائیں اور انہیں دین اسلام قبول کرنے کی دعوت دی .اس ضمن میں آنحضرتؐ نے حاضرین سے فرمایا :جس طرح تم اپنے بیوی بچوں کی حفاظت کرتے ہو اگر میری بھی حمایت کرو تو میں تمہارے ہاتھ پر بیعت کرنے کو تیار ہوں .انہوں نے

آنحضرتؐ کی بات سے اتفاق کیا اور یہ عہد کیا کہ وہ آپؐ کی حمایت اور پاسبانی کریں گے. آخر میں رسول خداؐ کے حکم سے ان میں سے بارہ افراد "نقیب "مقرر کئے گئے. تاکہ وہ لوگ اپنی قوم کے حالات کی نگہبانی اور پاسداری کر سکیں (۱۴).

"خزرج "اور "اوس "جیسے طاقتور قبائل کے ساتھ عہد و پیمان استوار کرنے نیز دین اسلام کے لئے جدید اساسگاہ قائم ہو جانے کے باعث اب رسول اکرمؐ اور مسلمانوں کے لئے جدید سازگار صورت حال پیدا ہو گئی تھی .

اس عہد و پیمان کے بعد پیغمبر اکرمؐ کی جانب سے مسلمانوں کو اجازت دے دی گئی کہ وہ چاہیں تو یثرب کا سفر اختیار کر سکتے ہیں. اس ضمن میں آپؐ نے فرمایا:

خداوند تعالی نے تمہارے لئے بھائی پیدا کر دیئے ہیں .نیز تمہارے لئے گھروں کے دروازے بھی کھل گئے ہیں .ان لوگوں کی مدد سے تم وہاں امن و امان سے رہو گے.

رسول خداؐ کی اجازت ملنے کے بعد مسلمان گروہ در گروہ یثرب کا سفر اختیار کرنے لگے .اور اب پیغمبر اکرمؐ خود بھی حکم خداوندی کے منتظر تھے (۱۵).

## اہل یثرب کے مشرف با اسلام ہونے کے اسباب :

یثرب کے لوگ دین اسلام قبول کرنے میں کیوں پیش پیش رہے اس کی کچھ وجوہ تھیں جو ذیل میں درج کی جاتی ہیں .

۱:۔وہ لوگ چونکہ یہودیوں کے گرد و نوح میں آباد تھے .اسی لئے پیغمبر اکرمؐ کے ظہور پذیر ہونے کی خبریں اور آنحضرتؐ کی خصوصیات ان کی زبان سے اکثر سنتے رہتے تھے .چنانچہ جب کبھی ان کے اور یہودیوں کے درمیان کوئی تصادم ہو جاتا تو یہودی ان سے کہا کرتے تھے کہ .

جلد ہی اس علاقے میں پیغمبرؐ کا ظہور ہو گا .ہم اس کی پیروی کریں گے اور تمہیں

قوم" عاد "اور "ارم "کی طرح تباہ و برباد کر کے رکھ دیں گے (۱۶).

۲:۔قبیلہ "اوس "اور "خزرج "کے درمیان سالہا سال سے کشت وکشتار کا سلسلہ چلا آرہا تھا. اہل یثرب اس داخلی جنگ سے تنگ آچکے تھے .دونوں ہی قبائل کے بزرگ اس فکر میں تھے کہ کوئی ایسی راہ نکل آئے جس کے ذریعے اس خانماں سوز جنگ سے نجات ملے .رسول خدا ؐ کی آمد ان کے لئے در حقیقت امید بخش خوشخبری تھی .چنانچہ یہی وجہ تھی کہ انہوں نے رسول خدا ؐ سے پہلی ہی ملاقات میں عرض کیا :

"ہم اپنے قبائل کے افراد کو جنگ و نزاع میں چھوڑ کر( آپ ؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں )امید ہے کہ خداوند تعالی آپ ؐ کے ذریعے ان میں صلح کرا دے .اور وہ ایک دوسرے کے ساتھ مل کر بیٹھ رہیں .....

اگر ایسا ہو جائے تو ہمارے نزدیک آپ ؐ سے بڑھ کر کوئی شخص عزیز نہ ہو گا (۱۷).

۳:۔حقیقت کی جستجو و تلاش کرنے والوں کی خدمت رسول خدا میں بار بار حاضری:

اہل یثرب کی زمانہ حج میں آنحضرت سے پے درپے ملاقات' کلام اللہ کی تاثیر' پیغمبر ؐ کی معنوی کشش اور ان ملاقاتوں کے دوران آسمانی آئین کی فطرت کے مطابق آپ ؐ کی سود مند وپر مغز گفتگو اس امر کا باعث ہوئی کہ قبائل "اوس "اور "خزرج " کے افراد جانب حق کشاں کشاں چلے آئے .اور دین اسلام کو انہوں نے خوشی خوشی قبول کر لیا.

پیغمبر اکرم ؐ کو قتل کرنے کی سازش :

جب مسلمانوں کی تقریبا اکثریت متفق و یکجا "یثرب "منتقل ہو گئی اور وہ شہر دین اسلام کا جدید مرکز بن گیا تو قریش کے سردار جو اس وقت تک اس گمان میں مبتلا تھے کہ

رسول خداؐ اور اصحاب رسول ہمیشہ ان کے رحم و کرم پر زندہ رہیں گے اور ایذا و آزار پہنچا کر انہیں کسی بھی وقت فنا کیا جا سکتا ہے یہ کیفیت دیکھ کر سخت مضطرب و پریشان ہوئے .رسول خداؐ کے ساتھ اہل یثرب جس حفاظتی عہد و پیمان پر کار بند ہوئے تھے اس نے بھی ان کے لئے خطرہ پیدا کر دیا تھا .چنانچہ اب وہ اس کی اہمیت و سنگینی کے بارے میں سوچنے لگے .کیونکہ اب انہیں یہ خوف لاحق تھا کہ کہیں رسول خداؐ ان لوگوں کی مدد سے جو آپؐ کے ساتھ عہد و پیمان میں شریک ہیں ان سے انتقام لینے پر کمر بستہ نہ ہو جائیں .یا کم از کم منطقہ "یثرب "پر غالب آنے کے بعد مسلمان ان کی تجارت اور معاشی زندگی کو تو تباہ کر ہی سکتے ہیں .

ان حالات کے پیش نظر قریش کے سردار " دار الندوہ " (۷) میں جمع ہوئے . طویل بحث و گفتگو اور تبادلہ خیال کے بعد انہوں نے اس رائے سے اتفاق کیا کہ ہر قبیلے سے ایک دلیر جوان منتخب کیا جائے اور وہ سب مل راتوں رات رسول اکرمؐ کے گھر کا محاصرہ کر لیں اور آنحضرتؐ پر حملہ آور ہو کر آپ کو قتل کر ڈالیں ایسی صورت میں آپؐ کا خون تمام قبائل پر تقسیم ہو جائے گا. اور " حضرت عبد مناف " کی آل و اولاد اس قابل نہ ہو سکے گی کہ قریش کی پوری طاقت کا مقابلہ کر سکے. اور اگر انہوں نے خون بہا کا مبالبہ بھی کیا تو سب مل کر اسے ادا کر دیں گے .

رسول اکرمؐ کو وحی کے ذریعے ان کی سازش کے بارے میں علم ہوگیا تھا چنانچہ آنحضرتؐ کو حکم دیا گیا کہ یثرب سے باہر تشریف لے جایئں . قریش نے اپنی پوری طاقت کے ساتھ بتاریخ پہلی ربیع الاول بعثت کے ۱۴ ایں سال آپؐ کے گھر کا محاصرہ کر لیا. رسول اکرمؐ نے حضرت علیؑ سے فرمایا کہ تم

بستر پر آرام کرو اور ان کا مخصوص شانہ پوش اپنے سر مبارک پر ڈال لیا تاکہ دشمن کو یہ اندازہ نہ ہو سکے کہ آپؐ گھر سے تشریف لے جا رہے ہیں .اس کے بعد آپؐ نے مٹھی بھر خاک دست مبارک میں اٹھائی اور محاصرہ کرنے والوں پر پھینک دی .اور سورہ ( یٰسٓ ) کی ایک سے نو تک آیات کی تلاوت فرمائی .اور گھر سے باہر اس طرح تشریف لے

آئے کہ کسی کو آپ ؐ کے وہاں سے جانے کا گمان تک نہ ہوا .

رسول خدا ؐ نے گھر سے باہر تشریف لانے کے بعد شمال کی جانب رخ نہیں فرمایا کیونکہ اس طرف سے "یثرب" کا راستہ گزرتا تھا بلکہ اس کے برعکس آپ ؐ نے جنوب مکہ کی راہ اختیار فرمائی اور ابوبکر کے ساتھ "غار ثور" میں تشریف لے گئے .

جب قریش کو یہ علم ہوا کہ رسول خدا ؐ گھر سے باہر تشریف لے گئے ہیں تو وہ شہر مکہ اور تمام راستوں کی نگرانی کرنے لگے جو "یثرب" پر جا کر ختم ہوئے تھے .یہی نہیں بلکہ انہوں نے ان لوگوں کو بھی ان راستوں پر مقرر کر دیا جنہیں مسافرین کے نقش قدم پہچاننے کی مہارت تھی.اور یہ اعلان کیا کہ جو شخص بھی آپ ؐ کو گرفتار کر کے لائے گا اسے سو اونٹ بطور انعام دیئے جائیں گے .

لیکن انہوں نے جس قدر جستجو وتلاش کی اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہوئے .چنانچہ تین دن کے بعد تھک ہار کر بیٹھے رہے .

رسول اکرم ؐ جتنے عرصے غار "ثور" میں تشریف فرما رہے حضرت علی(ع) پیغمبر خدا ؐ اور آپ ؐ کے یار غار ابوبکر کے لئے کھانا پہنچاتے رہے .اس کے ساتھ ہی آپ(ع) مکہ کے حالات و واقعات سے بھی آنحضرت ؐ کو مطلع فرماتے رہے (۱۸).

پیغمبر اکرم ؐ اس غار کے قیام کی چوتھی شب میں امیر المومنین حضرت علی(ع) کی ہدایت کے مطابق تمام راستہ بدل کر دوسرے راستے سے یثرب کی جانب روانہ ہوئے (۱۹)،

## انقلاب کی ضرورت کے تحت ہجرت :

قرآن مجید میں جن اہم اور تعمیری اصول و قواعد کا ذکر کیا گیا ہے انہی میں "ایمان" اور "جہاد" کے پہلو بہ پہلو "ہجرت" کی بھی اصل و بنیاد کے بارے میں بھی تاکید کی گئی ہے (۲۱).

ہجرت کے معنی ان قیود و بندشوں سے نجات اور رہائی حاصل کرلینا ہیں جو انسان کے وجود یا اس کی زندگی کے اطراف میں موجود ہوتے ہیں. ہوا و ہوس اور کثافتوں سے دل و دماغ کو پاک کرلینااور ان سے فراغت پالیناہی انسان کی مہاجرت کاعالی ترین مرحلہ ہے.

چنانچہ اس ضمن میں رسول خداؐ نے فرمایا:

"اشرف الهجرت ان تهجر السیئات (۲۲)"

چنانچہ یہی وجہ ہے کہ خداوند تعالیٰ کی جانب سے مقرر کردہ ہادی و رہبر نیز مصلحین انسانیت نے درجۂ کمال پر پہنچنے اور اپنی مقدس آرزوں کو عملی شکل میں دیکھنے کے لئے "ہجرت" دتحریک کا آغاز ہر گناہ و آلایش سے اجتناب کے ساتھ کیا۔

وہ آیات جو بعثت کے ابتدائی دنوں میں نازل ہوئیں ان میں قرآن مجید کاارشاد ہے کہ (۲۳): یاایها المدثر قم فنذر ...... والرجز فاهجر. (۲۴)

اے اوڑھ لپیٹ کرلیٹنے والے اٹھو اور ڈراو ..........اور اپنے کپڑے پاک رکھو اور گندگی سے دور رہو.

اگلے مرحلے میں "آفاقی ہجرت" کی ہدایت دی گئی ہے. یعنی اس معاشرے سے ہجرت جو مرگ پذیر ہے اور جس میں کفر کے باعث جمود و سکوت واقع ہوگیا ہے. یہ ہجرت اس ماحول کی جانب ہے جو زندہ و آزاد ہے. اور اس کا مقصد عقاید کا تحفظ نیز انقلاب کے اغراض و مقاصد کو حقیقت کی شکل میں پیش کرنا ہے .

اس مرحلے پر ہجرت کا مفہوم دشمن یا میدان جنگ سے فرار نہیں بلکہ یہ وہ مقام ہے جہاں سے نئے انقلاب کا آغاز ہوتا ہے. اگر حضرت ابراہیم (ع) حضرت موسی (ع) اور حضرت عیسی (ع) نے معاشرے کے اس ماحول سے ہجرت کی جہاں کفرو شرک کا

دور دورہ تھاتو اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں تھا کہ یہ انبیاء اپنی جد و جہد سے دستکش ہو گئے تھے اور انہیں اپنے جان و مال کی فکر لاحق ہو گئی تھی بلکہ اسکا مطلب یہ ہے کہ جب انہیں اپنے وطن میں تبلیغ اور سرگرمی عمل کے مواقع نظر نہ آئے تو انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ یہاں سے ہجرت کر کے مناسب اور آزاد ماحول میں پہنچیں اور بیشتر طاقت و توانائی اور امکانات کے ساتھ اپنی جدو جہد کو جاری رکھیں .

رسول اکرم ؐ نے جب یہ دیکھا کہ آپ ؐ کی ہر اصلاح پسندانہ سعی و کوششیں مکہ کے مایوس کن اور دبے ہوئے ماحول میں لا حاصل اور بے نتیجہ ہے نیز دوسری طرف ان حالات سے مقابلہ کرنے کی تاب و مجال بھی نہیں تو آپ ؐ نے بحالت مجبوری اپنے انقلاب کے تحفظ اور اسے جاری رکھنے کی خاطر ہجرت کو ترجیح دی . تاکہ اپنی تحریک کی کتاب کا نیا باب شروع کر سکیں اور دین مبین اسلام کو علاقائی محدود ماحول سے نکال کر اس کی دعوت آزاد اور عالمی فضاء کے ماحول میں پیش کریں .

عالمی تحریک اسلام کا یہ نیا عظیم باب اس قدر اہم اور تقدیر ساز تھا کہ اسے تاریخ اسلام کا مبداء و آغاز قرار دیا گیا چنانچہ پیغمبر اکرم ؐ کا وہ دین و آئین جو اس وقت تک واقعہ "عام الفیل" سے وابستہ تھا اور اپنی تاریخ کا آغاز کہلاتا تھا اب اس سے رہائی اور نجات مل گئی تھی .

سوالات

۱:۔ آیہ مبارک "سبحن الذی أسریٰ بعبدہ لیلا من المسجد الحرام الی المسجد الاقصیٰ الذی بارکنا لنریہ من آیاتنا "کس حد تک مسئلہ معراج پر دلالت کرتی ہے اور اس سے کون کون سے نکات اخذ کئے گئے ہیں ؟

۲:۔ حضرت ابوطالب کی وفات کے بعد قریش نے رسول خداؐ کے ساتھ کیا رویہ اختیار کیا؟

۳:۔ رسول خداؐ نے دعوت اسلام کو قبیلہ بنی عامر سے کس طرح شروع کیا ؟ اس کا مختصر حال بیان کیجئے.

۴:۔ وہ پہلے کون دو شخص تھے جو یثرب کے رہنے والے تھے .ان کی رسول خداؐ سے پہلی ملاقات کس طرح ہوئی ؟بیان کیجئے .

۵:۔ بعثت کے بارھویں سال میں اہل یثرب میں سے بارہ افراد رسول خداؐ کی ملاقات سے شرفیاب ہوئے .ان کے اور رسول خداؐ کے درمیان کیامعاہدہ ہوا ؟

۶:۔ دوسرے تمام علاقوں سے قبل یثرب کے لوگوں نے کس وجہ سے دین اسلام قبول کیا ؟

۷:۔ مشرکین قریش نے رسول خداؐ کو قتل کرنے کے لئے کیا سازش تیار کی تھی اور وہ کس طرح اپنے مقصد میں ناکام ہوئے ؟وضاحت کیجئے .

# حوالہ جات

۱۔ مزید اطلاع کے لئے ملاحظہ ہو الصحیح من سیرۃ النبی (ص) ج ۱، ص ۲۶۹ ـــ ۲۷۰۔

۲۔ بنی اسرائیل آیۃ ۱

۳۔ تاریخ پیغمبر (ص) تالیف آیتی مرحوم ص ۱۵۹۔

۴۔ بحار الانوار ج ۱۸ ص ۲۸۹۔

۵۔ السیرۃ النبویہ ج ۲، ص ۵۸۔

۶۔ لوانی اخذت ھذا الفتی من قریش لاکلت بہ العرب اس میں کنایہ یہ ہے کہ میں اس وسیلے سے دنیوی مال و متاع حاصل کرلوں گا۔
اس جملے میں کنایہ یہ ہے کہ میں اس وسیلے سے دنیوی مال و متاع حاصل کرلوں گا۔

۷۔ الامر الی اللہ یضعہ حیث یشاء

۸۔ السیرۃ النبویہ ج ۱ ص ۱۶۔

۹۔ الصحیح من سیرۃ النبی (ص) ج ۲ ص ۱۹۰ ـــ ۱۹۱۔

۱۰۔ ان چھ افراد کے نام ہیں۔ اسعد بن زرارہ، جابر بن عبداللہ، عوف بن حارث، رافع بن مالک، قطبہ بن عامر اور عقبہ بن عامر۔

۱۱۔ عقبہ کے لفظی معنی تنگ درہ کے ہیں یہ مکہ اور منیٰ کے درمیان واقع ہیں۔

۱۲۔ اس بیعت کو اس وجہ سے "بیعت النساء" کہا جاتا ہے کہ اس میں جنگ و جدال کو دخل نہ تھا اور کسی عسکری معاہدہ کے تحت بھی نہیں کی گئی تھی۔ قرآن نے سورہ "ممتحنہ" کی آیت ۱۲ میں پیغمبر اکرم (ص) کے ساتھ بیعت زنان کی ہدایت انھی شرائط کے ساتھ کی ہے۔

۱۳۔ السیرۃ النبویہ ج ۱ ص ۷۲، ۷۷۔

۱۴۔ نقیب کے معنی سردار و سرپرست قوم یا قبیلہ ہیں۔

۱۵ــــ السیرۃ النبویہ ج ۲ ص ۱۱۱۔

۱۶ــــ السیرۃ النبویہ ج ۲ ص ۱۱۱۔

۱۷ــــ السیرۃ النبویہ ج ۲ ص ۷۱۔

۱۸ــــ دارالندوۃ در حقیقت قریش کی مجلس مشاورت تھی یہ جگہ رسول اکرم (ص) کے جد چہارم" حضرت قصی ابن کلاب "نے قائم کی تھی۔ اسلامی دور میں معاویہ نے اسے حکیم ابن حزام سے خرید لیا اور اس سے "دار الامارۃ" قرار دیا اس کے بعد اسے مسجد الحرام میں شامل کرلیا گیا (معجم البلدان ج ۲ ص ۴۲۳)۔

۱۹ــــ الاحتجاج تالیف مرحوم طبرسی ج ۱ ص ۱۴۱۔

۲۰ــــ السیرۃ النبویہ ج ۲ ص ۱۲۴ــــ۱۳۶۔

۲۱ــــ مثال کے طور پر سورہ توبہ کی آیت ۲۰ میں اللہ نے فرمایا ہے کہ۔ الذین آمنوا وھاجروا و جاھدوا فی سبیل اللہ باموالھم وانفسھم اعظم درجۃ عند اللہ اللہ کے یہاں تو انہی لوگوں کا درجہ بڑا ہے جو ایمان لائے اور جنھوں نے اس کی راہ میں گھر بار چھوڑ دیئے اور جان ومال سے جہاد کیا۔

۲۲ــــ کنزل العمال ج ۱ ص ۲۷، حدیث ۶۵۔

۲۳ــــ بعض محققین کی یہ رائے ہے کہ سورہ مدثر وہ سورہ ہے جو سب سے پہلے رسول اکرم (ص) پر نازل ہوا اور دوسرے لوگ اس خیال کے حامی ہیں کہ جب عام دعوت اسلام کے لئے خداوند تعالی کی جانب سے حکم ہوا تو اس کے بعد یہ پہلی سورہ تھی جو نازل ہوئی (المیزان) ج ۲۰ ص ۷۹۔

۲۴ــــ سورہ مدثر آیات ۱ــــ۵۔

سبق ۸

# مدینہ ہجرت کرنے کے بعد رسول خداؐ کے اقدام

## قبا میں رسول خداؐ کی تشریف آوری

رسول خداؐ نو دن تک سفر کرنے کے بعد بتاریخ ۱۲ ربیع الاول بروز پیر "قبا" (۱) میں تشریف فرما ہوئے .جہاں لوگوں نے آپؐ کا نہایت ہی گرم جوشی سے استقبال کیا کیونکہ انہوں نے کافی عرصے قبل یہ خبر سنی تھی کہ آنحضرتؐ مکہ سے یثرب تشریف لانے والے ہیں .اسی لئے وہ لوگ بے صبری سے آپؐ کی تشریف آوری کا اظہار کر رہے تھے۔

پیغمبر اکرم "کلثوم بن ہدم" کے گھر پر قیام فرما ہوئے اور "سعد ابن خیثمہ کی قیام گاہ کو اس بنا پر کہ وہ مجرد آدمی تھے عام لوگوں سے ملاقات کے لئے پسند کیا (۲)

رسول خداؐ مکہ سے ہجرت فرما کر یثرب تشریف لے گئے تو حضرت علی(ع) تین روز تک مکہ میں قیام پذیر رہے .اور پیغمبرؐ نے جو ہدایت فرمائی تھی انجام دیتے رہے اس کے بعد اپنی والدہ محترمہ حضرت فاطمہ بن اسد ،حضرت فاطمہ (سلام اللہ علیہا ' فاطمہ بنت زبیر اور دیگر اصحاب کے ہمراہ مکہ سے مدینے کی جانب روانہ ہوئے اور آج کے حساب سے گویا تقریباً چار سو ستر کیلو میٹر طویل راستہ پیدل طے کیا .چنانچہ بروز جمعرات ربیع الاول کے نصف میں قبا میں پیغمبرؐ کی ملاقات سے مشرف ہوئے (۳).

رسول خداؐ نے قبا میں قیام کے دوران بنی عمر ابن عوف قبیلے کی عبادت کے لئے مسجد کی بنیاد رکھی (۴) .یہ مسجد آج بھی مسجد قبا کے نام سے مشہور ہے .اور یہی وہ پہلی مسجد ہے جو مسلمانوں نے تعمیر کی .

## مدینے میں تشریف آوری

رسول اکرمؐ حضرت علی(ع) اپنی دختر عزیز حضرت فاطمہ (سلام اللہ علیہا)اور دیگر اصحاب کے ہمراہ بروز جمعہ قبا سے مدینہ کے لئے روانہ ہوئے . آنحضرتؐ نے پہلی بار

جمعہ راستے میں قبیلہ "بنی سالم بن عوف" کے درمیان ادا کی۔ آپ" نے خطبات میں مسئلہ توحید لوگوں کی ہدایت کیلئے پیغمبروں کی آمد "قرآن مجید کی اہمیت نیز افراد کی تعمیر میں اس کتاب مقدس کا کردار اور مسئلہ مرگ اور معاد کے بارے میں ذکر فرمایا۔ آپ" نے لوگوں کو یہ ہدایت فرمائی کہ تقوی اور پاکیزگی پر کاربند رہیں۔ جو زبان سے کہیں اس پر عمل کریں۔ اور راہ حق میں اپنے ساتھیوں کی ساتھ محبت اور خندہ روئی کے ساتھ پیش آئیں[۵]۔

نماز ادا کرنے کے بعد آنحضرت" ناقے پر سوار ہوئے۔ اگرچہ راستے میں کتنے ہی قبیلے ایسے آئے جنہوں نے بہت اصرار کیا کہ آپ" ان کے درمیان قیام فرما ہوں مگر آنحضرت" نے مدینے کی جانب اپنا سفر جاری رکھا۔

اس روز یثرب کی رونق ہی کچھ اور تھی انصار نوجوانوں نے ڈہر کی فضا کو بتوں کے کثافت آلود ماحول سے پاک و صاف کرنے کے لئے جان و دل کی بازی لگادی راہ میں ہر طرف نعرہ تکبیر کی گونج تھی۔ مرد عورتیں اور بچے آپ" کا دیدار کرنے کے لئے مشتاق و بے قرار تھے ہر شخص کی کوشش تھی کہ آنحضرت" کا دیدار کرنے میں دوسرے پر سبقت لے جائے۔ خوشیوں کے ترانے ان کی زبان پر جاری تھے اور سب مل کر پڑھ رہے تھے۔

طلع البدر علینا من ثنیات الوداع
وجب الشکر علینا مادعا للہ داع
ایھا المبعوث فینا جئت بالامر المطاع[۶]

(ماہ کامل ثنیۃ الوداع(۷) سے ہم پر طلوع ہوا ہے. ہم پر شکر خدا اس وقت تک واجب ہے جب تک کہ خدا کو پکارنے والا پکارتا رہے گا آپ وہ شخص ہیں جو ہمارے لئے ایسا فرمان لے کے آئے ہیں. جس کی اطاعت کرنا ہمارے اوپر واجب ہے )

بالاخر ناقہ رسول نے اس زمین پر نشست کی جو دو یتیموں کی ملکیت تھی رسول خدا نے اس سے اتر کر زمین پر قدم رنجہ فرمایا اس کے بعد آپ "ابو ایوب انصاری" کے گھر پر تشریف لے گئے اور وہی قیام فرمایا (۸).

جب رسول خدا ہجرت فرما کر یثرب تشریف لے آئے تو اس شہر کا نام بدل کر مدینۃ الرسول رکھ دیا گیا.

## ہجرت کے اولین سال میں رسول خدا کے اقدامات

### الف :۔ مسجد کی تعمیر

مورخین نے لکھا ہے کہ آنحضرت جب ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے گئے تو آپ نے سب سے پہلے جو اقدام یہاں فرمایا وہ مسجد کی تعمیر تھی. اسی ضمن میں انہوں نے اس بات کا بھی ذکر کیا ہے :کہ یہ مسجد اس جگہ تعمیر کی گئی جہاں آپ کا ناقہ زمین پر بیٹھا تھا اور اس کی زمین مبلغ دس دینار کے عوض ان دو یتیم بچوں سے خریدی گئی (۹).

تمام مسلمانوں نے پورے ذوق و شوق اور خاص اہتمام سے اس مسجد کے بنانے میں کوشش کی. اس کے ساتھ ہی پیغمبر اکرم کی جدوجہد نے اس کی خوشی اور مسرت میں کئی گنا اضافہ کر دیا. یہ ذوق و شوق حضرت عمار جیسے لوگوں میں نمایاں و جلوہ گر تھا (۱۰)

مسلمانوں کی انتھک کوشش اور لگن سے یہ مسجد بن کر تیار ہو گئی. اس کی دیواریں مٹی اور پتھروں سے بنائی گئی تھیں ستونوں کے لئے درخت خرما کے تنے استعمال کئے گئے تھے. چھت بھی کھجور کے تختوں سے پاٹی گئی تھی (۱۱). مسجد کے ایک کونے میں کمرہ نما ایک جگہ مخصوص کی گئی تھی تاکہ وہ نادار اصحاب رسول جن کے

پاس سر چھپانے کے لئے کوئی جگہ نہ تھی یہاں قیام پذیر ہوں (۱۴). یہی وہ لوگ تھے جنہیں بعد میں اصحاب صفہ کہا گیا (۱۳).

اس مسجد کے بن جانے کے بعد مسلمانوں کو مرکزیت حاصل ہو گئی. چنانچہ عام مسلمان جن میں صاحب خانہ اور بے خانماں سب ہی شامل تھے بلا روک ٹوک یہاں جمع ہوتے اور عبادت و نماز با جماعت ادا کرنے کے علاوہ مسلمانوں کے اہم مسائل سے متعلق تبادلہ خیالات میں حصہ لیتے. اس کے ساتھ ہی رسول خداؐ سے یا ان اصحاب میں سے جنہیں آنحضرتؐ مقرر فرماتے احکام دین اور دیگر مسائل کی تعلیم حاصل کرتے.

جب مسجد کی تعمیر مکمل ہو گئی تو اس کے اطراف میں رسول خداؐ اور اصحاب کیلئے اس طرح مکانات بنائے گئے کہ ہر گھر کا دروازہ مسجد کی جانب کھلتا تھا.

کچھ عرصے کے بعد خداوند تعالی کی طرف سے حکم ہوا کہ رسول خداؐ اور حضرت علی(ع) کے گھروں کے علاوہ جن لوگوں کے گھروں کے دروازے مسجد کی جانب کھلتے ہیں بند کر دئے جائیں. رسول خداؐ نے جب یہ حکم خداوندی لوگوں تک پہنچایا تو بعض اصحاب کو یہ بات بہت گراں گزری. اور انہیں یہ گمان ہونے لگا کہ یہ فرق و امتیاز خود رسول خداؐ کا اپنا پیدا کردہ ہے اور اس میں بھی برادرانہ شفقت کار فرما ہے. لیکن جب رسول خداؐ نے انہیں محض اس خیال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا: یہ فرمان میں نے اپنی طرف سے نہیں دیا ہے بلکہ حکم خداوندی ہے (۱۴).

رسول خداؐ نے یہ صریح و قطعی موقف اس وقت اختیار کیا جب کہ مسلمان بالخصوص مہاجرین خاص حساسیت اور نازک صورت حال سے دو چار تھے. اور انہیں پیغمبرؐ سے یہ توقع تھی کہ ان کی دلجوئی کے ساتھ ہی ان پر دوسروں سے زیادہ لطف و عنایت فرمائیں گے. ان کے لئے یہ سعادت کسی طرح کم نہ

تھی کہ ان کے گھروں کے دروازے مسجد کی جانب کھلتے ہیں .اس میں شک نہیں ں کہ رسول خداؐ کو صحابہ کرام سے تعلق خاطر تھا مگر یہ واقعہ اس حقیقت کا آئینہ دار تھا کہ رسول خداؐ کا تعلق خاطر اور جزبہ لطف و عنایت حکم الٰہی کو ان تک پہنچانے میں مانع نہیں ہوا تھا .اور کوئی چیز آنحضرتؐ کو فرمان حق صادر کرنے سے روک نہ سکی .

ب :۔رشتہ اخوت و برادری

اس میں شک نہیں کہ پیغمبرخداؐ نے مکہ میں مسلمانوں کے درمیان رشتہ اخوت و برادری بر قرار فرمایا (۱۵). لیکن ہجرت کر کے ان مسلمانوں کا مکہ سے مدینہ چلے آنا اور نئے اقتصادی و اجتماعی مسائل و حالات کا پیدا ہونا اس امر کا باعث ہوئے کہ مہاجرو انصار مسلمانوں کے درمیان نیا رشتہ اخوت و برادری بر قرار ہو .چنانچہ یہی وجہ تھی کہ آپؐ نے مسلمانوں کو جمع کیااوران سے فرمایا :

تاخوافی اللہ اخوین اخوین

(راہ خدا میں تم دو دو مل کر بھائی بن جاو(۱۶).)

رسول خداؐ اپنے اس دانشمندانہ اقدام سے ان مہاجرین کے مسائل زندگی کو حل کر دیا جو اپنی ہر چیز مکہ میں چھوڑ کر مدینہ چلے آئے تھے اور اس طرح آنحضرتؐ نے ان کے ارمان و آرزو اور دین و ایمان کو حفاظت میں لے لیا .اگرچہ مہاجرین اور انصار دو مختلف ماحول کے پروردہ تھے اور ان کے طرز و فکر معاشرت میں بھی نمایاں فرق تھا .لیکن آپؐ نے انہیں اپنی دانشمندی سے نہ صرف یک جان و دو قالب ہی کر دیا بلکہ دونوں کے حقوق اور مراعات کو بھی مقرر اور مرتب فرمایا .

رسول خداؐ نے مہاجرین اور انصار کے درمیان رشتہ اخوت اور برادری بر قرار کرنے کے بعد حضرت علی(ع) کے دست مبارک کو اپنے دست متبرک میں لے کر فرمایا: "ہذا اخی ("یہ میرا بھائی ہے (۱۷).)

ج :۔ یہودیوں کے ساتھ عہد و پیمان :

رسول اکرمؐ کے ہجرت کرنے سے قبل مقامی مشرکین کے علاوہ یہودیوں کے "قبیلے بنی قینقاع" "بنی نضر" اور "بنی قریظہ" نامی تین طائفے مدینے میں آباد تھے .اور انہی کے ہاتھوں میں اس شہر کی صنعت و تجارت تھی.

اگرچہ رسول خداؐ نے مہاجرین اور انصار کے درمیان رشتہ اخوت و برادری برقرار کر کے اپنی طاقت کو متحد کرنے کے لئے بہت ہی اہم اقدام کیا مگر آپؐ کے سامنے ایک اور داخلی دشوار مرحلہ تھا اور وہ تھا ان یہودیوں کا وجود جو اس سرزمین پر آباد تھے .

حالات کے پیش نظر آنحضرتؐ نے یہودیوں کے ساتھ ایک معاہدے پر دستخط کئے .جس کی بعض شرائط ذیل میں درج ہیں .

۱:۔ جن لوگوں نے اس معاہدے پر دستخط کئے ہیں وہ ایک قوم بن کر یہاں زندگی بسر کریں گے .

۲اس معاہدے میں جو فریقین شامل ہیں ان میں سے ہر فریق کو اپنی رسومات انجام دینے کی آزادی ہو گی .

۳:۔ مدینے کی حدود میں ہر قسم کی خونریزی حرام ہوگی .اور اگر باہر سے کسی دشمن نے حملہ کیا تو سب مل کر شہر کا دفاع کریں گے .معاہدے میں جو فریقین شامل ہیں اگر ان میں سے کسی ایک فریق پر باہر کی طاقت نے حملہ کیاتو فریق دوم اسکی مدد کرے گا. بشرطیکہ وہ خود تجاوز کار نہ ہو .

۴:۔ اختلافی مسائل میں اختلاف کو دور کرنے کے لئے خداؐ اور محمدؐ سے رجوع کیا جائے گا (۱۹)..اس معاہدے کی برقراری کے بعد پیغمبر اکرمؐ کی حکومت معمولی حکومت نہیں رہ گئی بلکہ اس نے مستقل حیثیت اختیار کر لی .اور رسول اکرمؐ کو سرکاری سطح پر حاکم مدینہ تسلیم کر لیا گیا .چنانچہ یہیں سے حلقہ اسلام کے اندر سیاسی

وحدت کی تشکیل نمایاں ہونی شروع ہوئی .نیز اسلام کی دفاعی بنیاد کو بیرونی دشمنوں کے مقابل تقویت حاصل ہوئی نیز رہبر و ھادی اسلام کے لئے دین کی تبلیغ کے لئے وسیع تر میدان ہموار ہو گیا...اور بالاخر اس طرح اجتماعی حدود و انفرادی حقوق مختلف جماعتیں مذہبی اقلیتیں ان کے باہمی روابط و تعلقات کی کیفیت اور دشمن کی شناخت جیسی چیزیں مشخص و نمایاں ہو ئیں .

عہد شکنی

مسلمانوں اور یہودیوں کے درمیان دو جانبہ ومسالمت آمیز عہد مدینے کے یہودیوں کے لئے بہت زیادہ ساز گار ثابت ہوا .وہ اس عہد و پیمان کی بدولت اسلامی حکومت کے زیر سایہ آزادی کے ساتھ شرافتمندانہ طور پر زندگی بسر کر سکتے تھے .لیکن انہوں نے اس نعمت کی قدر نہ کی چنانچہ کچھ عرصہ گزرنے کے بعد جب انہوں نے جدید حکومت سے اپنے لئے سیاسی و اجتماعی خطرہ محسوس کیا تو انہوں نے اس عہد کو جو رسولؐ خداؐ کے ساتھ کیا تھا نظر انداز کرنا شروع کر دیا اور آنحضرتؐ کے خلاف سازشیں کرنے لگے .وہ مسلمانوں کے لئے مشکلات اور ان کے دینی عقاید (۱۹) میں شک و شبہات پیدا کر کے اور دور (۲۰) جاہلیت کے کنیہ و اختلاف کو یاد دلا کر یہ کوشش کرنے لگے کہ ان کے عقاید میں ضعف و سستی اور ان کے صفوں میں انتشار پیدا کردیں .

وہ منافقین (بالخصوص ان کا سرغنہ عبداللہ ابن ابی) جو کہ خفیہ طور پر یہودیوں کے ساتھ مل گئے تھے اس سازش میں ان کے ساتھ شریک ہو گئے .چنانچہ وہ لوگ مسلمانوں کے عقاید کا مذاق اڑاتے .اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ ایک مرتبہ رسول خداؐ نے مجبور ہو کر حکم دیا کہ انہیں مسجد سے باہر نکال دیا جائے (۲۱).

رزمیہ و اعلانیہ ابتدائی اقدامات کی تشکیل

رسول خداؐ نے مملکت اسلامی کی طاقت کو وسعت دینے اور اسلامی حکومت کے

مقدس اغراض و مقاصد کی شکل پذیری کے لئے جو اقدامات فرمائے ان میں رزمیہ ساز و سامان اور جاسوسی کرنے کی تشکیل کی تحریک کا آغاز بھی شامل تھا۔اس تحریک کے تحت آپؐ نے رزمیہ اعلانیہ دستوں کو مدینہ سے باہر روانہ کیا۔اور یہیں سے رسول خداؐ کی سپاہیانہ مہمات اور غزوات کی تحریک شروع ہوئی۔اس کے علاوہ دشمن کے خلاف جنگ و دفاع کا جو فرسودہ نظام اب تک چلا آرہا تھا اس میں آپؐ نے تبدیلی پیدا کر کے اس کے لئے جدید اصول و قواعد مرتب کئے ۔

مورخین نے جنگ بدر سے قبل کی سپاہیانہ مہمات اور غزوات کا ذکر آٹھ مختلف مواقع پر کیا ہے(۲۲)ان مہمات میں جن سپاہیوں نے شرکت کی اور محاذ پر گئے اگرچہ ان کی تعداد محدود سہی مگر وہ سب کے سب مہاجر ہی تھے(۲۳)ہم یہاں دو نکات کا بطور اختصار ذکر کریں گے :

۱:۔ انصار کے ان مہمات میں شریک نہ ہونے کا سبب

۲:۔ ان مہمات اور غزوات کا مقصد

انصار کا ان مہمات میں شریک نہ ہونے کا سبب

۱۔ عقبہ معاہدے کی روح سے انصار اس شرط کے پابند تھے کہ وہ رسول خداؐ کا دفاع شہر کے حدود کے اندر کریں گے مگر اس کے باہر نہیں ۔

۲۔انصار چونکہ کچھ عرصے قبل ہی مشرف با اسلام ہوئے تھے اور آیندہ جو مشکلات نیز جو دشواریاں آنے والی تھیں ان کا مقابلہ کرنے کے لئے وہ خود کو تیار کر رہے تھے۔اسی لئے ان حقائق کو مد نظر رکھتے ہوئے پیغمبر اکرمؐ نے مصلحت اس امر میں دیکھی کہ ان کی طاقت کو اس موقع پر بروئے کار نہ لایا جائے

۳۔مہاجرین کا انتخاب شاید اس مقصد کے تحت کیا گیا تھا کہ ان میں ایسی رزمیہ و اعلانیہ جنگی مہمات میں شرکت کا جذبہ انصار سے کہیں زیادہ تھا جس کی وجہ یہ

تھی کہ انہوں نے قریش کے ہاتھوں جو تکالیف نیز سختیاں برداشت کی تھیں ان کے باعث وہ ان سے سخت رنجیدہ خاطر تھے اس کے علاوہ ان کے لئے مدینہ میں کوئی مادی فائدہ بھی نہ تھا دوسری طرف وہ یہ بھی چاہتے تھے کہ مدینہ اور اطراف مدینہ کے جغرافیہ کے بارے میں بیشتر اطلاعات کسب کریں.

۴۔رسول اکرمؐ اس تحریک کے ذریعے انصار پر یہ بات واضح کرنا چاہتے تھے کہ آپ اپنے مقاصد کو حاصل کرنے کیلئے قطعی فیصلہ اور مصمم ارادہ کر چکے ہیں .وہ مہاجرین جنہوں نے راہ خدا میں ہر چیز کو ترک قرار دیا تھا اور مکہ کی طرح اس وقت بھی وہ فرمان رسولؐ کی خاطر شرک سے جنگ کرنے میں اپنی جان تک قربان کرنے کیلئے تیار تھے یہ در حقیقت ان لوگوں کیلئے عملی درس تھا جو حال ہی میں مشرف با اسلام ہوئے تھے .

ان جنگوں و غزوات کا مقصد ا۔ ہادی و راہبر کی حیثیت کو مستحکم کرنا اور اسلام کی مرکزی حکومت کو تقویت پہنچانا.

۲۔ مسلمانوں کی جنگی استعداد و طاقت کو بلند و مضبوط کرنا نیز لشکر اسلام کو آئندہ کی مشکلات کیلئے آمادہ کرنا .

۳۔اطراف و جوانب میں بسنے والے قبائل کے ساتھ دفاعی معاہدے خصوصا ان لوگوں سے معاہدہ کرنا جو قریش کے تجارتی قافلوں کے راستے میں آباد تھے .

۴۔ جغرافیائی حالات 'اور شہروں کو متصل کرنے والے راستوں سے واقفیت .اس کے ساتھ ہی اطراف مدینہ میں آباد قبائل کے بارے میں معلومات حاصل کرنا.

۵۔ قریش کو جنگ کی دھمکی دینا اور ان کے ارتباطی اور تجارتی راستوں کو غیر محفوظ بنانا اور دشمن کو مسلمان طاقت و قوت سے خبردار کرنا .

تحویل قبلہ

پیغمبر اکرم ؐ مکہ میں اور ہجرت کے بعد مدینہ میں سترہ ماہ تک بیت المقدس کی جانب رخ کرکے نماز ادا کرتے رہے یہاں تک کہ بروز پیر نصف ماہ رجب سنہ ۲ ھ میں یہ واقعہ پیش آیا کہ جب آپ مسجد بنی سالم بن عوف (۲۶) جو کہ نماز جمعہ ادا کرنے کیلئے پہلی مسجد تعمیر کی گئی تھی نماز ظہر ادا فرما رہے تھے آپ ؐ کو یہ حکم دیا گیا کہ اپنا قبلہ تبدیل کردیں ۔

قبلہ جن وجوہ کی بنا پر تبدیل کیا گیا ان میں سے چند یہ تھیں :

۱۔ ایک طرف تو رسول خداؐ پر یہودی یہ اعتراض کرتے تھے کہ جب تم ہماری مخالفت کرتے ہو تو ہمارے قبلہ کی جانب رخ کرکے نماز کیوں پڑھتے ہو ۔ اس کے ساتھ ہی وہ مسلمانوں سے یہ کہتے کہ :

اگر ہم حق پر نہ ہوتے تو تم ہمارے قبلے کی جانب رخ کرکے نماز کیوں پڑھتے ؟ (۲۵)

دوسری طرف مشرکین یہ طعنہ دیتے کہ : تم جبکہ قبلہ ابراہیم کو ترک کرکے قبلہ یہود کی طرف نماز پڑھتے ہو تو یہ کیسے دعوی کرتے ہو کہ ہم ملت ابراہیم پر قائم ہیں (۲۶).

اس قسم کے اعتراضات اور طعنے رسول خداؐ کو سخت رنجیدہ اور آزردہ خاطر کرتے تھے ۔ چنانچہ یہی وجہ تھی کہ آپؐ راتوں کو بارگاہ خداوندی میں دعا فرماتے اور مقام رب ذوالجلال کی جانب رخ کرکے اپنی آنکھیں آسمان کی جانب لگا دیتے تاکہ خداوند تعالی کی جانب سے اس بارے میں کوئی حکم صادر ہو (۲۷)

قرآن مجید نے رسول خداؐ کی اس ذہنی کیفیت کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے :

"قد نری تقلب وجھک فی السماء فلنولینک قبلۃ ترضیھا "

( اے رسولؐ آپؐ کی توجہ آسمان کی جانب دیکھ رہے ہیں لو ہم اس قبلے کی طرف تمہیں پھیرے دیتے ہیں جسے تم پسند کرتے ہو (۲۸).)

۲۔ خداوند تعالی قبلہ کا رخ تبدیل کرکے مسلمانوں کو آزمانا چاہتا تھا تاکہ یہ معلوم ہو

جائے کہ کون لوگ حکم خدا کے مطیع اور رسول خداؐ کے فرمانبردار ہیں ۔

"وما جعلنا القبلة التی کنت علیها الا لنعلم من یتبع الرسول ممن ینقلب علی عقبیه وان کانت لکبیرة الا علی الذین هدی الله (۲۹)"

(پہلے جس طرف تم رخ کرتے تھے اس کو تو ہم نے صرف یہ دیکھنے کے لئے قبلہ مقرر کیا تھا کہ کون رسول کی پیروی کرتا ہے اور کون الٹا پھر جاتا ہے ۔ یہ معاملہ تھا تو بڑا سخت مگر ان لوگوں کے لئے کچھ بھی سخت نہ ہوا جو اللہ کی جانب سے فیضیاب تھے )

۳۔ بعض روایات (۳۰) اور تاریخ کی کتابوں میں اس کا ایک سبب یہ بھی بتایا گیا ہے کہ رسول خداؐ مکہ میں اس وقت جبکہ آپؐ کا رخ مبارک بیت المقدس کی جانب ہوتا ہرگز کعبہ کی جانب پشت نہیں فرماتے تھے ۔ لیکن ہجرت کے بعد مدینے میں جس وقت آپؐ نماز ادا کرتے تو اس وقت مجبوراً آپؐ کی پشت کعبہ کی جانب ہوتی ۔ رسول خداؐ کے قلب مبارک میں بیت ابراہیمی کے لئے جو احترام تھا اور اس کی جانب پشت کرنے سے آپؐ کو تکلیف ہوتی تھی اسے ملحوظ رکھتے ہوئے خداوند تعالی نے تحویل قبلہ کے ذریعے آپکیؐ رضامندی کا اہتمام کیا ۔

سمت قبلہ تبدیل کئے جانے کے بعد یہودیوں نے دوبارہ اعتراضات کرنا شروع کر دیئے کہ آخر وہ کیا عوامل تھے جن کے باعث مسلمان قبلہ اول سے روگرداں ہو گئے ؟ اس کے ساتھ ہی انہوں نے رسول خداؐ کے سامنے یہ شرط رکھی کہ اگر آپؐ قبلہ یہود کی طرف رخ فرمالیں تو ہم آپکیؐ پیروی و اطاعت کرنے لگیں گے

بعض سادہ لوح مسلمان یہودیوں کی افترپردازیوں کا شکار ہو گئے ۔ چنانچہ یہ دریافت کرنے لگے کہ وہ نماز جو انہوں نے بیت المقدس کی جانب رخ کر کے ادا کی ہیں ان کا کیا ہو گا ؟

قرآن مجید نے ان کے اس سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا ہے

:ماکان لیضیع ایمانکم

اللہ تعالیٰ تمہارے ایمان (یعنی بیت المقدس کی جانب ادا کی جانے والی نماز) ہرگز ضایع نہ کرے گا ۔

**سوالات**

۱۔رسول خداؐ کس تاریخ کو قبا پہنچے ؟آپؐ نے کتنے عرصے اور کس مقصد کے لئے توقف فرمایا اور دوران قیام کیا اقدامات کئے ۔

۲۔جب رسول خداؐ مدینہ میں تشریف لائے تو لوگوں نے آپؐ کا کس طرح استقبال کیا .اور آپؐ نے کس صحابی کے گھر پر قیام فرمایا ؟

۳۔ہجرت کے بعد مدینے میں رسول خداؐ نے کن لوگوں کے درمیان رشتہ اخوت و برادری قائم کیا ؟آپؐ کے اس اقدام کے کیا نتائج بر آمد ہوئے ؟

۴۔ہجرت کے بعد مدینہ میں رسول خداؐ نے سب سے پہلے کیا اقدام کیا ؟اور اس کا کیا فایدہ ہوا ؟

۵۔پیغمبر اکرمؐ نے داخلی امن بحال رکھنے کے لئے کیا اقدامات کئے ؟ان اقدامات میں کیا خوبیاں اور برکات تھیں ؟

۶۔جنگ بدر سے قبل سریوں اور غزوات میں صرف مہاجرین ہی کیوں شریک رہا کرتے تھے ؟

۷۔جنگ بدر سے قبل رسول خداؐ نے سریوں اور غزوات کے ذریعے کن مقاصد کو پیش نظر رکھا ؟

۸۔سمت قبلہ "بیت المقدس "سے کعبہ کی جانب کس تاریخ میں ہوئی .اور تبدیلی کی کیا وجہ تھی ؟

# حوالہ جات

۱۔۔(۱) قبا کسی زمانے میں مدینہ سے دو فرسخ کے فاصلے پر ایک گاؤں تھا اور اس کا شمار قبیلہ "بنی عمرو ابن عوف" کے مرکز میں ہوتا تھا ۔ اب چونکہ مدینہ کافی وسیع ہو چکا ہے اسی لئے یہ اسی شہر میں شامل کر لیا گیا ہے

۲۔۔(۲) السیرۃ النبویہ ج ۲ صفحات ۱۲۷۔۔۱۲۸

۳۔۔(۳) ایضاً صفحہ ۱۳۸

۴۔۔(۴) ایضاً صفحہ ۱۳۹

۵۔۔(۵) اس خطبے کے متن کے لئے "بحار الانوار" کی جلد ۱۹ صفحہ ۱۲۶ اور تاریخ طبری کی جلد ۲ صفحہ ۲۹۴ ملاحظہ فرمائیں

۶۔۔(۶) السیرۃ الحلبیہ ج ۲، صفحات ۵۴، ۵۷ بعض محققین کی رائے میں یہ اشعار اس وقت پڑھے گئے تھے جب آنحضرت (ص) غزوہ تبوک سے واپس تشریف لا رہے تھے (ملاحظہ ہو الصحیح من سیرۃ النبی (ص) ج ۲، صفحہ ۳۱۳)

۷۔۔(۲) "ثنیہ" کے اصل معنی سنگلاخ کوہستانی راستے کے ہیں ثنیۃ الوداع وہ جگہ تھی جہاں تک لوگ اپنے مسافروں کو وداع کرنے آتے تھے ۔ اور یہ رسم زمانہ جاہلیت سے چلی آرہی تھی (ملاحظہ ہو معجم البلدان ج ۲ صفحہ ۸۶)

۸۔۔(۳) السیرۃ النبویہ ج ۲ صفحات ۱۳۹۔۱۴۱۔ بحار الانوار صفحات ۱۰۴۔۔۱۰۹

۹۔۔(۴) السیرۃ الحلبیہ ج ۲ صفحات ۶۶۔۷۱

۱۰۔۔(۱) السیرۃ الحلبیہ ج ۲ صفحات ۶۶۔۷۱

۱۱۔۔(۲) ایضاً ملاظہ ہو۔۔ السیرۃ الحلبیہ ج ۲ صفحات ۶۶۔۷۱

۱۲۔۔(۳) بعض روایات میں آیا ہے کہ ان کی تعداد چار سو افراد پر مشتمل تھی (ملاحظہ ہو۔۔ بحار الانوار ج ۶۷ صفحہ ۱۲۸)

۱۳۔۔(۴) السیرۃ الحلبیہ ج ۲ صفحہ ۸۱۔۷

۱۴۔۔(۵) بحار الانوار ج ۱۹ صفحہ ۱۱۲

۱۵۔۔۔(۱) ملاحظہ ہو السیرۃ الحلبیہ ج ۲، صفحہ ۹۰

۱۶۔۔۔(۲) السیرۃ الحلبیہ ج ۲ صفحہ ۹۰۔ السیرۃ النبویہ ج ۲ صفحہ ۱۵۰

۱۷۔۔۔ السیرۃ الحلبیہ ج ۲ صفحہ ۹۰۔ السیرۃ النبویہ ج ۲ صفحہ ۱۵۰

۱۸۔۔۔(۱) السیرۃ النبویہ ج ۲، صفحات ۱۴۷۔۱۴۹

۱۹۔۔۔(۲) ان مشکلات اور شک و شبہات کے بارے میں مزید اطلاع حاصل کرنے کے لئے ملاحظہ ہو السیرۃ الحلبیہ ج ۱، صفحہ ۳۲۸ کے حاشیے بر السیرۃ النبویہ

۲۰۔۔۔(۳) مثال کے طور پر ایک مرتبہ ان میں سے ایک شخص "اوس" اور "خزرج" قبائل کے اجتماع میں اس جنگ کا ذکر چھڑ دیا جو مذکورہ بالا دونوں قبائل کے درمیان لڑی گئی تھی اور جنگ "بعاث" کے نام سے مشہور تھی۔ اور اس طرح ایک دوسرے کے خلاف ان کے جذبات مشتعل کرنے کی کوشش کی جارہی تھی۔ اگر اس وقت رسول خدا (ص) درمیان میں نہ آگئے ہوتے تو عین ممکن تھا کہ یہ دونوں بھائی آپس میں شمشیروں سے وار کرنے لگتے۔ ملاحظہ ہو۔۔ السیرۃ النبویہ ج ۲ صفحات ۲۰۴، ۲۰۵

۲۱۔۔۔(۴) السیرۃ النبویہ ج ۲ صفحہ ۱۷۵

۲۲۔۔۔(۱) ان غزوات اور فوجی مہمات سے متعلق بیشتر اطلاع کے لئے ملاحظہ ہو السیرۃ النبویہ ج ۲ صفحات ۲۴۱۔۲۵۶

۲۳ الصحیح من سیرۃ النبی (ص) ج ۳ صفحہ ۱۴۵

۲۴۔۔۔(۱) اعلام الوری صفحہ ۸۲

۲۵۔۔۔۲۶۔۔۔(۲۔۳) السیرۃ الحلبیہ ج ۲ صفحہ ۱۲۸

۲۷۔۔۔(۴) بحار الانوار ج ۱۹ صفحہ ۲۰۱

۲۸۔۔۔(۱) سورہ بقرہ آیہ ۱۴۴

۲۹۔۔۔(۲) سورہ بقرہ آیہ ۱۴۳

۳۰۔۔۔(۳) بحار الانوار ج ۱۹ صفحہ ۲۰۰

سبق ۹

# جنگِ بدر

سنہ ۲ ہجری میں جو واقعات رونما ہوئے ان میں سے ایک جنگ بدر کا تقدیر ساز معرکہ تھا اس جنگ کا تعلق ارادہ ایزدی سے تھا.

قرآن مجید کی آیات سے جو بات سمجھ میں آتی ہے وہ یہ ہے کہ پیغمبراکرمؐ کا مدینہ سے قریش کے تجارتی قافلہ کے تعاقب اور نتیجہ میں جنگ کے لئے نکلنا وحی اور آسمانی حکم کے مطابق تھا. جیسا کہ ارشاد ہے .

کما اخرجک ربک من بیتک بالحق

جس طرح تمہارے رب نے تمہیں تمہارے گھر سے حق کے ساتھ برآمد کیا (۱).

لیکن وہ بعض سست عقیدہ لوگ کہ جو اسلامی کو اچھی (اچھی) طرح نہیں سمجھتے تھے انہیں اس جنگ میں رسول خداؐ کے ساتھ روانہ ہونا گوارہ نہ تھا .

وان فریقا من المومنین لکارھون (۷)

اور مومنوں میں ایک گروہ کو یہ گوارہ نہ تھا.

یہ ظاہر بین گروہ اس حقیقت کو جاننے کے باوجود کہ پیغمبراکرمؐ کا یہ اقدام حکم خدا کے عین مطابق ہے آنحضرتؐ کے ساتھ جنگ بدر پر جانے کیلئے جھگڑا کرنے پر لگا ہوا تھا.

یجادلونک فی الحق بعد ما تبین (۳)

یہ لوگ حق کے واضح ہو جانے کے بعد بھی آپؐ سے بحث کرتے ہیں .

قرآن مجید نے اس گروہ کی ذہنی کیفیت کو اس طرح بیان کیا ہے .

کانما یساقون الی الموت وھم ینظرون (۴)

جیسے یہ موت کی طرف ہنکائے جارہے ہیں اور حسرت سے دیکھ رہے ہیں .

بعض مورخین نے لکھا ہے کہ جو لوگ اس مقصد و منشاء کے مخالف تھے ان کی مخالفت میں بدنیتی اور ایمان کی کمزوری شامل نہ تھی بلکہ اس کی وجہ یہ تھی کہ انہیں چونکہ یہ یقین نہیں تھا کہ یہ جنگ وقوع پذیر ہو گی اسی لئے وہ ساتھ چلنے سے انکار کر رہے تھے (۵). مگر اس بارے میں قرآن مجید کا صریح ارشاد ہے کہ :اگرچہ حق ان پر واضح و روشن ہو چکا تھا مگر اس کے باوجود انہیں اسے قبول کرنا گوارہ نہ تھا. ان کی دلیل یہ تھی کہ ہماری تعداد بہت کم ہے اور دشمن بہت زیادہ ہیں ایسی صورت میں ہم اتنے بڑے دشمن کا مقابلہ کرنے کیلئے مدینہ سے باہر کیسے جاسکتے ہیں[۱۱]. شاید ہمارے اس اقدام کو ہماری بے دانشی پر محمول کیا جائے .کیوں کہ ہی یہ بھی تونہیں معلوم کہ یہ کاروان جنگ ہے یا قافلہ تجارت (۷)....؟

دوسری دلیل جو اس حقیقت کو ثابت کرتی ہے کہ مسلمین و کفار کے درمیان یہ جنگ حکم الٰہی کا قطعی و حتمی نتیجہ تھی اور انہیں ایک دوسرے کا مقابلہ کرنے کی ترغیب دلا رہی تھی ،یہ تھی کہ جنگ سے پہلے ہی تک دونوں گروہوں میں سے ہر ایک کو دوسرے کی تعداد کم نظر آرہی تھی .

واذ یر یکمو هم اذا لتقیتم فی اعینهم قلیلا و یقللکم فی اعنیهم[۸]

اس وقت کو یاد کرو جب تم ایک دوسرے کے مقابلے میں آئے انہیں تمہاری نگاہوں میں کم دکھایا اور تمہیں اس کی نگاہوں میں کم دکھایا.

دشمن کی تعداد کو قلیل کر کے دکھانے کی وجہ یہ تھی کہ اگر کچھ مسلمانوں کو دشمن کی تعداد ،طاقت اور جنگی تیاری کا اندازہ ہو جاتا تو اس بات کا امکان تھا کہ وہ جنگ میں سستی سے کام لیتے اور ان کے درمیان باہمی اختلاف پیدا ہو جاتا .

ولوارئکهم کثیرا لفشلتم و لتنازعتم فی الامر

اگر کہیں وہ تمہیں ان کی تعداد زیادہ دکھا دیتا تو ضرور تم لوگ ہمت ہار جاتے اور جنگ کے معاملے میں جھگڑا شروع کر دیتے ۔

اس وقت سیاسی اور فوجی صورت حال ایسی تھی کہ اگر وہ آپس میں ایک دوسرے کی مدد کا وعدہ بھی کرتے تو وہ اس سے روگردانی ہو جاتے ۔

ولو تواعدتم لاختلفتم فی المیعاد (۹)

اگر کہیں پہلے سے تمہارے اور ان کے درمیان مقابلہ کی قرارداد ہو چکی ہوتی تو تم ضرور اس موقع پر پہلو تہی کر جاتے ۔

دوسری طرف اگر دشمن کو مسلمان طاقت و تعداد میں زیادہ نظر آتے تو اس میں کوئی تعجب کی بات نہ تھی کہ کفار مسلمانوں کا مقابلہ کرنے سے گریز کر جاتے اور اس تقدیر ساز جنگ کے لئے آمادہ نہ ہوتے ۔

چنانچہ یہی وجہ تھی کہ خداوند تعالی نے حالات ایسے پیدا کر دیئے کہ اب دونوں گروہوں کیلئے اس کے علاوہ چارہ نہ تھا کہ وہ ایک دوسرے کے مقابل آجائیں اور ایکدوسرے کے ساتھ جنگ کریں تاکہ ارادہ خداوندی حقیقت کی صورت میں جلوہ گر ہو

لیقضی اللہ امرا کان مفعولا (۱۰)

تاکہ جو بات ہونی تھی اسے اللہ ظہور میں لے آئے ۔

اس زمانے میں اسلامی معاشرے کی جو سیاسی و اجتماعی حالت تھی اگر ہم اس کا مطالعہ کریں تو ہم اس نتیجے پر پہنچیں گے کہ اس وقت ایسی فاتحانہ جنگ کی اشد ضرورت تھی ۔ کیونکہ پیغمبر اکرمؐ جو تیرہ (۱۳) سال تک باآواز بلند اپنی امت کی اصلاح و نجات کے لئے دعوت اسلام دیتے رہے اس نے ان کی اس صدائے حق و عدل کو معدودے چند کے علاوہ نہ صرف سننا گوارہ نہ کیا بلکہ ہر قسم کی ایذا و تکلیف پہنچا کر جلا وطنی کے لئے

مجبور کر دیا .اور جو لوگ وہاں رہ گئے تھے وہ بھی سخت ایزا و آزار سے دو چار تھے اور ان پر ایسی سخت پابندیاں لگا رکھی تھیں کہ وہ ہجرت کر کے مدینہ بھی نہیں جاسکتے تھے (۱۱).

رسول خداؐ کو ہجرت کے بعد بھی دشمنوں نے چین کا سانس لینے نہ دیا .ابو جہل نے خط لکھ کر کہ آنحضرتؐ کو یہ دھمکی دی کہ یہ مت سمجھ لینا کہ تم نے ہجرت کر کے قریش کے چنگل سے نجات پا لی ہے .دیکھنا جلد ہی تم پر چاروں طرف سے قریش اور دوسرے دشمنوں کی طرف سے یلغار ہو گی .اور یہ ایسا سخت حملہ ہو گا کہ تمہارے اور تمہارے دین اسلام کا نام صفحہ ہستی سے نیست و نابود ہو جائے گا (۱۲).

رسول خداؐ کو یہ خط جنگ شروع ہونے سے (۲۹)دین پہلے ملا تھا (۱۳).

دوسری طرف انصار مسلمین کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہو رہا تھا .انہیں جب بھی موقع ملتا اور جس وقت بھی وہ مناسب سمجھتے رسول خداؐ کے تحفظ اور آپؐ کے دین کی پاسداری کا اعلان کر دیتے .

مہاجرین نے ان مہمات و غزوات میں شرکت کر کے جو جنگ بدر سے پہلے وقوع پذیر ہو چکے تھے یہ ثابت کر دیا تھا کہ وہ اب بھی حسب سابق اپنے ارادے پر قائم اور ہر قسم کی قربانی کے لئے تیار ہیں .

دوسری طرف منافقین اور یہودیوں کی تحریک اپنا کام مکر رہی تھی .ابتداء میں جب آنحضرتؐ مدینہ تشریف لائے تو انہوں نے آپؐ کا خندہ پیشانی سے استقبال کیا لیکن جب وہ اپنے ناپاک ارادوں میں کامیاب نہ ہو سکے تو مخالفت و سرکشی پر اتر آئے .

رسول خداؐ نے بھی اٹھارہ(۱۸) ماہ سے زیادہ قیام کے دوران جہاں تک ہو سکتا تھا دشمن سے مقابلہ کیلئے فوج تیار کی تھی .

ان تمام پہلوؤں کو مد نظر رکھتے ہوئے کہا جاسکتا ہے کہ اب وہ وقت آن پہنچا تھا کہ جب رسول خداؐ نے وسیع پیمانے پر فتح مندانہ عسکری تحریک شروع فرمائیں .اور

دین اسلام کو گوشہ نشینی اور خفت و شرمساری کی حالت سے نکال کر اسے طاقتور اجتماعی و یلغاری تحریک میں بدل دیں. تاکہ شرک کے دعویدار اچھی طرح سمجھ لیں کہ مکہ میں جو مسلمانوں کی حالت تھی اب وہ بدل چکی ہے .اور اگر اس کے بعد مخالفت و خلل اندازی کی گئی تو وہ ہوں گے اور اسلام کی ایسی شمشیر براں ہو گی جس سے ان کی بیخ و بنیاد تباہ و برباد ہو کر رہ جائے گی .کیونکہ یہ اقدام و ارادہ حق کی جانب سے ہے اور اس میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہو سکتی .

یریدالله ان یحق بکلماته و یقطع دابر الکافرین (۱۴).

خدا اپنے کلمات کے ذریعے حق کو ثابت کر دینا چاہتا ہے اور کافروں کے سلسلے کو قطع کر دینا چاہتا ہے .

## جنگ بدر کی مختصر تاریخ

رسول خدا" اتوار کے روز ۱۲ رمضان سنہ ۶ ہجری کو ۳۱۳ مسلمان افراد کے ہمراہ ( جن میں مہاجرین اور ۲۳۱ انصار شامل تھے (مدینہ سے "بدر "کی جانب روانہ ہوئے .اس وقت آپ" کے پاس صرف دو گھوڑے اور ستر اونٹ تھے .اور مقصد قریش کے اس تجارتی قافلے کا تعاقب کرنا تھا جو ابوسفیان کی سرکردگی میں چلا جارہا رتھا .

"ذفیران "کے مقام پر آپ" کو اطلاع ملی کہ ابوسفیان اپنے قافلے کی حفاظت کی خاطر راستہ بدل کر مکہ چلا گیا ہے .لیکن مسلح سپاہی مکہ سے مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرنے کیلئے "بدر "کی جانب روانہ ہو چکے ہیں .

رسول اکرم" نے اصحاب کے درمیان اس خبر کا اعلان کرنے کے بعد ان سے مشورہ کیا .متفقہ طور پر یہ فیصلہ ہوا کہ اس مختصر سپاہ کے ساتھ ہی دشمن کا مقابلہ کیا جائے .چنانچہ اب یہ قافلہ "بدر "کی جانب روانہ ہوا .

آخر ۱۷ رمضان کو دونوں لشکروں کے سپاہیوں میں بدر کے کنوؤں کے پاس مقابلہ

ہوا .

جنگ کا آغاز دشمن کی طرف سے ہوا. پہلے مشرکین کے تین دلاور "عتبہ" "شیبہ" اور "ولید" نکلے تھے جو کہ "حضرت علی(ع)" "حضرت حمزہ" اور "حضرت عبیدہ" کے ہاتھوں جہنم رسید ہوئے .

عام یورش میں بھی سپاہ اسلام نے پروردگار کی غیبی امداد، پیغمبر اکرمؐ کی دانشمندانہ فرمانداری اور اپنے بارے میں جہاد سے متعلق آیات سن کر پہلے تو دشمن کے ابتدائی حملوں کا دفاع کیا. اس کے بعد اس کی صفوں میں گھس کر ایسی سخت یلغار کی کہ اس کی پوری صفیں درہم برہم ہو کر رہ گئی. اور بہت سی سپاہ بالخصوص فرعون قریش یعنی ابو جہل کو موت کے گھاٹ اتار دیا. دشمن کا لشکر جو نو سو پچاس (۹۵۰) سپاہیوں پر مشتمل اور پورے سازوسامان جنگ سے مسلح و آراستہ تھا. سپاہ اسلام کے مقابلے کی تاب نہ لا سکا. چنانچہ کثیر جانی و مالی (ستر (۷۰) مقتول اور ستر (۷۰) قیدی ) کا نقصان برداشت کرنے کے بعد اس نے راہ فرار اختیار کرنے میں ہی اپنی عافیت سمجھی. اس جنگ میں سپاہ اسلام میں سے صرف ۱۴ نے جام شہادت نوش کیا (۱۵).

یہاں ہم مختصر طور پر ہی لیکن چند مسائل کا ذکر و تجزیہ کریں گے .

۱ ۔مال غنیمت اور قیدیوں کا انجام

۲ ۔فتح و کامیابی کے عوامل

۳ ۔جنگ کا نتیجہ

## الف ۔مال غنیمت اور قیدیوں کا انجام

جنگ بدر میں ایک سو پچاس (۱۵۰) اونٹ، اس (۱۰) اور بعض روایات کے مطابق تیس (۳۰) گھوڑے، بہت سے ہتھیار اور وہ کھالیں جنہیں قریش تجارت کیلئے لے جارہے تھے مسلمانوں کے ہاتھ بطور مال غنیمت آئے (۱۶). مگر اس مال کی تقسیم پر

ان کے درمیان اختلاف ہو گیا جس کا سبب یہ تھا کہ انہیں معلوم تھا کہ مال غنیمت میں ان مجاہدین کا بھی حصہ ہے جنہوں نے جنگ میں شرکت کی تھی یا یہ ان سپاہیوں کا بھی حصہ ہے جو دشمن سے نبرد آزما ہوئے تھے ۔اس مال غنیمت میں آیا سب کا حصہ برابر تھا یا پیدل اور سوار سپاہ کے درمیان کوئی فرق و امتیاز رکھا گیا تھا۔ (۱۷)

یہ معاملہ پیغمبر اکرم ؐ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔اور سورہ "انفال" کی پہلی آیت نازل ہوئی جس نے مسئلہ مال غنیمت کو روشن کر دیا ۔

یسئلونک عن الانفال○ قل الانفال لله والرسول فاتقوالله واصلحوا ذات بینکم واطیعوالله و رسوله ان کنتم مومنین

تم سے انفال کے متعلق پوچھتے ہیں ۔کیونکہ یہ انفال تو اللہ اور اس کے رسول کے ہیں ۔پس تم لوگ اللہ سے ڈرو اور اپنے آپس کے تعلقات میں فرق نہ آنے دو ۔اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اگر تم مومن ہو ۔

اس آیہ شریفہ کی بنیاد پر مال غنیمت خدا اور رسول کا حق ہے ۔لیکن پیغمبر اکرم ؐ نے اس کے تین سو تیرہ (۳۱۳) حصہ کر کے اسے سب کے درمیان تقسیم کر دیا (تقسیم کے اعتبار سے ہر دو سوار سپاہیوں کیلئے دو اضافی حصے مقرر کئے گئے تھے ۔شہداء کا حصہ ان کے پس ماندگان کو دے دیا گیا ۔ایک روایت یہ بھی ملتی ہے کہ وہ لوگ جو رسول اکرم ؐ کے حکم سے مدینہ میں اپنی خدمات انجام دینے کے لئے مقرر کئے گئے تھے اور وہ وہیں مقیم تھے ان کا بھی حصہ مقرر کیا گیا تھا (۱۸)۔

رسول خدا ؐ حکم کے مطابق قیدیوں کو مدینہ لے جایا گیا ۔راستے میں جو منزلیں پڑتی تھیں ان میں سے ایک منزل پر دو آدمیوں کو جن میں سے ایک کا نام "نضر بن حارث "اور دوسرے کا "عقبہ بن ابی معیط "تھا ۔رسول خدا ؐ کے حکم سے قتل کر دیا گیا۔ (۱۹)

مذکورہ اشخاص کے قتل کئے جانے کی وجہ شاید یہ ہو کہ یہ دونوں ہی کفر کے

سرغنہ اور اسلام کے خلاف سازشیں تیار کرنے میں پیش پیش رہا کرتے تھے .انہوں نے رسول خداؐ اور مسلمانوں کو جس بری طرح تکالیف پہنچائی تھیں اس کی ایک طویل دستان ہے .اگر یہ لوگ آزاد ہو کر واپس مکہ پہنچ جاتے تو یہ امکان تھا کہ وہ از سر نو اسلام کی بیخ کنی کیلئے سازشوں میں ملوث ہو جاتے .چنانچہ ان کا قتل کیا جانا اسلام کی مصلحت کی تحت تھا ناکہ انتقام لینے کی غرض سے .

ان تمام قیدیوں جو فدیہ وصول کر کے جو کہ (ہزار سے چار ہزار درہم تک تھا) بتدریج آزاد کر دیا گیا. ان میں جو لوگ نادار تھے مگر لکھنا اور پڑھنا جانتے تھے انہیں آزاد کرنے کی یہ شرط رکھی گئی کہ اگر وہ دس مسلمانوں کو لکھنا اور پڑھنا سکھا دیں گے تو انہیں آزاد کر دیا جائے گا .

ان قیدیوں میں چند اشخاص رسول خداؐ اور حضرت علی (ع) کے رشتہ دار بھی تھے چنانچہ رسول خداؐ کے چچا عباس اپنا اور "عقیل" و "نوفل" نامی اپنے دو بھتیجوں کا فدیہ ادا کر کے آزاد ہوئے .اگرچہ ان لوگوں نے پیغمبر اکرمؐ کے نبی ہونے کی شہادت بھی دے دی تھی .تمام قیدیوں میں یہی افراد تھے جو دین اسلام سے مشرف ہو کر واپس مکہ پہنچے[20].

ب ۔فتح و کامیابی کے اسباب

اس میں شک نہیں کہ جنگ بدر میں کفار کو طاقت اور اسلحہ کے اعتبار سے مسلمانوں پر فوقیت حاصل تھی مگر مسلمانوں کو مختلف عوامل کی بنا پر فتح حاصل ہوئی تھی . اور یہ ایمانی ٫دین و اسلام پر ایمان واعتقاد جیسی نعمت اور مدد خداوندی تھی .

ہم دو اہم عنوانات کے تحت ان عوامل کی وضاحت کریں گے ۔ ا۔معنوی عوامل

۲ ۔مادی اور عسکری عوامل

معنوی عوامل

خداوند تعالی نے قریش کے ایک طائفہ پر (تجارتی قافلے یا اس لشکر پر جو مکہ سے روانہ ہوا تھا) فتح و کامیابی دینے کا وعدہ کے مطابق پیغمبر اکرمؐ نے "ذفران" میں سپاہ اسلام کو پہنچا دیا چنانچہ یہی وعدہ ان کیلئے جنگ میں جرات و حوصلہ مندی کا سبب ہوا .

واذیعدکم اللہ احدی الطائفتین انھالکم (۲۱)...

یاد کرو وہ موقع جب کہ اللہ تم سے وعدہ کر رہا تھا کہ دونوں گروہوں میں سے ایک تمہیں مل جائے گا .

جس روز جنگی کاروائی ہونے والی تھی اسی دن کی شب میں بارش ہوئی جس کے باعث

الف ۔ مسلمانوں کی چونکہ بدر کے کنووں تک رسائی نہیں تھی کہ جس سے غسل کرتے اور خود کو ہر طرح کی نجاست سے پاک کرتے .

ب ۔ چونکہ بارش کثرت سے ہوئی تھی اسی لئے دشمن کی سپاہ کیچڑ اور دلدل میں پھنس گئی اور اسے جنگ کی مشق کرنے کا موقع نہ مل سکا . لیکن جس طرف مسلم سپاہ تھی وہاں کی زمین کنکریلی تھی جو بارش کے پانی سے مزید پختہ ہو گئی .

وینزل علیکم من السماء ماء لیطھرکم بہ و یذھب عنکم رجز الشیطان و لیربط علی قلوبکم و یثبت بہ الاقدام (۲۲)

اور آسمان سے تمہارے اوپر پانی برس رہا تھا تاکہ تمہیں پاک کرے اور تم سے شیطان کی ڈالی ہوئی نجاست دور کرے اور تمہاری ہمت بندھائے اور اس کے ذریعے تمہارے قدم جم جائیں .

۳ ۔ جس روز جنگ ہوئی تھی اس سے پہلی رات میں مسلمانوں کو عالم خواب میں بشارت ملی تھی اور ان کے دلوں کو اطمینان ہو گیا تھا .

۴ ۔ مسلمانوں کی مدد کے لئے تین ہزار فرشتوں کا زمین پر اترنا .

۵۔دونوں لشکر ایک دوسرے کی تعداد کے بارے میں غلط فہمی میں مبتلا تھے اس سے قبل کہ مسلمانوں اور مشرکین کے درمیان جنگ شروع ہو وہ ایک دوسرے کی تعداد کو کم سمجھ رہے تھے۔ لیکن جیسے ہی جنگ شروع ہوئی دشمن کو مسلمانوں کی تعداد دوگنا نظر آنے لگی

قد کان لکم ایۃ فی فئتین التقتافئۃ تقاتل فی سبیل اللہ و اخری کافرۃ یرونھم مثلھم رای العین (۲۳)

تمہارے لئے ان دو گروہوں میں ایک نشان عبرت تھا جو (بدر) میں ایک دوسرے سے نبرد آزما ہوئے تھے۔ ایک گروہ اللہ کی راہ میں لڑ رہا تھا اور دوسرا گروہ کافر تھا۔ دیکھنے والے بچشم خود دیکھ رہے تھے کہ کافر گروہ مومن گروہ سے دوگنا ہے۔

۶۔کفار کے دلوں پر مسلمانوں کا وہ رعب چھا جانا جسے "رعب نصریہ" سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

سالقی فی قلوب الذین کفروا الرعب (۲۴)

میں ابھی ان کافروں کے دلوں میں رعب ڈالے دیتا ہوں۔

۷۔سپاہ کی کثرت اور سامان جنگ کی فراوانی کے باعث لشکر کفار کا غرور و تکبر

واذزین لھم الشیطان اعما لھم و قال لا غالب لکم من الناس و انی جار لکم (۲۵)

اور اس وقت کو یاد کرو جب کہ شیطان نے ان لوگوں کے کرتوت ان کی نگاہوں میں خوش نما بنا کر دیکھائے تھے اور ان سے کہا تھا کہ آج کوئی تم پر غالب نہیں آسکتا اور پھر میں بھی تمہارے ساتھ ہوں۔

جب ہم اس کامیابی اور غیبی مدد کے بارے میں غور کرتے ہیں تو اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ یہ فتح و نصرت خداوند تعالیٰ کی جانب سے تھی۔

فلم تقتلوھم و لکن اللہ قتلھم و ما رمیت اذ رمیت و لکن اللہ

رمی (۲۶).

پس حقیقت یہ ہے کہ تم نے انہیں قتل نہیں کیا بلکہ اللہ نے ان کو قتل کیا اور اے نبی تم نے ان پر ایک مٹھی خاک نہیں پھینکی بلکہ اللہ نے

مادی اور عسکری عوامل

۱۔ پیغمبر اکرمؐ کی دانشمندانہ کمانڈری اور لشکر کی سپہ سالاری نیز آنحضرتؐ کا بذات خود جنگ کی صف اول میں دشمن کے روبرو موجود رہنا .

امیرالمومنین حضرت علی(ع) فرماتے ہیں کہ :جب جنگ و کارزار کے شعلے پوری طرح مشتعل ہو جاتے تو ہم رسول خداؐ کی پناہ تلاش کرتے اور ہم میں سے کوئی شخص دشمن کے اس قدر نزدیک نہ ہوتا جتنے آنحضرتؐ ہوتے (۲۷).

۲۔ امیرالمومنین حضرت علی (ع) کے شجاعتمندانہ اور دلیرانہ کارناموں کا ذکر کرتے ہوئے مورخین نے لکھا ہے کہ :اس جنگ میں بیشتر مشرکین کا خون حضرت علی (ع) کی تیغ سے ہوا (۳۲).جناب علامہ مفید مرحوم نے لکھا ہے کہ حضرت علی (ع) کے ہاتھوں چھتیس (۳۶)مشرک تہ تیغ ہوئے .اگرچہ باقی مقتولین کی تعداد کے بارے میں اختلاف ہے کیونکہ ان کے متعلق کہا جاتا ہے کہ ان کے قتل میں حضرت علی (ع) شریک تھے (۲۸).

چانچہ حضرت علی (ع) کے عظیم حوصلے اور تقدیر ساز کردار کو مد نظر رکھتے ہوئے ہی کفار قریش نے آپ(ع) کو "سرخ موت "کا لقب دیا تھا (۲۹).

سپاہ اسلام کا جزبہ نظم و ضبط ،اپنے فرماندار کے حکم کی اطاعت پذیری ،اور میدان کارزار میں صبر و پایداری کے ڈٹے رہنا .

۴۔ دشمن کی صورت حال کے بارے میں صحیح و دقیق معلومات اور اس کے ساتھ ہی رسول خداؐ کی جانب سے جن جنگی حربوں کو بروئے کار لانے کی ہدایت دی جاتی تھی اس

پر مکمل اطاعت و کار بندی .

## جنگ بدر کے نتائج

زمانہ کے اعتبار سے "غزوہ بدر "کی مدت اگرچہ ایک روز سے زیادہ نہ تھی لیکن سیاسی و اجتماعی اعتبار سے نیز جو نتائج بر آمد ہوئے ان کی بنیاد پر کہا جاسکتا ہے یہ جنگ نہ صرف مسلمانوں کی تاریخی معرکہ آرائی بلکہ حیات اسلام کو ایک نئے رخ کی جانب لے جانے میں معاون و مدد گار ثابت ہوئی .جس کی وجہ تھی کہ یہ جنگ دونوں ہی گروہوں کے لئے تقدیر ساز تھی . مسلمانوں کے واسطے یہ جنگ اس اعتبار سے اہمیت کی حامل تھی کہ وہ جانتے تھے کہ اگر اس جنگ میں وہ کامیاب ہو جاتے ہیں (اور ہوئے بھی )تو عسکری طاقت کا توازن بدل کر مسلمانوں کے حق میں ہو جائے گا .اور اس علاقے میں ان کے بارے میں غور و فکر کیا جانے لگے گا اور رائے عامہ اس کی جانب متوجہ ہو گی .اس کے علاوہ اور بھی مفید نتائج بر آمد ہو سکتے تھے ان کا ذکر ہم ذیل میں کریں گے .اس کے برعکس اگر اس جنگ میں مسلمانوں کو شکست ہو جاتی تو اس کے بعد اسلام کا نام و نشان باقی نہ رہتا .چناچہ رسول خدا ؐ کا جنگ سے پہلے کا وہ ارشاد جو بصورت دعا فرمایا اس حقیقت کی تائید کرتا ہے .

اللّٰھم ان تھلک ھذہ العصابۃ الیوم لا تعبد

(۳۴)پروردگار اگر آج یہ جماعت تباہ ہو گئی تو تیری عبادت کرنے والا کوئی نہ رہے گا (۳۰)

اب ہم اس مسئلے کو کفار کے اعتبار سے دیکھتے ہیں .اگر وہ اس جنگ میں کامیاب ہو جاتے تو رسول اکرم ؐ اور ان کے مسلمانوں کا قصہ بھی پاک ہوجاتا جو ان کے ساتھ رہا کرتے تھے .وہ یہ سمجھتے تھے کہ وہ لوگ قریش کی چنگل سے نکل کر مدینہ میں پناہ گزین ہو گئے ہیں .اس کے علاوہ اہل مدینہ کیلئے یہ درس عبرت ہو تاکہ وہ آیندہ ایسی

جرات نہ کریں کہ دشمنان قریش کو اپنے گھروں میں پناہ دیں .اور اہل مکہ کا ان سے کوئی مقابلہ ہو .

جنگ بدر میں خداوند تعالی کی مرضی سے جو پیشرفت ہوئی اس کے باعث اسلامی معاشرہ نیز مشرک سیاسی 'اجتماعی 'عسکری اور اقتصادی لحاظ سے بہت متاثر ہوئے بطور مثال

۱۔مسلمانوں بالخصوص انصار کے دلوں میں نفسیاتی طور پر مکتب اسلام کی حقانیت کے بارے میں پہلے سے کہیں زیادہ اطمینان و اعتقاد پیدا ہوگیا .اور اسلام کے درخشاں مستقبل کے متعلق ان کی امیدیں اب بہت زیادہ ہو گئیں .کیونکہ میدان جنگ میں طاقت ایمان کے مظاہرے کو انہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا تھا .

دوسری طرف "جزیرۂ العرب "کے لوگوں میں اسلام کو برتر طاقت کی حیثیت سے دیکھا جانے لگا .چنانچہ اب سب ہی لوگ رسول خدا" اور آنحضرت" کے آئین اسلام کی جانب متوجہ ہونے لگے .

۲۔جنگ بدر ایسی طوفان خیز ثابت ہوئی کہ اس نے مخالفین اسلام (مشرکین 'یہود اور منافقین )کی بنیادوں کو لرزا دیا .چنانچہ ان کے دلوں میں ایسا خوف و ہراس پیدا ہوا کہ اب وہ یہ سوچنے پر مجبور ہو گئے کہ اپنی حفظ و بقا کی خاطر اپنے تمام اختلافات کے باوجود یک جا جمع ہوں اور مسلمانوں کو تہ تیغ کرنے کے لئے کوئی راہ تلاش کریں (۳۱).

جنگ بدر کے بعد پورے شہر مکہ میں صف ماتم بچھ گئی .قریش کا کوئی گھر ایسا نہ بچا جہاں کسی عزیز کے مرنے کی وجہ سے رسم سوگواری نہ منائی جارہی ہو .اور جو چند قریش باقی بچے رہے انہوں نے اضطراری حالت کے تحت جلسہ طلب کیا اور وہ اس بات پر غور و فکر کرنے لگے کہ اس ننگ آور شکست کے منفی اثرات کو کیسے دور کریں اور اس کی تلافی کس طرح کی جائے (۳۲).

"ابولہب "کو تو ایسا صدمہ ہوا کہ وہ جنگ بدر کے بعد دس دن کے اندر اندر ہی غم و انداوہ سے گھل گھل کر راہی ملک عدم ہوا

مدینہ میں بھی جس منافق و یہودی نے مسلمانوں کی فتح و کامرانی کے بارے میں سنا اس کا شرم و خجالت سے سر جھک گیا (۲۴).

ان میں سے بعض نے تو یہاں تک کہنا شروع کر دیا کہ :جنگ "بدر "میں اتنے اشراف ' سرداران قوم 'حکمرانان عرب اور اہل حرم مارے گئے ہیں کہ اب اس کے بعد ہمارے لئے بہتر یہی ہے کہ زمین کے سینے پر رہنے کی بجائے اس کی کوکھ میں چلے جائیں (۲۴). اور بعض کی زبان پر یہ بات بار بار آرہی تھی کہ "اب جہاں کہیں پرچم محمدی لہرائے گا فتح و نصرت اس کے دوش بدوش ہو گی (۲۵).

۳۔جنگ بدر سے مسلمانوں کو جو مال غنیمت ملا اس کی وجہ سے مسلمانوں کی اقتصادی حالت بہتر ہو گئی .اور اس کی وجہ سے ان کی ذاتی اور لشکری ضروریات بھی پوری ہو گئیں ہیں .ان کے واسطے جنگ کے راستے زیادہ ہموار اور وسیع و فراخ ہوگئے .اس کے مقابل قریش کی اقتصادی زندگی کو سخت نقصان پہنچا.کیونکہ ایک طرف تو وہ تمام تجارتی راستے جو شمال کی طرف جاتے تھے ان کیلئے مخدوش ہو گئے .دوسری طرف جنگ میں وہ تمام لوگ مارے گئے جو فن تجارت کے ماہر سمجھے جاتے تھے اور مکہ کی اقتصادی زندگی کا انحصار انہی کے ہاتھوں میں تھا .

سوالات

۱۔جنگ بدر میں مشیت الٰہی کس طرح شامل تھی؟

۲۔کیا جنگ بدر میں کسی شخص نے محاذ پر جانے سے روگردانی کی؟

۳۔رسول خداؐ نے کس تاریخ کو کتنے مسلمانوں کے ساتھ اور کیسے حالات کے تحت مدینہ سے بدر کی جانب روانگی کا ارادہ کیا؟

۴۔جنگ بدر میں دشمن کے کیا جانی و مالی نقصانات ہوئے؟

۵۔آیہ شریفہ (:یسئلونک عن الانفال قل الانفال للہ و الرسول ...) کی شان نزول کے بارے میں مختصر طور پر لکھیں ئے .

۶۔جنگ بدر کے قیدیوں کا کیا انجام ہوا؟

۷۔جنگ بدر میں مسلمانوں کی کامیابی کے کیا اسباب تھے؟ان میں سے دو معنوی اور دو مادی عوامل کا ذکر کیجئے .

۸۔غزوہ بدر کے نتائج مختصر طور پر بیان کیجئے .

# حوالہ جات


۱۔ سورہ انفال آیت ۵/

۲۔ مجمع البیان ج ۴-۳ ص ۵۲۱

۳ و ۴۔ سورۂ انفال/ ۶

۵۔ ملاحظہ ہو "المغازی" واقدی، ج ۱، ص ۲۱، ص ۸۵، وشرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ج ۴

۶۔ مجمع البیان ج ۴-۳ ص ۵۲۰

۷۔ " " " " "

۸۔ سورہ انفال آیت ۴۴

۹۔ سورۂ انفال آیت ۴۲

۱۰۔ سورہ " " ۴۲

۱۱۔ " " " ۴۴

۱۲۔ السیرۃ النبویہ ج ۲، ص ۱۴۴

۱۳۔ بحار الانوار ج ۱۹، ص ۲۶۵ - ص ۲۶۷

۱۴۔ سورۂ انفال آیت ۷/

۱۵۔ تاریخ پیامبر (ص)، تالیف آیتی مرحوم ص ۲۵۳ - ص ۲۹۱

۱۶۔ المغازی، واقدی ج ۱ ص ۱۰۲، ص ۱۰۳

۱۷۔ المیزان ج ۹، ص ۹

۱۸۔ المغازی ج ۱، ص ۱۰۰ - ص ۱۰۱

۱۹۔ " " ص ۱۰۶ ص ۱۱۴، السیرۃ النبویہ ج ۲، ص ۲۹۸

۲۰۔ الصحیح من سیرۃ النبی (ص) ج ۳ ص ۲۴۳ - ص ۲۵۷

۲۱۔ سورہ انفال/ ۷

۲۲ - سورۂ انفال / ۷

۲۳ - " " / ۱۳

۲۴ - " " / ۱۱

۲۵ - " " / ۴۸

۲۶ - " " / ۱۷

۲۷ - کنا اذا احمر البأس اتقینا برسول اللہ ص، فلم یکن احد منا اقرب الی العدو منہ

۲۸ - ارشاد مفید ص ۴۰

۲۹ - مناقب ابن شہر آشوب ج ۲، ص ۶۹

۳۰ - السیرۃ النبویہ ج ۲ / ص ۲۷۹

۳۱ - ان کی اس کوشش کے بارے میں آئندہ ذکر کیا جائے گا۔

۳۲ - ملاحظہ ہو: السیرۃ النبویہ ج ۲، ص ۳۰۲۔

۳۳ و ۳۴ و ۳۵ - المغازی، واقدی، ج ۱، ص ۱۳۱

سبق ۱۱

# جنگِ احد

## غزوہ بنی قینقاع

جو یہودی مدینہ میں آباد تھے ان کی خیانت و نیرنگی کم و بیش جنگ بدر سے قبل مسلمانوں پر عیاں ہو چکی تھی۔ جب مسلمانوں کو جنگ بدر میں غیر متوقع طور پر مشرکین پر فتح و کامرانی نصیب ہوئی تو وہ سخت مضطرب و پریشان ہوئے اور ان کے خلاف ریشہ دوانیوں میں لگ گئے۔ قبیلہ بنی قینقاع اندرون مدینہ آباد تھا اور اس شہر کی معیشت اسی کے ہاتھوں میں تھی۔ اور یہی وہ قبیلہ تھا جس کی سازش و شرارت مسلمانوں پر سب سے پہلے عیاں ہوئی تھی۔

پیغمبر اکرمؐ نے ابتداء میں انہیں نصیحت کی اور اس بات پر زور دیا کہ آنحضرتؐ کے ساتھ انہوں نے جو عہد و پیمان کیا ہے اس پر قائم رہیں۔ اس کے ساتھ ہی مشرکین قریش پر جو گزر گئی تھی اس سے بھی آپؐ نے انہیں آگاہ کیا۔ لیکن جب آپؐ نے دیکھا کہ وہ لوگ خود سری و بے حیائی پر اتر آئے ہیں اور قانون کی پاسداری نیز مذہبی جذبات کی پاکیزگی کا احترام کرنے کی بجائے الٹا اس کا مذاق اڑا رہے ہیں اور مسلمانوں کی عزت و ناموس پر مسلسل اہانت آمیز وار کر رہے ہیں تو آپؐ نے نصف ماہ شوال (۲ سن ہجری) میں ان کے قلعے کا محاصرہ کر لیا تاکہ اس قضیے کا فیصلہ ہو جائے گا۔

یہودی تعداد میں تقریباً سات سو سپاہی تھے جن میں سے تین سو زرہ پوش تھے پندرہ دن تک مقابلہ کرنے کے بعد انہوں نے اپنی شکست تسلیم کر لی۔ رسول خداؐ نے انہی کی تجویز پر ان کا مال و اسلحہ ضبط کر لیا اور انہیں مدینے سے باہر نکال دیا (۱)۔

"بنی قینقاع" کے شرپسندوں کو جب اسلحہ سے محروم اور شہر بدر کر دیا گیا تو مدینہ میں دوبارہ امن و اتحاد اور سیاسی پایداری کا ماحول بحال ہو گیا۔ اس کے ساتھ ہی

اسلامی حکومت کے مرکز یعنی مدینہ میں رسول خدا کی سیاسی حیثیت و رہبرانہ طاقت پہلے سے کہیں زیادہ مستحکم ہوگئی. اس کے علاوہ قریش کے ان حملوں کے مقابل جو وہ انتقام جوئی کی غرض سے کیا کرتے تھے مسلمانوں کا دفاعی میدان کافی محکم و مضبوط ہو گیا. اور یہی بات قریش کے اس خط سے جو انہوں نے جنگ بدر کے بعد مدینہ کے یہودیوں کو لکھا تھا عیاں ہوتی ہے کہ جب مسلمانوں سے آیندہ انتقام جوئی کی غرض سے جنگ کی جائے تو ان اسلام دشمن عناصر سے جو خود مسلمانوں میں موجود ہیں جاسوسی اور تباہ کاری کا کام لیا جائے.

سازشوں کو ناکام کرنا

رسول خدا نے صرف مدینہ میں خیانت کار اور عہد شکن کا ہی قلع قمع نہیں کیا تھا بلکہ ان قبایل پر بھی کڑی نظر رکھے ہوئے تھے جو مدینے کے اطراف میں آباد اور اسلام دشمن تحریکوں نیز سازشوں میں شریک تھے. چنانچہ جب بھی حملے کی ضرورت پیش آتی تو آپ کی تلوار بجلی کی مانند کوندتی ہوئی ان جھتوں پر گرتی. اور ان کی سازشوں کو ناکام بنا دیتی "بنی غطفان" اور "بنی سلیم" دو ایسے طاقتور قبیلے تھے جو قریش کے تجارتی راستے پر آباد تھے اور ان کا قریش کے ساتھ سازشی عہدو پیمان بھی تھا. ان کے ساتھ جو جنگ ہوئی وہ "غزوہ بنی سلیم" کے نام سے مشہور ہے. قبایل "ثعلبہ" اور "محارب" کے ساتھ جو جنگ لڑی گئی وہ غزوہ "ذی امر" کہلائی. قریش نے جنگ بدر کے بعد چونکہ اپنا تجارتی راستہ بدل دیا تھا اور بحراحمر کے ساحل کی بجائے وہ عراق کے راستے سے تجارت کیلئے جانے لگے تھے ان پر جو لشکر کشی کی گئی وہ سریہ "قروہ کے عنوان سے مشہور ہوئی

سے سلسلے سی التعین کا ہو قریہ سر روا ) مرای ذہ وغز روا سلیم بنی ہو غز( ں جنگوں نو دو ن ا.

ہے.

مسلم سپاہ کی ہوشمندی اور ہر وقت پیش قدمی کے باعث نو عمر اسلامی حکومت

اپنی جاسوسی ،ہوشیاری اور لشکر کشی کی استعداد و اہلیت کی وجہ سے مدینہ کے گرد و نواح میں غالب آگئی .اور اب وہ سیاسی عسکری طاقت کے عنوان سے منظر عام پر نمودار ہونے لگی .

مسلمانوں کی تجارتی راستوں پر مستقل موجودگی کے باعث قریش کی اقتصادی و سیاسی طاقت سلب ہوگئی اور ان کے جتنے بھی تجارتی راستے تھے وہ مسلمانوں کے تحت تصرف آگئے .

اس عسکری مخابراتی کیفیت کی حفاظت و توسیع اس کے ساتھ ہی سپاہ اسلام کا فطری و جبلی جذبہ شجاعت و دلیری اور رسول خداؐ کا دانشورانہ دستور عمل ایسے عناصر تھے جن پر اس وقت بھی عمل کیا جاتا تھا جبکہ دین اسلام طاقت کے اعتبار سے اپنے عروج کو پہنچ چکا تھا. تحفظ و توسیع کا اس قدر پاس رکھا جاتا کہ ان مہینوں میں بھی جنہیں ماہ حرام قرار دیا گیا تھا اس مقصد سے غفلت نہیں برتی جاتی تھی۔

## رسول خداؐ کی دختر نیک اختر کی شادی خانہ آبادی

جنگ بدر کے بعد جو اہم واقعات رونما ہوئے ان میں دین مبین اسلام کی نامور خاتون حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کا حضرت علی(ع) کے ساتھ رشتہ ازدواج قابل ذکر واقعہ ہے (۲).

دور جاہلیت کی ایک ناپسندیدہ رسم یہ بھی تھی کہ عرب بالخصوص شرفاء اپنی بیٹیوں کے رشتے صرف ایسے آدمیوں سے کرتے تھے جنہیں دولتمندی ،اقتدار پسندی اور جاہ و مرتب کے باعث شہرت و نام آوری حاصل ہو .

اس رسم کی بنیاد پر بعض شرفاء زادگان اور مقتدر صحابہ رسولؐ نے آنحضرتؐ کی خدمت میں حضرت فاطمہ (ع) کے ساتھ اپنی شادی کا پیغام بھیجا. اس مقصد کے لئے انہوں نے گرانقدر مہر ادا کرنے کی بھی پیشکش کی (۳). لیکن وہ لوگ اس بات سے بے خبر

تھے کہ اسلام کی نظر میں ان کی جاہ و دولت ' اشراف زادگی اور قبائلی ناموری کی کوئی قدر و منزلت نہیں ہے ۔

اس کے علاوہ حضرت فاطمہ (ع) آپ ؐ کی وہ دختر نیک اختر ہیں جن کی عظمت و منزلت آیہ "مباہلہ"(۴) کی رو سے بہت بلند ہے

فمن حاجک فیہ من بعد ما جاء ک من العلم فقل تعالوا ندع ابناء نا و ابناء کم ونساء نا و نساء کم وانفسنا وانفسکم ○ ثم نبتھل فنجعل لعنت اللہ علی الکاذبین

علم آجانے کے بعد اب جو کوئی اس معاملے میں تم سے حجت کرے تو اے نبی. اس سے کہو کہ آو ہم اور تم خود بھی آجائیں اور اپنے اپنے بال بچوں کو بھی لے آئیں اور خدا سے دعا کریں کہ جو جھوٹا ہو اس پر خدا کی لعنت ہو (۵)

اور آیہ "تطہیر"(۶) کے مطابق آپ(ع) کو معصوم اور گناہ سے مبرا قرار دیا گیا ہے ۔

انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل بیت و یطھر کم تطھیراً

اللہ تو یہ چاہتا ہے کہ تم اہل بیت نبی سے رجس کو دور رکھے اور تمہیں پوری طرح پاک رکھے ۔

ایسی صورت میں آپ(ع) کا شریک حیات ایسے ہی شخص کو بنایا جاسکتا ہے جو فضیلت ' تقوا ' ایمان ' اخلاص ' زھد اور عبادت میں آپ(ع) کا ہم پلہ ہو ۔

چنانچہ جب بھی آپ(ع) کا رشتہ آتا تو رسول اکرم ؐ فرماتے

"انما امرھا الی ربّھا"

یعنی حضرت فاطمہ (ع) کی شادی کا مسئلہ خداوند تعالی سے متعلق ہے (۷)

چنانچہ جب حضرت علی (ع) آنحضرت ؐ کی خدمت میں تشریف لائے اور حضرت زہرا(ع) کے لئے اپنا پیغام دیا تو آپ ؐ نے اپنی جانب سے اظہار رضامندی کر دی مگر اس

شرط کے ساتھ کہ حضرت فاطمہ(ع) بھی اس رشتے کو قبول فرمالیں .جب آنحضرتؐ نے اس بات کاذکر اپنی دختر نیک اختر سے فرمایا تو آپ(ع)نے سکوت کیا.اس بناپر رسول خداؐ نے اس سکوت کو رضامندی کی علامت سمجھا اور فرمایا

اللہ اکبر سکوتھا اقرارھا (۸)

اللہ سب سے بڑا ہے یہ سکوت ہی اقرار ہے .

اس کے بعد آپؐ نے حضرت علی(ع) کی جانب رخ کیا اور فرمایا کہ :تمہارے پاس کیا اثاثہ ہے جس کی بنا پر میں اپنی لڑکی کو تمہاری زوجیت میں دے دوں .یہ سن کر حضرت علی(ع) نے فرمایا

یا رسول اللہؐ میرے ماں ،باپ آپؐ پر قربان .میرے پاس ایسی کوئی چیز نہیں جو آپؐ سے پنھاں اور پوشیدہ ہو.میرا کل اثاثہ ایک تلوار ،ایک زرہ اور بکتر اور ایک شتر آب کش ہے .

حضرت علی(ع) کو حکم دیا گیا کہ آپ(ع) اپنی زرہ بکتر فروخت کر دیں .اور اس سے جو رقم حاصل ہو اسے رسول خداؐ کے حوالے کر دیں .

زرہ بکتر فروخت کرنے سے جو رقم حاصل ہوئی اس میں سے کچھ رسول خداؐ نے بعض صحابہ کو دی اور کہا کہ اس سے وہ ضروریات زندگی کا سامان خرید لائیں .باقی رقم کو آپؐ نے بطور امانت حضرت "ام سلمہ" کے پاس رکھ دیا. (۹)

## حضرت فاطمہ زہرا(ع) کا مہر

مورخین نے لکھا ہے کہ حضرت علی(ع) نے شادی کیلئے جو رقم رسول خداؐ کو ادا کی وہ کسی طرح بھی پانچ سو درہم سے زیادہ نہ تھی اور یہی حضرت زہرا(ع) کا مہر تھا. چنانچہ اسی رقم سے جہیز اور دلہن کا لباس و سامان آرائش خریدا گیا .نیز اسی رقم سے

دعوت ولیمہ کا اہتمام کیا گیا۔ (۱۰)

رقم کی یہ مقدار در حقیقت "مہر سنت" ہے۔ اور تمام مسلمانوں کے لئے عمدہ مثال۔ بالخصوص ان والدین کیلئے جو مہر کی کثیر رقم کا مطالبہ کر کے نوجوانوں کی شادی میں رکاوٹ پیدا کرتے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی یہ ان کے لئے اچھا سبق بھی ہے جو یہ سمجھتے ہیں کہ عورت کی حیثیت کا انحصار مہر کی کثیر رقم اور بھاری جہیز سے وابستہ ہے۔

رسول خداؐ نے اس اقدام کے ذریعے عام لوگوں کو انسانیت کی اعلیٰ اقدار اور عورت کے معنوی و روحانی مرتبے کی جانب متوجہ کیا ہے۔ چنانچہ جب قریش نے یہ اعتراض کیا کہ فاطمہ (ع) کو بہت معمولی مہر کی رقم پر علی(ع) کی زوجیت میں دے دیا تو آپؐ نے فرمایا کہ: یہ اقدام حکم خدا کے ایماء پر کیا گیا ہے۔ یہ کام میں نے انجام نہیں دیا بلکہ خداوند تعالیٰ کے حکم سے انجام پایا ہے (۱۱)۔

احمد ابن یوسفی دمشقی نے لکھا ہے کہ جب حضرت زہرا(ع) کو معلوم ہوا کہ مہر کی رقم کتنی معین کی گئی ہے تو آپ(ع) نے اپنے والد محترم آنحضرتؐ کی خدمت میں عرض کیا کہ "عام لڑکیوں کی شادی اس وقت طے ہوتی ہے جب مہر کی رقم کے درھم مقرر کر لئے جاتے ہیں۔ اگر میں بھی ایسا ہی کروں تو میرے اور ان کے درمیان کیا فرق باقی رہ جائے گا۔ اسی لئے میری آپؐ سے یہ درخواست ہے کہ مہر کی رقم علی(ع) کو ہی واپس کر دیجئے اور اس کے عوض خداوند تعالیٰ کی بارگاہ میں یہ شفاعت کیجئے کہ میرے مہر کی رقم کے صدقے میں بروز قیامت آپؐ کی امت کے گناہگار بندوں کو جوار رحمت میں جگہ دے۔

## شادی کی رسومات

جب ایک ماہ سے زیادہ عرصہ گزر گیا تو حضرت علی(ع) نے فیصلہ کیا کہ اپنی زوجہ مطہرہ (ع) کو وداع کر کے گھر لے آئیں۔ اس مقصد کے تحت آپ(ع) نے دعوت ولیمہ

کا اہتمام کیا اور اس میں شرکت کی دعوت عام دی(۱۲).جب شادی کی رسومات ختم ہو گئیں تو آنحضرت ؐنے اپنی دختر نیک اختر کی سواری کے لئے خچر کا بندوبست کیا اور مسلمانوں سے کہا کہ وہ دلہن کے آگے آگے چلیں اور خود ؐسواری کے پیچھے چلنے لگے اور اس طرح بنی ہاشم کے مردوں ،عورتوں اور ازواج مطہرات نے زہرا کی سواری کے ساتھ ہمراہی کی .

حضرت علی(ع) کے گھر پہنچ کر پیغمبر اکرم ؐنے اپنی پیاری لڑکی کا ہاتھ پکڑ کر حضرت علی(ع) کے ہاتھ میں دیدیا .اس کے کے ساتھ ہی آپ ؐنے حضرت(ع) کے اوصاف حمیدہ حضرت فاطمہ (ع) سے بیان فرمائے .اور اسی طرح آپ ؐنے حضرت فاطمہ (ع)کی خوشعاری حضرت علی(ع) سے بیان فرمائی .اور اس کے بعد آپ ؐنے دونوں کیلئے دعائے خیر فرمائی (۱۳).

## غزوہ احد

ہجرت کے تیسرے سال کے دوران جو واقعات رونما ہوئے ان میں "غزوہ احد[۱۱۴]" قابل ذکر ہے .یہ جنگ ماہ شوال میں وقوع پذیر ہوئی جو خاص اہمیت و عظمت کی حامل ہے .

ہم یہاں اس جنگ کا اجمالی طور پر جائزہ لیں گے اور اس سے پیدا ہونے والے مسائل کا تجزیہ کریں گے .

### غزوہ احد کی اجمالی تاریخ

جنگ بدر میں ننگ آور شکست کھانے کے بعد قریش نے اندازہ لگالیا کہ رسول خدا ؐکے ساتھ ان کی جو جنگ و پیکار چلی آرہی ہے اس نے نیا رخ اختیار کرلیا ہے اور یہ ایک نئے مرحلے میں داخل ہو گئی ہے .چنانچہ دوسرے مرحلے پر جب انہوں نے نو عمر اسلامی حکومت کے خلاف جنگ کا ارادہ کیا تو اس کے لئے انہوں نے وسیع پیمانے پر

تیاری کی تاکہ اس طریقے سے اولا ان مقتولین کا مسلمانوں سے بدلہ لے سکیں جو جنگ بدر میں مارے گئے تھے اور دوسرے یہ کہ چونکہ مسلمانوں نے مکہ اور شام کے درمیان واقع جس تجارتی شاھرہ کی ناکہ بندی کردی تھی اسے ان کے چنگل سے آزاد کرا کے اپنی اقتصادی مشکلات کا حل نکالیں .اور اس کے ساتھ ہی اپنی حکمیت و بالادستی کو بحال کر لیں جو زمانے کے انقلاب کے تحت ان کے ہاتھوں سے نکل چکی تھی اور اس کی ساکھ کو اپنے لوگوں نیز اطراف و جوانب کے قبائل پر قائم کر سکیں .

جن محرکات کا اوپر ذکر کیا گیا ہے ان کے علاوہ "کعب الاشرف" جیسے یہودیوں کی تگ و دو بھی اس جنگ کے شعلوں کو ہوا دینے میں موثر و کامیاب ثابت ہوئی .

سرداران مشرکین "دارالندوہ "میں جمع ہوئے جہاں انہوں نے متفقہ طور پر یہ طے کیا کہ لشکر کس طریقے سے روانہ کیا جائے اور مخارج جنگ اسلحہ کی فراہمی کا کیا بندوبست کیا جائے .بالآخر بہت زیادہ کوشش کے بعد تین ہزار سپاہیوں پر مشتمل ایسا لشکر تیار ہو گیا جس میں (۷۰۰)سات ہو زرہ پوش اور باقی پیدل سپاہی شامل تھے .اس مقصد کے لئے انہوں نے (۲۰۰)دو سو گھوڑے اور (۳۰۰)تین سو اونٹ بھی جمع کر لئے .سپاہ میں جوش و ولولہ پیدا کرنے کیلئے ۱۵ عورتیں بھی ساتھ ہو گئیں .چنانچہ اس ساز و سامان کے ساتھ یہ لشکر مدینے کی جانب روانہ ہوا (۱۵).

رسول خدا ؐ کے چچا حضرت عباس نے جو مکہ میں قیام پذیر تھے آنحضرت ؐ کو قریش کی سازش سے مطلع کر دیا .دشمن کی طاقت و حیثیت کا اندازہ لگانے اور اس سے متعلق مزید اطلاعات حاصل کرنے کے بعد آنحضرت ؐ نے اہل نظر مہاجرین اور انصار کو جمع کیا اور انہیں پوری کیفیت سمجھا کر اس مسئلے پر غور کیا کہ دشمن کا مقابلہ کس طرح کیا جائے .اس سے متعلق دو نظریے زیر بحث آئے :

الف ۔شہر میں محصور رہ کر عورتوں اور بچوں کی مدد حاصل کی جائے اور فصیل شہر کو

دفاع کے مقصد کیلئے استعمال کیا جائے .

ب ۔شہر سے باہر نکل کر کھلے میدان میں دشمن کا مقابلہ کیا جائے .

معمر اور منافق لوگ پہلے نظریے سے متفق تھے لیکن جوانوں کی تعداد چونکہ بہت زیادہ تھی اسی لئے وہ دوسرے نظریے کے حامی تھے .اور اس پر ان کا سخت اصرار تھا.

رسول خداؐ نے جانبین کے نظریات اور طرفین کے استدلال سننے کے بعد دوسرے نظریے کو پسند فرمایا اور یہ فیصلہ دیا کہ دشمن کا مقابلہ شہر سے باہر نکل کر کیا جائے ۶ شوال کو آپؐ نے نماز جمعہ کی امامت فرمائی .فریضہ نماز ادا کرنے کے بعد آپؐ نے اصحاب کو صبر و شکیبائی اور استقامت و پایداری کی تلقین فرمائی .لشکر (۱۰۰۰) ہزار افراد پر مشتمل تھا جس میں صرف (۱۰۰)سو سپاہی زرہ پوش تھے (۱۶). آپؐ نے فوج کا علم حضرت علی(ع) کو دیااور جہاد کی خاطر مدینے سے باہر تشریف لے گئے .

جب لشکر اسلام "شواط" (۱۷)کی حدود میں پہنچا تو منافقین کا سردار "عبداللہ بن ابی "اپنے (۳۰۰)تین سو ساتھیوں کے ساتھ یہ بہانہ بنا کر علیحدہ ہو گیا کہ رسول خداؐ نے جوانوں کے اس نظریے کو اس کے مشورے پر ترجیح دی ہے اور اپنے ساتھیوں کے ہمراہ واپس مدینہ آگیا (۱۸).اس منافق کی روگردانی کے پس پشت دراصل یہ محرک کار فرما تھا کہ جنگ جیسے حساس و نازک موقعے پر پیغمبر خداؐ کی ہمراہی کو ترک کے آپؐ کی قیادت کو کمزور کردے تاکہ سپاہ اسلام کی صفوں میں تزلزل و اختلاف پیدا ہو جائے .

اسی تفرقہ انگیز حرکت کے بعد قبیلہ "خزرج "کے دو طائفوں میں سے "بنی سلیمہ"کے دوطائفے اور قبیلہ "اوس" کے طائفہ بنی حارث کے لوگ بھی اپنی ثابت قدمی میں متزلزل ہونے لگے اور واپس چلا جانا چاہتے ہی تھے کہ خدا کی مدد اور دوسرے مسلمانوں کی ثابت قدمی نے ان کے ارادے کو مضبوط کر دیا .اور اس طرح منافقین کی بزدلانہ سازش ناکام ہو گئی .چنانچہ قرآن مجید نے بھی سورہ آل عمران میں اس مسئلے کی

جانب اشارہ کیا ہے (۱۹)

اذھمت طائفتین منکم ان تفشلا واللہ ولیھما و علی اللہ فلیتوکل المومنین

یاد کرو جب تم دو گروہ بزدلی پر آمادہ ہو گئے تھے 'حالانکہ اللہ ان کی مدد پر موجود تھا .اور مومنوں کو اللہ ہی پر بروسہ رکھنا چاہئے .

ہفتہ کے دن ۷ شوال کو احد کے دامن میں دونوں لشکر ایک دوسرے کے مقابل آگئے .

اگرچہ کوہ احد لشکر اسلام کی پشت پر تھا مگر اس کے باوجود رسول خدا" نے " عبداللہ بن جبیر" کے زیر فرمان پچاس کمانداروں کو درہ " عینین "کے دہانے پر اس مقصد کے تحت مقرر کر دیا تھا کہ دشمن کو درے کے راستے سے میدان کارزار میں نہ آنے دیں .

جنگ کا آغاز دشمن کے سپاہی "ابو عامر" کی تیر اندازی سے ہوا اسی کے بعد جنگ کی نوبت آئی .اس مرحلے میں مشرکین نو جانباز اور پرچمدار چند دیگر افراد کے ساتھ میدان کارزار میں اترے اور سب کے سب حضرت علی(ع) کے ہاتھوں ہلاک ہوئے

دوسرے مرحلے پر دشمن کا پورا ریلا مسلم سپاہ پر حملہ آور ہوا جس پر قریش نے اپنی پوری طاقت صرف کر دی .اس مرتبہ عورتیں اشعار نیز نغمہ و سرود کے ذریعے مردوں کو مسلمانوں سے بدلہ لینے کیلئے ترغیب دلا رہی تھیں تاکہ اس ننگیں داغ کو جو جنگ بدر میں ان کے دامن پر لگا تھا مٹا سکیں .لیکن مجاہدین اسلام کی بہادرانہ استقامت و پایداری اور دشمنوں کی صفوں پر ہر جانب سے حملہ آوری بالخصوص امیرالمومنین حضرت علی(ع) حضرت حمزہ "اور "حضرت ابو دجانہ کی سر شکن پے در پے ضربوں کے باعث مشرکین کی سپاہ میں مقابلے کی تاب نہ رہی اور اس نے اپنی عافیت فراری میں ہی سمجھی .

جب مشرکین فرار کرنے لگے تو مسلمانوں کے بہت بڑے گروہ نے یہ سمجھا کہ جنگ ختم ہو گئی ہے .چنانچہ وہ مال غنیمت جمع کرنے میں مشغول ہو گئے .اگرچہ رسول اکرم ؐ کی سخت تاکید تھی کہ جن سپاہیوں کو درہ عینین کی پہرہ داری پر مقرر لیا ہے وہ اپنی ذمہ داری سے ہرگز غافل نہ ہوں .مگر آنحضرت ؐ کی تاکید اور فرمانداروں کی سخت کوشش کے باوجود (۱۰)دس افراد کے علاوہ وہ تمام سپاہی جو اس درہ کی نگرانی پر مامور تھے اپنی پہرہ داری کو چھوڑ کر مال غنیمت جمع کرنے میں مشغول ہو گئے .

خالد بن ولید دشمن کی سوار فوج کا فرماندار تھا .فن حرب کی رو سے درہ عینین کی کیا اہمیت ہے اس نخوبی واقف تھا .اس نے کتنی ہی مرتبہ یہ کوشش کی تھی کہ سپاہ اسلام کے گرد چکر لگائے لیکن مسلمان تیر اندازوں نے اسے ہر مرتب پسپا کر دیا .اس نے جب مسلمانوں کو مال غنیمت جمع کرتے دیکھا تو سرعت کے ساتھ کوہ احد کا چکر لگایا اور ان باقی سپاہیوں کو قتل کر دیا جو وہاں موجود تھے .جب درے کی پاسبانی کیلئے کوئی سپاہی نہ رہا تو وہ وہاں سے اتر کر نیچے آیا اور ان سپاہیوں پر جو مال غنیمت سمٹنے میں لگے ہوئے تھے اچانک حملہ کر دیا .

عورتوں نے جب خالد بن ولید کے سپاہیوں کو حملہ کرتے دیکھا تو انہوں نے بھی اپنے بال بکھیر دیئے اور گریبان چاک کر ڈالے .وہ چیخ چیخ کر مشرکین کو اشتعال دلا رہی تھیں اور کوشش کر رہی تھیں کہ جو لوگ فرار کر گئے ہیں وہ واپس آجائیں .

دشمن کے ان دو اقدام کے باعث اس کی طاقت دو بارہ منظم ہو گئی چنانچہ اس نے مسلمانوں پر سامنے اور پشت سے حملہ کر دیا .اگرچہ مسلمانوں نے اپنا دفاع کرنا بھی چاہا مگر چونکہ وہ پراگندہ تھے اسی لئے ان کی کوشش کار گر نہ ہوئی .

اسی اثنا میں میدان جنگ سے یہ صدا بلند ہوئی کہ :ان محمداً قد قتل[۲۰] محمدؐ قتل کر دیئے گئے ہیں .جب یہ افواہ ہر طرف گشت کر گئی تو لشکر اسلام ان تین دستوں میں تقسیم ہو گیا :

۱ ۔ایک دستہ میدان جنگ سے ایسا گیا کہ واپس نہ آیا .اور جب تین دن بعد اس کے افراد رسول خداؐ کی خدمت میں پہنچے تو آنحضرتؐ نے ان کی سرزنش کرتے ہوئے فرمایا تم نے گویا تنگی سے نکل کر کشادہ راہ اختیار کی تھی (۲۱)

۲ ۔دوسرے دستے میں وہ لوگ شامل تھے جو فرار کر کے گرد و نواح کے پہاڑوں میں چھپ گئے تھے .اور یہ انتظار کر رہے تھے کہ دیکھئے کیا پیش آتا ہے .ان میں سے بعض حواس باختہ ہو کر یہ کہنے لگے کہ اے کاش ہم میں سے کوئی ہوتا جو عبداللہ ابن ابی" کے پاس چلا جاتا اور وہ ابوسفیان سے ہماری امان کے لئے سفارش کرتا (۲۲)

"انس ابن نضرؓ کو راہ میں کچھ ایسے لوگ مل گئے جو فرار کر چکے تھے .انہوں نے گھبرا کر ان سے دریافت کیا کہ تم یہاں بیٹھے کیا کر رہے ہو ؟انہوں نے جواب دیا کہ : رسول خداؐ کو قتل کر دیا گیا ہے .اس پر انس نے جواب دیا کہ :جب رسول خداؐ اس دنیا میں نہیں رہے تو یہ زندگی کس کام کی .اٹھو !اور جہاں رسول خداؐ کا خون گرا ہے تم بھی اپنا لہو وہاں بہا دو (۲۳).

اس گروہ نے جو اکثریت پر مشتمل تھا نہ صرف انس کی بات کا مثبت میں جواب دیا بلکہ اسے رسول اکرمؐ کا یہ قول بھی یاد آگیا کہ :اے لوگو !فرار کر کے کہاں جا رہے ہو .خدا کا وعدہ ہے کہ فتح و نصرت ہمیں حاصل ہوگی .لیکن انہوں نے رسول خداؐ کی ایک نہ سنی اور فرار کرتے ہی چلے گئے (۲۴).

سورہ آل عمران کی آیت ۱۵۳ میں بھی اس امر کی جانب اشارہ ہے اذ تصعدون ولا تلوون علی احد و الرسول یدعوکم فی اخرکم

(یاد کرو جب تم بھاگے چلے جارہے تھے. کسی کی طرف پلٹ کر دیکھنے تک کا ہوش تمہیں نہ تھا. اور تمہارے پیچھے رسول ہم تم کو پکار رہا تھا.)

۴۔ تیسرے گروہ میں وہ لوگ شامل تھے جنہوں نے ایسے حساس و نازک موقعے پر بے نظیر ایثار و قربانی کی مثال پیش کی. اگرچہ دشمن نے رسول خدا کو ہر طرف سے نرغے میں لے رکھا تھا مگر وہ رسول خدا کے گرد پروانہ وار چکر لگا رہے تھے. اور آپ کی ذات گرامی کا ہر طرح تحفظ و دفاع کر رہے تھے.

امیرالمومنین حضرت علی(ع) نمایاں طور پر انحضرت کا دفاع کر رہے تھے اور سب سے پیش پیش تھے. ایسے تاریخی شواہد و قرائن بھی موجوذ ہیں جو اس امر پر دلالت کرتے ہیں کہ حضرت علی(ع) کے علاوہ سب ہی لوگ فرار کر چکے تھے. اور چند لوگ رہ گئے تھے وہ فرار کر کے اپنی جان بچانا کی فکر میں تھے (۲۵). لیکن امیرالمومنین حضرت علی(ع) بے حد زخمی ہو جانے کے باوجود رسول خدا کا تحفظ و دفاع کر رہے تھے. انہوں نے اس راہ میں ایسی استقامت و پایداری دکھائی کہ ان کی تلوار تک میدان جنگ میں ٹوٹ گئی. اس موقعے پر رسول خدا نے اپنی وہ تلوار جس کا نام "ذوالفقار" تھا حضرت علی(ع) کو عنایت فرمائی. اور آپ(ع) نے اسی تلوار سے نبرد آزمائی جاری رکھی. (۲۶)

یہ جذبہ ایثار و قربانی اس قدر قابل قدر تھا کہ خداوند تعالی نے اس کی مبارک باد رسول خدا کو دی. چنانچہ رسول خدا نے اس فرمان کے ذریعے کہ "علی مجھ سے ہیں اور میں علی سے ہوں" اس جزبہ ایثار و قربانی کو قدر کی نگاہ سے دیکھا اور اس کا اظہار فرمایا.

چنانچہ جب ہاتف غیبی سے یہ صدا آئی کہ: "لا سیف الا ذوالفقار ولا فتی الا علی" تو سب لوگ بالخصوص فرار کرنے والے اور اپنی ہی فکر میں غرق لوگ اس بے نظیر جراءت مندانہ اقدام کی جانب متوجہ ہوئے (۲۷).

جان نثاران اسلام کے سرداران حضرت "حمزہ بن عبدالمطلب "دوسرے شخص تھے جو رسول خداؐ کا تحفظ و دفاع کر رہے تھے .اور اسی حالت میں وہ "جبیر بن مطعم" کے وحشی غلام کے ہاتھوں شہید ہوئے (۲۸).

"ابودجانہ "اور "ام عمارہ "عرف" شیبہ "بھی ان حساس و نازک لمحات میں رسول خداؐ کے دوش بدوش رہے (۲۹).

سپاہ کی دوبارہ جمع آوری :

رسول خداؐ کے بدن مبارک پر اگرچہ کاری زخم لگ چکے تھے اور آنحضرتؐ دشمن کے نرغے میں گھرے ہوئے تھے مگر اس کے باوجود آپؐ نے نہ صرف میدان کار زار سے باہر قدم نکالا بلکہ مسلسل باآواز بلند الیّ عباد اللہ الیّ عباد اللہ کہہ کر لوگوں کو میدان جنگ میں آنے کی دعوت دیتے رہے .بالاخر آپؐ اپنے مقصد میں کامیاب ہوئے اور اپنی عسکری طاقت کو دوبارہ منظم کر کے مرکز اور محاذ کی صف اول میں لے آئے .(۳۰)ان سپاہیوں نے بھی تعداد کی کمی کے باوجود جنگ میں ایسے نمایاں کارنامے انجام دیئے کہ کفار کے دلوں میں اس کا رعب و دبدبہ پیدا ہو گیا.اور انہیں یہ خوف لاحق ہونے لگا کہ کہیں جنگ کا پانسہ نہ پلٹ جائے اور جو فتح انہیں حاصل ہوئی ہے وہ شکست میں نہ بدل جائے چنانچہ اس خیال کے پیش نظر ابو سفیان نے اپنے لشکر کو پسپا ہونے کا حکم دیا.اور جنگ بند کرنے کا اعلان کر دیا (۳۱).

اس طرح جنگ احد کا خاتمہ ہوا جس میں لشکر اسلام کے (۷۰)ستر سپاہی شہید ہوئے اور مشرکین کے (۲۲)بائیس یا(۲۳) تئیس سپاہی مارے گئے (۳۲).

## سوالات

۱ "بنی قینقاع "کون لوگ تھے۔ انہوں نے رسول خدا ؐ سے کیوں عہد شکنی کی ؟اور رسول خدا ؐ ان کے ساتھ کس طرح پیش آئے ؟

۲۔حضرت علی(ع) کی حضرت زہرا(س) کے ساتھ شادی کب اور کس طرح ہوئی ؟

۳۔حضرت علی(ع)اور حضرت زہرا(س) کی شادی سے ہمیں کیا سبق ملتا ہے ؟

۴۔جنگ احد کے موقعے پر قریش نے جو مدینہ پر لشکر کشی کی اس کے کیا عوامل و محرکات تھے ؟

۵۔جنگ احد کے موقعے پر دونوں لشکروں کی جو استعداد و صلاحیت ظاہر ہوئی اس کا جایزہ لیجئے ؟

۶۔جنگ احد میں پہلی مرتبہ میدان جنگ کس لشکر کے ہاتھ میں رہا۔اس جنگ میں بہترین کردار کس شخص کا رہا؟

۷۔جنگ احد میں دشمن شکست کھا کر کس طرح بھاگا اور واپس آکر اس نے سپاہ اسلام پر کس طرح حملہ کیا؟

۸۔جب مسلمان شکست سے دو چار ہوئے تو وہ منتشر ہونے کے بعد کتنے گروہوں میں تقسیم ہو گئے تھے ؟

۹۔جو لوگ جنگ احد میں رسول خدا ؐ کے ساتھ رہ گئے تھے اور آنحضرت ؐ کا تحفظ و دفاع کر رہے تھے ان کا نام بتایئے ؟

۱۰۔جب مسلمان سپاہ شکست سے دو چار ہوئی اور فرار کر کے پہاڑوں میں چلی گئی تو وہ دوبارہ کس طرح منظم ہوئی ؟

# حوالہ جات

۱۔ ملاحظہ ہو :المغازی ج ۱ صفحہ ۱۷۶ ۱۷۸۔

۲مرحوم شیخ طوسی نے بعض روایات کی بنا پر لکھا ہے کہ یہ شادی ماہ شوال میں ہوئی

۳۔ ملاحظہ ہو :بحارالانوار ج ۴۳ صفحہ ۱۰۸ .

۴۔ ملاحظہ ہو بحارالانوار ج ۴۳ صفحہ ۱۰۸ .

۵۔ سورہ آل عمران آیۃ ۶۱ .رسول خدا ؐ نے احقاق حق کیلئے علمائے نجران سے مباہلہ کرنے کیلئے تیار ہوگئے تاکہ ایک دوسرے اللہ کی پھٹکار ڈالیں .اس وقت علی(ع) 'فاطمہ(س) 'اور آپ ؐ کے دونوں فرزند حسن (ع) اور حسین (ع) آپ ؐ کے ہمراہ تھے .

۶۔ سورہ احزاب آیت ۳۳ .

۷۔ بحارالانوار ج ۴۳ صفحہ ۱۲۵۔

۸۔ بحارالانوار ج ۴۳ صفحہ ۱۱۱ ۱۱۲۔

۹۔ ملاحظہ ہو:بحارالانوار ج ۴۷، صفحہ ۱۳۰۔

۱۰۔ ایضا، صفحہ ۴۳۲ ۱۱ - ایضاً ۱۰۷

۱۲۔ بعض روایات میں ہے کہ اس دعوت ولیمہ میں سات سو عورتوں اور مردوں نے شرکت کی اور بعض میں ہے کہ چار ہزار سے زیادہ افراد حضرت علی(ع) کے مہمان اور اس ولیمہ میں مدعو تھے .ملاحظہ ہو :بحار الانوار ج ۴۳ صفحات ۱۳۲ '۹۶۔

۱۳۔ ملاحظہ ہو :بحار الانوار ج ۴۳ صفحہ ۱۱۵ ۱۱۶۔

۱۴احد ایک پہاڑ ہے جو مدینہ سے تقریبا، ۶ کلو میٹر فاصلے پر واقع ہے ۱۴۔ ۱۴۔ المغازی ج ۱ صفحات ۱۹۹ ۲۰۳ والسیرۃالحلبیہ ج ۲ صفحہ ۲۱۷۔ ۱۵- المغازی ج ۱ ص ۱۹۹ - ۲۰۳

۱۵۔ المغازی ج ۱ صفحات ۲۰۳ ۲۱۴۔

۱۷۔ مدینہ اور احد کے درمیان باغ تھا جو "شواط" کے نام سے مشہور تھا .

۱۸۔ السیرہ الحلبیہ ج۲ صفحہ ۲۲۱.

۱۹۔ سورہ آل عمران آیت ۱۲۳.

۲۰۔ یہ صدا کس شخص نے بلند کی تھی اس کے بارے میں اختلاف ہے. بعض نے لکھا ہے کہ وہ شیطان تھا جو جب نے س اتھا" قیمہ بن للہ اعبد" شخص وہ کہ ہے ل قو کا کثرا. تھا یا آ کال بد بھینس کا "قہ اسر بن ل حصا" حضرت "مصعب بن عمیر" کو شہید کر دیا تو اس نے یہ سمجھا کہ پیغمبراکرمؐ کو شہادت سے ہمکنار کیا ہے (ملاحظہ ہو: السیرہ الحلبیہ ج ۲ صفحہ ۲۲۶، السیرہ النبویہ ج ۳ صفحہ ۷۷ ).

۲۱۔ مورخین نے لکھا ہے کہ اس دستے میں عثمان بن عفان، ولید بن عقبہ، خارجہ بن زید اور رفاعہ بن معلی شامل تھے .

۲۲۔ ملاحظہ ہو: السیرہ الحلبیہ ج ۲ صفحہ ۲۲۷ و تاریخ طبری ج ۲ صفحہ ۵۲۰ .

۲۳۔ تاریخ طبری ج ۲ صفحہ ۵۱۷ و السیرہ النبویہ ج ۳ صفحہ ۸۸.

۲۴۔ بحارالانوار ج ۲ صفحہ ۹۲.

۲۵۔ ان شواہد و قرائن سے مزید واقفیت کیلئے ملاحظہ ہو: کتاب الصحیح من سیرہ النبیؐ ج ۴ صفحات ۲۳۶ ۲۴۱.

۲۶ بحارالانوار ج ۲۰ صفحات ۵۴ -۷۱.

۲۷۔ تاریخ طبری ج ۲ صفحہ ۵۱۴ و شرح ابن ابی الحدید ج ۱۳ صفحہ ۲۵۰.

۲۸۔ السیرہ النبویہ ج ۳ صفحہ ۱۲۹.

۲۹۔ ایضاً صفحات ۸۶ ۸۷.

۳۰ ملاحظہ ہو: تاریخ طبری ج ۲ صفحات ۵۱۹ ۵۲۰.

۳۱ الصحیح من سیرہ النبیؐ ج ۴ صفحہ ۲۷۶.

۳۲۔ ابن ابی الحدید نے لکھا ہے کہ ان میں سے بارہ افراد حضرت علی(ع) کے ہاتھوں قتل ہوئے (شرح نہج البلاغہ ج ۱۵ صفحہ ۵۴).

سبق ۱۱

# جنگ احد سے جنگ احزاب تک

## جنگ احد میں مسلمانوں کی شکست کے اسباب

پہلے مرحلے پر مسلمانوں کی فتح اور دوسرے مرحلے پر اس کا شکست میں بدل جانے بعض اسباب کے بارے میں قرآن مجید نے بھی اشارہ کیا ہے یہاں ہم مسلمانوں کے شکست کے اہم ترین عوامل کا ذکر کریں گے جس کے باعث ان عوامل کی بھی وضاحت ہو جائے گی جن کی وجہ سے مسلمانوں کو پہلے مرحلے میں فتح نصیب ہوئی تھی۔

۱۔ سپاہ کے ایک گروہ میں عسکری نظم و ضبط کا فقدان اور رسول خداؐ کے اس حکم سے روگردانی جس کے بارے میں آپؐ نے تاکید سے حکم فرمایا تھا اور درہ عینین کے تحفظ و دفاع کے لئے سخت ہدایت کی تھی "ولقد صدقکم اللہ وعدہ اذ تحسونھم باذنہ حتی اذا فشلتم و تنازعتم فی الامر و عصیتم من بعد ما اریکم ما تحبون[۱]"

اللہ نے (تائید نصرت کا) جو وعدہ تم سے کیا تھا وہ تو اس نے پورا کردیا۔ ابتدا میں اس کے حکم سے تم ہی ان کو قتل کررہے تھے مگر جب تم نے کمزوری دکھائی اور اپنے کام میں باہم اختلاف کیا اور جونہی کہ وہ چیز اللہ نے تمہیں دکھائی جس کی محبت میں تم گرفتار تھے (یعنی مال غنیمت) تم اپنے سردار کے حکم کی خلاف ورزی کر بیٹھے)۔

۲۔ ایمان کی کمزوری اور دنیا کی محبت: سپاھیوں کے دلوں میں رسول خداؐ کی طرف سے بدگمانی[۲] پیدا ہوگئی اور انہوں نے یہ کہنا شروع کردیا تھا کہ ہمیں اندیشہ ہے کہ رسول خداؐ ہمیں مال غنیمت میں شریک نہ کریں اسی لئے وہ پناہ گاہوں کو خالی چھوڑ کر مال غنیمت سمیٹنے میں لگ گئے اور اسی بنا پر انہوں نے مال غنیمت کو حکم رسول خداؐ اور دشمن سے نبرد آزمائی پر فوقیت دی:

.....منکم من یرید الدنیا و منکم من یرید الاخرۃ (۳)

دوسرے مرحلے پر بہت بڑی تعداد میں سپاہ کا فرار کر جانا اور رسول خداؐ کو تنہا چھوڑ دینا اور اس قسم کی باتیں کرنا کہ اے کاش ہم عبداللہ ابن ابی کے پاس چلے گئے ہوتے تاکہ وہ ہمارے لئے ابوسفیان سے ہماری جان کیامان مانگتا....ان کے یہ خیالات اس حقیقت کے آئینہ دار تھے کہ ان کے عقیدے میں کمزوری و سستی تھی اور دنیا کی وہ محبت میں مبتلا تھے .

۳۔غزوہ بدر میں مسلمانوں کو جو فتح و نصرت حاصل ہوئی تھی اس کے بارے میں انہوں نے جو مطلب اخذ کیا وہ درست نہ تھا .انہیں یہ گمان ہو گیا تھا کہ چونکہ دین و آئین حق پر مبنی ہے اس لئے انہیں کبھی دشمن کے ہاتھوں شکست نہ ہو گی .اور وہ اسلحہ و جنگی وسائل سے خواہ کتنی ہی غفلت برتیں خداوند تعالی بہر صورت غیبی مدد کے ذریعے مشرکین کے مقابل ان کا دفاع کرے گا (۴)۔

دوسری طرف وہ یہ سمجھتے تھے کہ ایمان کا اظہار ہی کامیابی و سعادت حاصل کرنے کیلئے کافی ہے .اور اس گمان میں مبتلا ہو گئے تھے کہ جہاد اور راہ خدا میں استقامت و پایداری کے بغیر وہ جنت میں داخل ہو جائیں گے .(۵)در حالیکہ قرآن کا ان کے اس غلط گمان کے بارے میں صریح ارشاد ہے کہ:

ام حسبتم ان تدخلوا الجنة ولما یعلم الله الذین جاهدوا منکم و یعلم الصابرین .

(کیا تم نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ یونہی جنت میں چلے جاؤ گے .حالانکہ ابھی اس نے یہ تو دیکھا ہی نہیں کہ تم میں کون وہ لوگ ہیں جو اس کی راہ میں جانیں لڑانے والے اور اس کی خاطر صبر کرنے والے ہیں ).

چنانچہ وہ اپنے اس گمان اور خیال خام کے باعث ہی دشمن کے معمولی دباو کی وجہ

سے میدان کارزار سے فرار کر گئے اور انتہائی مایوسی کی حالت میں ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ:ھل لنا من الامر (۶)."

کیا اس کام کے چلانے میں ہمارا بھی کوئی حصہ ہے .اور کیا اس دل آزار حالت کے باوجود ہمیں نصرت و فتح حاصل ہو گی ؟

۴ ۔جب قریش نے یہ افواہ پھیلائی کہ رسول خداؐ کو قتل کر دیا گیا ہے (۷)تو اس کے باعث ایک طرف تو دشمن کی جرء ات و گستاخی برھ گئی اور دوسری طرف مسلمانوں کے دلوں پر رعب طاری ہو گیا کیونکہ انہیں یہ گمان ہونے لگا کہ اسلام محض ذات رسول ؐ کی وجہ سے قائم ہے .اور اس گمان نے ہی ان کے دلوں میں سے جنگ جاری رکھنے کی خواہش و ولولے اور اسلام پر قائم رہنے کے عزم و ارادے کو سلب کر لیا .اور نوبت یہاں تک ان پہنچی تھی کہ انہوں نے ایک دوسرے سے یہ کہنا شروع کر دیا تھا کہ :محمدؐ کو قتل کر دیا گیاہے .اس سے پہلے کہ قریش تم پر یورش کریں تم خود ہی ان کی طرف بڑھ جاو اور ان کے ساتھ تعاون کا اعلان کر دو (۸).

## تعمیرپذیر شکست

اس میں شک نہیں کہ مسلمان کو جنگ احد میں شکست فاش ہوئی اور اس کے باعث(۷۰) ستر افراد شہادت سے ہمکنار ہوئے .مگر اس کے باوجود یہی جنگ بعض اعتبار سے درس آموز اور تعمیر بھی ثابت ہوئی .قرآن مجید نے اس کا کلی طور پر جس طرح جایزہ لیا ہے اور اس شکست سے متعلق رسول خداؐ نے جو موقف اختیار کیا اسے مد نظر رکھتے ہوئے یہ کہاجاسکتاہے کہ یہ جنگ در حقیقت تعمیری تھی .کیونکہ اس کے ذریعے مسلمانوں کی توجہ ان غلطیوں کی جانب مبذول کرائی گئی جو ان سے سرزد ہوئی تھیں .اور ان کی کمزوریوں کو ان پر عیاں کیا گیا .اس کے ساتھ ہی انہیں یہ درس بھی دیا گیا کہ وہ خود کو کس طرح منظم کریں اور جو تلخ تجربات انہیں حاصل ہوئے ہیں انہیں مد نظر رکھتے

ہوئے وہ اپنے حوصلے بلند کریں اور اس شکست کی تلافی کے لئے خود میں ضروری طاقت و اعتماد پیدا کریں تاکہ آیندہ جب بھی دشمن سے مقابلہ ہو تو انہیں نصرت و کامیابی نصیب ہو۔

یہاں ہم آیات قرآنی کی روشنی میں ان بعض پہلوؤں کا جائزہ لیں گے جو تعمیری اور درس آموز ثابت ہوئے۔

الف - اس جنگ میں مسلمانوں کو جو شکست ہوئی - اگر قرآن مجید کی روشنی میں دیکھا جائے تو اس میں خداوند تعالیٰ کی مرضی شامل تھی: ما اصابکم یوم التقی الجمعان فباذن اللہ[۹]

(جو نقصان لڑائی کے دن تمہیں پہنچا وہ اللہ کے اذن سے تھا)

اور وہی مرضی و مشیت الٰہی ہے جو نظام ہستی میں "قانون علیّت" کے نام سے جاری و ساری ہے اور اس کی بنیاد پر ہر وجود کی مخصوص علّت ہے۔ لیکن اس شکست کا ذمہ دار مسلمانوں کو قرار دیا ہے۔ اور ان کی اس بات کے جواب میں کہ: یہ بلا کہاں سے آکر ہماری جان کو لگ گئی"۔ صریحاً فرمایا کہ: ھو من عند انفسکم[۱۰] (یہ مصیبت تمہاری اپنی لائی ہوئی ہے) یعنی اس شکست کا سرچشمہ تمہاری اپنی ہی ذات ہے اور اس کے عامل کی تلاش تم اپنے ہی اندر کرو۔

پیغمبر خدا (ص) کے حکم کی خلاف ورزی، پہرہ داری کے فرض سے غفلت جنگ ختم ہو جانے سے قبل مال غنیمت جمع کرنے میں دلچسپی و سرگرمی، میدان کارزار سے گریز اور جہاد سے روگردانی ایسے افعال ہیں جو تم سے ہی سرزد ہوئے ہیں۔ اور یہ قانون الٰہی ہے کہ جو بھی سپاہی میدان جنگ میں سستی دکھائے گا اور اپنے باخبر و ہمدرد فرماندار کے حکم سے چشم پوشی کریگا اور دشمن کے بارے میں سوچنے کی بجائے اسکی نظر مال غنیمت پر رہے گی تو ناچار اس کی سزا شکست ہوگی۔

ب ۔ قرآن مجید نے اس امر کی صراحت کرنے کے بعد کہ اس حادثے کے وقوع پذیر ہونے کا اصل عامل مسلمانوں کی سستی تھی ۔ انہیں یہ بھی بتا دیا ہے کہ یہ شکست وقتی ہے ۔ اس کے ساتھ ہی اس کتاب مقدس نے یہ بھی تنبیہہ کی ہے کہ وہ اس شکست کے باعث ست و رنجیدہ خاطر اور کامران فتح سے مایوس و ناامید نہ ہوں ۔ "ولا تھنوا ولا تحزنوا"[۱۱] (دل شکستہ نہ ہو غم نہ کرو) اس کے بعد اس نے یہ ہدایت بھی کی کہ جب سستی اور پریشان دلی سے نکل آوگے تو "انتم الاعلون ان کنتم مومنین ۔ "تم ہی غالب رہو گے اگر تم مومن ہو" اس آیت نے اس بات کی وضاحت کرنے کے علاوہ کہ ایمان ہی وہ عامل ہے جسے ہر چیز پر برتری حاصل ہے "اس حقیقت کو بھی ان کے گوش گزار کر دیا ہے کہ شکست کا اصل سبب ان میں روح ایمانی کا ضعف تھا ۔

دوسری جگہ ارشاد ہے کہ

ان یمسسکم قرح فقد مس القوم قرح مثلہ و تلک الایام نداولھا بین الناس [۱۲]

(اس وقت اگر تمہیں چوٹ لگی ہے تو اس سے پہلے ایسی ہی چوٹ تمہارے مخالف فریق کو بھی لگ چکی ہے یہ تو زمانے کے نشیب و فراز ہیں جنہیں ہم لوگوں کے درمیان گردش دیتے رہتے ہیں ) ۔

دوسری جگہ اسی بات کو اس پیرائے میں بیان فرمایا ہے کہ

اولما اصابتکم مصیبۃ اصبتم مثلیھا قلتم انی ھذا قل ھو من عند انفسکم ان اللہ علی کل شی قدیر [۱۳] ۔

(جب تم پر مصیبت آپڑی تو تم کہنے لگے کہ یہ کہاں سے آئی ؟ حالانکہ (جنگ بدر) میں اس سے دوگنی مصیبت تمہارے ہاتھوں (فریق مخالف پر) پڑ چکی ہے ۔ اے نبی ان سے کہہ دیجئے کہ یہ مصیبت تمہاری اپنی لائی ہوئی ہے ۔ اللہ ہر چیز پر قادر ہے ۔ )

اس آیت میں خداوند تعالیٰ نے مسلمانوں کی دلداری کرتے ہوئے فرمایا ہے. کہ تم نے جنگ احد میں دشمن کے (۷۰) ستر آدمی قتل کئے اور (۷۰) آدمیوں کو ہی قیدی بھی بنایا اور یہ تعداد ان سے دوگنا ہے جو جنگ احد میں تمہاری طرف سے کام آئے. اس آیت کے ضمن میں خداوند تعالیٰ نے اس امر کی جانب بھی توجہ دلائی کہ اس قادر مطلق کو ہر چیز پر قدرت و توانائی حاصل ہے. اور اگر تم اپنی کوتاہیوں کی تلافی کر لو تو جنگ بدر کی طرح عنایت الٰہی تمہارے شامل حال رہے گی.

ج - قرآن مجید نے اس شکست کے جو مثبت پہلو بیان کئے ہیں انہیں ذیل میں درج کیا جاتا ہے.

۱- جنگ بدر کے ختم ہونے اور سپاہ میں سے چند لوگوں کی شہادت کے بعد بعض مسلمان یہ آرزو کرتے رہتے کہ وہ بھی شہادت سے سرخرو ہوں اور باہمی گفتگو میں ان کی زبان پر بھی ذکر آجاتا کہ کاش یہ فخر ہمیں نصیب ہوتا. مگر انہی میں چند لوگ دروغگو اور ظاہر پرست بھی تھے. چنانچہ جب جنگ احد کا سانحہ پیش آیا تو وہ لوگ جو حقیقی معنوں میں مومن اور شہادت کے عاشق و تمنائی تھے وہ تو جی جان سے دشمن کے ساتھ نبرد آزما ہوئے مگر انہی میں جو لوگ افتراپرداز و ظاہر دار تھے انہوں نے جیسے ہی اپنے لئے خطرہ محسوس کیا میدان کازار سے فرار کر گئے. اور ان کا اصلی چہرہ ہمیشہ کیلئے بے نقاب ہو گیا. جیسا کہ قرآن مجید نے ارشاد فرمایا ہے کہ: ولقد کنتم تمنون الموت من قبل ان تلقوا فقد را یتموا وانتم تنظرون(۱۴).

(تم تو راہ خدا میں شہید ہونے سے قبل موت کی تمنائیں کر رہے تھے !لو اب وہ تمہارے سامنے آگئی اور تم نے اسے آنکھ سے دیکھ لیا ).

۲- احد کا سانحہ ایسا حقیقت نما آئینہ تھا جس نے ہر مسلمان کے اصلی چہرے کو آشکارا' ان کے درجات ایمان کو روشن اور رسول خداؐ سے کس حد تک تعلق خاطر تھا اسے

ظاہر و عیاں کر دیا. اس موقعے پر حقیقی مومن و منافقین کی پوری شناخت ہو گئی. اور دونوں کی صفیں ایک دوسرے سے بالکل علیحدہ نظر آنے لگیں.... لیعلم المومنین و یعلم الذین نافقوا(۱۵) تاکہ مومنوں کو بھی پہچان لیا جائے اور منافقوں کو بھی پہچان لیا جائے.

اس موقعے پر مومنوں کو اپنی غلطیوں اور کوتاہیوں کا اندازہ ہو گیا. اور وہ اپنی اصلاح کیلئے کوشش کرنے لگے. اور جنگ احد (ان) آتش ثابت ہوئی جس کی تپش نے کثافتیں اور آلودگیاں دور کر کے انہیں عیوب سے پاک و صاف کر دیا."..... ولیمحص الذین امنوا(۱۶) اور وہ اس آزمائش کے ذریعے مومنوں کو الگ چھانٹ کر کافروں سے الگ کر دینا چاہتا تھا).

اس کے ساتھ ہی حضرت علی(ع)، حضرت حمزہ، حضرت ابو دجانہ، حضرت حنظلہ، حضرت ام عمارہ وغیرہ جیسے صحابہ رسولؐ کے چہرے درخشاں و نمایاں ہو گئے. ان حضرات نے اپنے کردار سے ثابت کر دیا کہ ان کے دلوں میں دین اسلام اور رسول خداؐ کے علاوہ کسی چیز کا خیال و اندیشہ تک نہیں. اس کے برعکس وہ چہرے بھی سامنے آگئے جن کو قرآن مجید نے ان الفاظ میں یاد کیا ہے: اھمتم انفسھم (۱۷) "ان کی ساری اہمیت اپنی ذات ہی کیلئے تھی) انہیں بس اپنی ہی جان کی فکر تھی اور دین اسلام و پیغمبر خداؐ سے کوئی سروکار نہ تھا.

آخر وہ بات جس کا استخراج قرآن مجید سے ہوتا ہے یہ ہے کہ: اس قسم کے واقعات کا ہر قوم و ملت کی زندگی میں رونما ہونا لازمی امر ہے تاکہ ہر شخص کے دل میں جو کچھ ہے وہ ظاہر و آشکارا ہو جائے اور ان کی صفیں ایک دوسرے سے علیحدہ ہو جائیں. اس کے علاوہ جب افراد اس طرح کے حادثات سے دو چار ہوں گے تو ان حوادث کے ذریعے ان کی تربیت ہوگی. اس کے ساتھ ہی ان کے قلب پاک اور صفیں

خالص ہو جائیں گی .

....لیبتلی اللہ ما فی صدورکم و لیمحص ما فی قلوبکم (۱۸) اور جو کھوٹ تمہارے دلوں میں ہے اسے چھانٹ دے ).

## طاقت کا اظہار

جنگ احد میں مسلمانوں کی غیر متوقع شکست نے مدینہ کے منافقوں اور یہودیوں کو بہت گستاخ و بے باک بنا دیا تھا. چنانچہ مسلمانوں کی حقارت و سرزنش کے ساتھ زبان اور درازی تک کرنے لگے تھے (۱۹). ان اندرونی سازشوں اور افتراپردازیوں کو ناکام بنانے کیلئے جن کے رونما ہونے کا احتمال ہو سکتا تھا خداوند تعالی کی طرف سے رسول خداؐ کو حکم دیا گیا کہ وہ اتوار کے دن ۸ شوال کو دشمن کا تعقب کریں. اس مشق میں وہ لوگ بھی شریک کئے جاسکتے ہیں جو گزشتہ جنگ کے موقعے پر میدان کازار میں موجود تھے (۲۰).

اس شرط میں ممکن ہے یہ راز پنہاں ہو کہ رسول خداؐ یہ چاہتے تھے کہ اس گروہ کی جو جہاد میں شرکت کرنے کے لئے لیت و لعل سے کام لے رہا تھا نفسیانی و اجتماعی اعتبار سے تنبیہہ کر سکیں. اوران سپاہیوں کیلئے یہ بھی درس عبرت ثابت ہو تا کہ گزشتہ جنگ میں ان سے جو تقصیر ہوئی تھی اس کی تلافی ہو سکے اور رسول اکرمؐ پر یہ امر واضح ہو جائے کہ وہ اپنے ایمان اور خلوص میں کس درجے پر ہیں. اس کے علاوہ رسول خداؐ یہ بھی جانتے تھے کہ اس اقدام کے ذریعے کوئی جنگ واقع نہیں ہو گی اور دشمن مسلمانوں کے چنگل سے نکل کر فرار کر جائیں گے. رسول خداؐ نے مجروحین کو اس جنگی مشق میں شرکت کی دعوت اس لئے دی تھی کہ ان کے حوصلے بلند ہوں اور ان میں خود اعتمادی پیدا ہو سکے .

فوج بالخصوص مجروحین نے اس کے باوجودیکہ ان کو کاری زخم آئے تھے اور جس رنج و تکلیف سے وہ دو چار ہوئے تھے اس کے کرب کو وہ ابھی تک محسوس کر رہے

تھے انہوں نے حکم خداوندی اور رسول ؐکو لبیک کہا.اور آنحضرت ؐکے ہمراہ مدینے سے اپنی منزل "حمراء الاسد"(۱۶)کی جانب روانہ ہوگئے .قرآن مجید نے ان کے اس مخلصانہ اور ایثار پسندانہ اقدام کی ستایش کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ :

الذین استجابوا اللہ و الرسول من بعد ما اصابھم القرح للذین احسنوا منھم و اتقوا اجر عظیم (۲۲)

(ایسے مومنوں کے اجر کو جنہوں نے زخم کھانے کے بعد بھی اللہ اور رسول ؐکی پکار پر لبیک کہا.ان میں جو اشخاص نیکو کار اور پرہیزگار ہیں ان کے لئے بڑا اجر ہے ).

قریش کا وہ لشکر جو اس ارادے سے "روحلا(۲۳)"میں اترا تھا کہ مدینہ جاکر اسے تہس نہس کرے گا جب اسے لشکر اسلام کی روانگی کا علم ہوا اور بالخصوص "معبد خزاعی "نے اس کی کیفیت کو ابوسفیان سے بیان کیا تو اس نے اپنا فیصلہ بدل دیا اور فرار کر کے مدینہ چلا گیا.

مسلمانوں نے تین روز تک "حمراء لاسد "میں سپاہ قریش کا انتظار کیا اور دشمن کے دل میں رعب و ہیبت پیدا کرنے کی غرض سے انہوں نے ہر رات مختلف جگہوں پر آگ روشن کی .چنانچہ انہیں جب یہ اطمنان ہو گیا کہ دشمن مرعوب ہو کر فرار کر گیا ہے تو وہ واپس مدینہ آگئے (۲۴).

یسپاہ اسلام کی یہ دلیرانہ جنگی مشق ،دشمنان دین ،منافقین اور یہود کے حوصلوں پر اثر انداز ہوئے بغیر نہ رہ سکی .اس کے جو منفی و مثبت اثرات نمایاں ہوئے ان کی کیفیت ذیل میں درج کی جاتی ہے

۱۔رسول خدا ؐکی دور اندیشی ،تدبر و انتظامی صلاحیت ،فرمانداری کی سوج بوجھ ،قطعی فیصلے کی قوت اور ہر صورت شرک و الحاد کے خلاف استقامت اور پایداری سب پر روشن و عیاں ہوگئی .اور اس کے ساتھ ہی فرمانداری و قیادت جیسے اوصاف بھی پہلے سے زیادہ

ثابت و نمودار ہوگئے .

۲۔جن سپاہیوں کے حوصلے پست ہو گئے تھے ان کے دلوں میں دوبارہ حملے کی امنگ پیدا ہو گئی .گزشتہ چند روز قبل والی جنگ میں شکست کے باعث جو اضطراب و پریشاں حالی کی کیفیت پیدا ہوگئی تھی وہ اب سپاہیوں کے دلوں سے قطعی زائل ہو گئی اور واپس مدینہ آ گئے .

۳۔وہ دشمن جو اپنی طاقت کے نشے میں چور اور اپنی عسکری طاقت کی برتری کے خیال میں مست مکہ کی جانب چلا جانا چاہتا تھا .راستے میں اس کے اسی باطل احساس نے اسے مجبور کیا کہ دوبارہ مدینہ کی طرف رخ کریں اور وہاں پہنچ کر وہ اسلام نیز رسول خداؐ کا کام تمام کر دیں مگر اس نے جب رسول خداؐ کی اس فوجی طاقت اور جنگی تیاری کو اپنی آنکھوں سے دیکھا جس کی اسے ہرگز توقع نہ تھی تو تو اس پر دہشت و سراسیمگی طاری ہو گئی .چنانچہ جس طرح جنگ احد سے قبل وہ مایوس و ناکام مکہ واپس گیا تھا اس مرتبہ بھی اسی حالت میں وہ فرار کر کے مکہ پہنچا .

۴۔مسلمانوں کی شکست ہوئی تھی اس کی خبر یہودیوں اور منافقین نے سارے شہر میں پھیلا دی تھی .وہ اپنی جگہ یہ فرض کئے ہوئے تھے کہ مسلمانوں پر ایسی کاری ضرب لگ چکی ہے کہ وہ اب رسول اکرمؐ کے اطراف سے متفرق ہو جائیں گے اور ان میں اتنا حوصلہ نہ رہے گا کہ اپنی عسکری کاروائی کو جاری رکھ سکیں .لیکن اپنی اس خام خیالی کے بر عکس جب انہوں مسلمانوں کے جزبہ ایثار و قربانی اور دلیرانہ اقدام کو اپنی آنکھوں سے دیکھا تو انہیں پہلے سے کہیں زیادہ مایوسی و ناامیدی ہوئی .اور وہ لوگ جو مسلمانوں کو حقیر نظروں سے دیکھا کرتے تھے اب خود ہی ایسے ذلیل و خوار ہوئے کہ منہ چھپائے پھرتے تھے .اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ جس وقت سرغنہ منافقین نے دستور کے مطابق یہ چاہاکہ رسول خداؐ کے ارشاد سے قبل زبان کھولے اور کچھ کہے لوگوں نے اس کے

کرتے کا دامن پکڑ کر اسے نیچے کھینچ لیا اور دشمن خدا کہہ کر اس پر لعن و طعن کی (۲۵)۔

احد اور احزاب کے درمیان فاصلہ

جنگ احد اور جنگ احزاب کے درمیان تقریبا دو سال کا فاصلہ تھا۔اس عرصے میں مشرکین 'بالخصوص مدینہ کے اطراف میں آباد قبائل اور یہودی 'اسلام کے خلاف سازش کرنے میں سرگرم عمل رہے۔اور رسول اکرم ؐپوری ذہانت و ہوشمندی اور مکمل آمادگی و ہمت کے ساتھ ان کے ہر حربے کا مقابلہ کرتے رہے۔رسول خداؐ دین اسلام کی ترویج و اشاعت کی خاطر اطراف و جوانب میں آباد قبائل کے درمیان تبلیغی جماعتیں بھی بھیجتے رہے۔لیکن افسوس کہ وہ قبائل مبلغین اسلام کے ارشادات عالیہ سے مستفید ہونے کی بجائے ان کے ساتھ جنگ کرتے تھے۔سانحہ "رجیع" میں وہ چھ مبلغ جنہیں رسول خداؐ نے دین اسلام کی اشاعت کی خاطر روانہ کیا تھا قبائل "عضل "اور "قارہ" کے لوگوں کی وجہ سے شہید ہوئے۔اسی طرح "بئر معونہ "کے جانکاہ حادثے میں تقریبا چالیس معلمین قرآن اور مبلغین اسلام قبیلہ "بنی لحیان "اور ان دیگر قبائل کے ہاتھوں شہادت سے ہمکنار ہوئے۔دراصل یہ واقعات و حادثات اس حقیقت کے آئینہ دار ہیں کہ رسول خداؐ کی کوشش یہی تھی کہ دین اسلام کی اشاعت و ترویج ہو۔اگرچہ آنحضرتؐ اس واقعیت سے بھی بے خبر نہ تھے کہ اس خطے میں دشمن اس تحریک کو روکنے کیلئے اپنی لشکری طاقت کو استعمال کر رہا ہے اور اس راہ میں خطرات و دشواریاں بہت ہیں مگر اس کے باوجود آنحضرتؐ کی یہ تمنا تھی کہ کسی تصادم کے بغیر دین اسلام کی اشاعت و تبلیغ کے ذریعے لوگ توحید کی جانب کشاں کشاں چلے آئیں۔

رسول خداؐ نے جن سریوں اور غزوات میں دشمنوں کا مقابلہ کیا ان کی مختصر فہرست ذیل میں درج ہے۔

۱۔ سریہ "ابو سلمہ "میں آنحضرتؐ نے ایک سو پچاس مسلمانوں کے ساتھ شرکت فرمائی

اور پہلی محرم سنہ ۴ ہجری کو قبیلہ "بنی اسد" سے مقابلہ ہوا .

۲- سریہ "عبد اللہ بن انیس" میں "سفیان ابن خالد" کے ساتھ "عرنہ" نامی مقام پر ۵ محرم سنہ ۴ ہجری کو مقابلہ ہوا .

۳ "غزوہ بنی نضیر" میں رسول خداؐ نے "بنی نضیر" قبیلے کے یہودیوں کی شرپسندیوں اور خیانت کاریوں کو روکنے نیز انہیں مدینہ سے شہربدر کرنے کیلئے ربیع الاول سنہ ۴ ہجری میں شرکت فرمائی .

۴- غزوہ "بدر موعد" میں ابوسفیان کی دریدہ دہنی کا دندان شکن جواب دینے کے لئے جنگ احد کے بعد بدر کے علاقہ میں بتاریخ ۱۶ ذی قعدہ سنہ ۴ ہجری میں شرکت فرمائی .

۵- غزوہ "دومتہ الجندل" میں ان شرپسندوں کی سرکوبی کیلئے رسول خداؐ نے شرکت فرمائی جنہوں نے مسافروں پر راستے تنگ کر دئے تھے اور ان کے ساتھ ظلم و ستم کا سلوک روا رکھے ہوئے تھے .اس کے علاوہ انہوں نے اسلامی مرکزی حکومت پر بھی دست اندازی شروع کر دی تھی .غزوہ ۲۵ ربیع الاول سنہ ۵ ہجری میں پیش آیا .

## غزوہ احزاب

غزوہ "احزاب" یا "خندق" رسول خداؐ کے خلاف دشمنان اسلام کا عظیم ترین و وسیع ترین معرکہ تھا .اس جنگ میں قریش ،یہود اور جزیرۃ العرب کے بہت سے بت پرست قبائل نے متحد ہو کر عہد و پیمان کیا تھا کہ مسلمانوں پر ایسا سخت حملہ کیا جائے کہ ان کا کام تمام ہو جائے .

عملی طور پر یہ سازش اس وقت شروع ہوئی جبکہ یہودی قبیلہ "بنی نضیر" کے سرداروں کو دین اسلام کے ہاتھوں کاری ضرب لگی تھی اور انہیں مدینہ سے نکال باہر کر دیا گیا تھا .یہاں سے انہوں نے مکہ کا رخ کیا تاکہ رسول خداؐ سے انتقام لینے کیلئے وہ قریش سے گفتگو کر کے ان سے مدد لیں .

ابوسفیان نے ان کا پورے جوش و خروش سے استقبال کیا.اور کہا کہ "ہمارے نزدیک عزیز ترین وہ افراد ہیں جو محمدؐ کے ساتھ دشمنی میں ہمارے معاون و مدد گار ہوں" اس کے بعد انہوں نے باہمی طور پر عہد و پیمان کیا اور یہ قسم کھائی کہ ایک دوسرے کا ساتھ دیں گے اور ان میں سے جب تک ایک مرد بھی زندہ رہے گا وہ پیغمبر اکرمؐ کے خلاف جنگ و جدال کرتا رہے گا (۲۶).

قریش کو جنگ کیلئے آمادہ کرنے کے بعد یہی فتنہ انگیز یہودی نجد کی جانب روانہ ہوئے اور وہاں "قبیلہ غطفان" اور قبیلہ "بنی سلیم" سے گفتگو کی اور ایک سال تک خیبر کا محصول ادا کرنے کا وعدہ کر کے انہیں بھی رسول خداؐ کے خلاف جنگ کرنے کی ترغیب دلائی .

آخر کار اسلام کے خلاف متحدہ محاذ قائم ہو گیا.اور تقریبا ایک ہزار ایسے جنگ آزما بہادر جن کا شمار قوی ترین اسلام دشمن عناصر میں ہوتا تھا ابوسفیان کی قیادت میں اسلام کو نیست و نابود کرنے کی خاطر مدینہ کی جانب روانہ ہوئے .

رسول خداؐ کو جب اس عظیم سازش کا علم ہوا تو آنحضرتؐ نے صحابہ سے مشورہ کیا.حضرت "سلمان فارسی" نے یہ تجویز پیش کی کہ خندق کھودی جائے یہ تجویز پسند کی گئی اور فورا ہی یہ کام شروع کر دیا گیا .

اس زمانے میں مدینہ کا بیشتر علاقہ پہاڑوں ،ایک دوسرے سے متصل مکانوں اور نخلستان سے گھرا ہوا تھا.چنانچہ یہی سب چیزیں مل کر فصیل کا کام کرتی تھیں .اس وقت حد فاصل کوہ "عبیدہ" اور "راتج" کے درمیان کی جگہ اور اسی جانب سے حملہ ہو سکتا تھا .رسول خداؐ نے حکم دیا کہ دس دس آدمی مل کر چالیس چالیس ذراع خندق کھود ڈالیں .

مسلمان پوری لگن اور خالص دلچسپی و تعلق خاطر کے ساتھ اس کام میں مشغول ہو گئے اگر کوئی بہت ہی ضروری کام ہوتا تو وہ رسول خداؐ سے اجازت لے کر اپنے کام

سے دست کش ہو کر اس جگہ سے جاتے جہاں انہیں متعین کیا گیا تھا چنانچہ ان کے بارے میں قرآن کا ارشاد ہے

انما المومنون الذین امنوا باللہ و رسولہ و اذا کانوا معہ علی امر جامع لم یذہبوا حتی یستاذنوہ ان الذین یساذنونک اولئک الذین یومنون باللہ و رسولہ (۲۷)

مومن تو اصل وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول کو دل سے مانیں اور جب کسی اجتماعی کام کے موقع پر رسول کے ساتھ ہوں تو اس سے اجازت لئے بغیر نہ جائیں .اے نبی ! جو لوگ تم سے اجازت مانگتے ہیں وہی اللہ اور رسول کے ماننے والے ہیں

اس وقت حضرت سلمان فارسی سب سے زیادہ محنت و ہمت سے کام لے رہے تھے .چنانچہ واقدی اور حلبی نے لکھا ہے کہ وہ دس آدمیوں کے برابر کام کر رہے تھے . ان کی اس لگن و جانفشانی کو دیکھ کر مہاجر و انصار دونوں کو ہی حیرت ہوتی تھی اور ہر گروہ ان کے بارے میں یہی کہتا تھاکہ "سلمان ہمارے اپنے ہیں "اور جب رسول خدا" نے ان گروہوں کی یہ گفتگو سنی تو فرمایا کہ سلمان منا اہلبیت(۲۸) سلمان تو میرے اہل بیت میں سے ہیں .

اگرچہ منافقین بھی بظاہر مومنین کے دوش بدوش خندق کھودنے کے کام میں لگے ہوئے تھے لیکن انہیں جب بھی موقع ملتا کوئی نہ کوئی بہانہ بنا کر رسول خدا" سے اجازت لئے بغیر اپنے کام سے دستکش ہو جاتے اور مختلف بہانوں سے محاذ حق کو کمزور کرنے کی جستجو میں لگے رہتے (۲۹).

قد یعلم اللہ الذین یتسللون منکم لو اذا فلیحذر الذین یخالفون عن امرہ ان تصیبھم فتنۃ او یصیبھم عذاب الیم "

( اللہ ان لوگوں کو خوب جانتا ہے جو تم میں ایسے ہیں کہ ایک دوسرے کی آڑ لیتے

ہوئے چپکے سے چلے جاتے ہیں .رسول ؐ کے حکم کی خلاف ورزی کرنے والوں کو ڈرنا چاہیئے کہ وہ کسی فتنے میں گرفتار نہ ہو جائیں یا ان پر دردناک عذاب نہ آجائے )

خندق کی کھدائی کا کام چھ روز (۳۰) میں یعنی احزاب (۳۱) کی سپاہ کے مدینے پہنچے سے تین روز قبل مکمل ہو گیا.اور تین ہزار جنگجو مسلمان اس کی پشت پر اپنی اپنی جگہ متعین ہو گئے (۳۲).

احزاب کی سپاہ کو جب یہ خندق نظر آئی تو وہ مجبوراً خندق کے اس پار ہی رک گئے اور وہیں انہوں نے اپنے خیمے لگائے .

اندورون مدینہ جنگی محاذ کا کھولنا

سپاہ احزاب کی کثرت ،سامان خوراک کی کمی ،مکہ و مدینہ کے درمیان دوری اور اس قول نے جو قبیلہ "بنی نضیر" کے سرداروں نے قریش کو دیا تھا ،لشکر احزاب کے فرمانداروں کو اس بات پر مجبور کیا کہ مسلمانوں کو جلد از جلد شکست دینے کیلئے اندرون شہر محاذ قائم کریں .چنانچہ "حی ابن اخطب "بنی قرینظہ "کے حصار میں داخل ہوا اور اس کے سردار سے گفتگو کی .اسے شیطانی مکرو فریب نے مجبور کیا کہ رسول خدا ؐ سے معاہدہ کیا تھا اس کی خلاف روزی کی (۳۳).اور اس طرح "بنی قرینظہ" کے نو سو جنگجو سپاہی مسلمانوں کے خلاف جنگ کے لئے آمادہ ہو گئے .تاکہ خندق کے اس پار جو احزاب کا لشکر پڑا ہوا ہے اسے فتح و نصرت حاصل ہو جائے .

اس خبر کے پھیلنے سے مسلمانوں میں پریشانی و سراسیمگی کی لہر دوڑ گئی .کیونکہ ایک طرف تو دشمن کے دس ہزار سپاہیوں نے ان کا محاصرہ کر رکھا تھا اور دوسری طرف "بنی قرینظہ" کے یہودی عہد شکنی کر کے دشمن کے ساتھ ہو گئے تھے اس کے ساتھ ہی منافقین نے بھی رسول خدا ؐ کو طعنے دینے شروع کر دیئے .وہ آنحضرت ؐ کا مذاق اڑا کر کہتے تھے کہ :محمد ؐ تو ہمیں "خسرو" اور "قیصر" کے خزانوں کے سبز باغ دیکھا رہے ہیں

اور ہماری حالت یہ ہے کہ رفع حاجت تک کیلئے بھی اپنے گھروں سے باہر قدم نہیں نکال سکتے .خدا و پیغمبر ؐ نے ہمیں فریب کے علاوہ دیا ہی کیا ہے (۳۴) .قرآن مجید نے اس .بحرانی کیفیت کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے

اذاجاوکم فی فوقکم ومن اسفل منکم واذا زاغت الابصار و بلغت القلوب الحناجرو تظنون بالله الظنوناهنالک ابتلی المومنون و زلزلوا اذلزالاشدیدا ((۳۵).جب دشمن اوپر سے اور نیچے سے تم پر چڑھ آئے تو ،جب خوف کے مارے آنکھیں پتھرا گئیں ،کلیجے منہ کو آگئے ،اور تم لوگ اللہ کے بارے میں طرح طرح کے گمان کرنے لگے .اس وقت ایمان لانے والے خوب آزمائے گئے اور بری طرح ہلا کر مارے گئے ).

مومن اس کے باوجود خدا پر توکل اور رسول اکرم ؐ کے وعدوں پر اعتماد کر کے ایمان و استقامت پر قائم رہے .

لما رای المومنون الاحزاب قالوا هذا ماو عدنا الله و رسوله ولصدق الله و رسوله مازادهم الا ایماناً و تسلیماً ۳۶).

(اور سچے مومنوں کا حال اس وقت یہ تھا کہ جب انہوں نے حملہ آور لشکروں کو دیکھا تو پکار اٹھے کہ "یہ وہی چیز ہے جس کا اللہ اور اس کے رسول ؐ نے ہم سے وعدہ کیا تھا .اللہ اور اس کے رسول ؐ کی بات بالکل سچی تھی "اور اس واقعے نے ان کے ایمان اور ان کی سپردگی کو اور زیادہ بڑھا دیا ).

لیکن منافق اور "ضعیف الایمان "لوگ ایسے مرعوب و وحشت زدہ ہوئے کہ وہ مختلف بہانے بنا کر یہ کوشش کرنے لگے کہ محاذ جنگ سے فرار کر کے کسی طرح مدینہ چلے جائیں .

واذقالت طائفة منهم یااهل یثرب لا مقام لکم فارجعوا یستاذن

فریق منهم النبی یقولون ان بیوتنا عورة وما هی بعورة ان یریدون الا فرارا (۳۷).

(جب ان میں سے ایک گروہ نے کہا کہ "اے یثرب کے لوگو! تمہارے لئے اب ٹھہرنے کا کوئی موقع نہیں ہے۔ پلٹ چلو۔ جب ان کا ایک فریق یہ کہہ کر نبی سے رخصت طلب کر رہا تھا کہ "ہمارے گھر خطرے میں ہیں" حالانکہ وہ خطرے میں نہ تھے دراصل وہ محاذ سے بھاگنا چاہتے تھے ).

رسول خداؐ کی ذمہ داری اس وقت بہت سخت و دشوار تھی۔ ایک طرف تو آنحضرتؐ کو اس سپاہ کے مقابل جس کی تعداد سپاہ اسلام سے دس گنا زیادہ تھی، اپنے کمزور محاذ کو مضبوط و آمادہ کرنا دوسری طرف ان غداروں کو سرکوبی تھی جو اندرون محاذ ریشہ دوانی کر رہے تھے۔ اس کے ساتھ ہی اس سپاہ کی دلداری کیلئے جن کے دل مضطرب اور جانیں لبوں تک پہنچ گئیں تھی آپؐ کو حوصلہ افزائی کرنی تھی۔ ان تمام نا مساعد حالات کے باوجود جو اس وقت رونما ہو رہے تھے آپؐ اپنے اصحاب کو فتح و کامرانی کی خوشخبری بھی دے رہے تھے جو ان ظاہری کامیابیوں کے پس پشت پنہاں تھی۔

رسول خداؐ انتہائی سخت و دشوار حالات، یہاں تک کہ بنی قریظہ کی عہد شکنی کے بعد بھی اپنی سپاہ کے حوصلے بلند کرنے کیلئے برابر فتح و کامرانی کا یقین دلا رہے تھے (۳۸).

## کفر و ایمان

تقریبا ایک ماہ تک مدینہ کا محاصرہ رہا۔ اور قریش کی کوشش لاحاصل رہی۔ آخر کار سپاہ مکہ کے پانچ عرب دلاور خندق کا وہ حصہ تلاش کرنے میں کامیاب ہو گئے جس کا عرض سبتاً کم تھا چنانچہ اسے انہوں نے عبور کیا اور سپاہ اسلام کو جنگ کے لئے للکارا۔

سپاہ اسلام میں جوش و اشتعال پیدا کرنے کیلئے "عمرو ابن عبدود" سب سے زیادہ رجزیہ اشعار پڑھ رہا تھا (۳۹). بعد میں اس نے بتایا کہ سپاہ اسلام کو للکارنے کیلئے میں نے

اتنا واویلا مچایا کہ میری آواز تک بیٹھ گئی .

سپاہ اسلام میں حضرت علی(ع) کے علاوہ کوئی ایسا نہ تھا جو اس کی للکار کا جواب دیتا.

رسول اکرمؐ نے اپنی شمشیر حضرت علی(ع) کو عنایت فرمائی اور آپ(ع) کے حق میں دعا کی .جس وقت حضرت علی (ع) "عمرو "کے مقابل آئے تو رسول خداؐ نے فرمایا " برز الایمان کلہ الی الشرک کلہ "یعنی کامل اور سراپا شرک ایک دوسرے مقابل آگئے ہیں .

دونوں دلداروں نے رجز یہ اشعار پڑھتے ہوئے قبضہ شمشیر کو ہاتھ لے لیا.اور دونوں ایک دوسرے پر وار کرنے لگے .دیکھتے دیکھتے امیر المومنین حضرت علی(ع) کا نعرہ میدان کارزار میں بلند ہوا.اور رسول خداؐ نے فرمایا کہ خدا کی قسم علی(ع) نے اسے مار گرایا .

"عمرو" کے ساتھیوں نے جب اسے خاک و خون میں لوٹتے دیکھا تو وہ میدان جنگ سے بے تحاشہ بھاگے (۴۰).

"عمرو "کے مارے جانے کے بعد قریش کے حوصلے پست پڑ گئے .احزاب کے سرداروں نے جب اپنی انتقام جویانہ کاروائی اور دیگر ان عوامل میں جن کا آیندہ ذکر کیا جائے گا خود کو بے دست وپا پایا تو انہوں نے محاصرہ کو جاری رکھنے کا خیال ترک کر دیا اور واپس مکہ چلے گئے .

غزوہ احزاب میں جانبازان اسلام میں سے چھ افراد نی جام شہادت نوش کیا اور مشرکین کے آٹھ سپاہی مارے گئے (۴۱).اور اس طرح ۲۳ ذی القعدہ سنہ ۵ زجری کو یہ جنگ ختم ہوئی (۴۲)اور احزاب کا لشکر شرمناک شکست سے دو چار ہو کر اپنے گھروں کو سدھارا .

## سوالات

۱۔جنگ "احد" میں مسلمانوں کی شکست کے کیا اسباب تھے ؟مختصر طور پر بیان کیجئے .

۲۔جنگ "احد "میں مسلمان جس شکست سے دو چار ہوئے اس کے بارے میں قرآن کا نظریہ مختصر طور پر بیان کیجئے ؟

۳۔جنگ "احد "کی شکست سے مسلمانوں کو کیا فائدہ پہنچا اور اس کے کیا مثبت نتائج بر آمد ہوئے ؟

۴۔غزوہ "حمراء الاسد "کا واقعہ کس طرح پیش آیا .اس میں کن لوگوں نے شرکت کی اور اس کے کیا نتائج بر آمد ہوئے ؟

۵۔جنگ "احد" اور "احزاب "کے درمیان کون سے اہم سانحات رونما ہوئے . مختصر طور پر ان کی کیفیت بیان کیجئے .

۶۔جنگ احزاب کن لوگوں کی تحریک کی باعث وقوع پذیر ہوئی ؟

۷۔رسول خدا" کو جب لشکر احزاب کی سازش کا علم ہوا تو آپ" نے کیا اقدام فرمایا؟

۸۔جب مسلمانوں کو "بنی قریظہ" کی عہد شکنی کا علم ہوا تو ان کے دلوں پر کیا گزری ؟

۹۔جنگ احزاب کس تاریخ کو اور کس طرح اختتام پذیر ہوئی ؟

## حوالہ جات

۱۔سورہ آل عمران آیہ ۱۵۲ .

۲۔ان کی اس بد گمانی کے جواب میں آل عمران کی آیت ۱۶۱ یہ نازل ہوئی :وماکان لنبی ان یغل (.."کسی نبی کا یہ کام نہیں ہو سکتا کہ وہ خیانت کر جائے ).

۳۔سورہ آل عمران آیہ ۱۵۲.

۴ خداوند تعالی نے آلعمران کی آیت ۱۵۴ میں ان کے اس گمان کے بارے میں ذکر کیا ہے (ملاحظہ ہو :المیزان ج ۴ صفحات ۴۷ ۴۸.

۵- آل عمران/۴۲

۶۔آل عمران آیت ۱۵۴۔

۷۔یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ اس افواہ کا بڑا فائدہ یہ ہوا کہ اس کی وجہ سے رسول خداؐ کو دشمن کی چنگل سے نجات مل گئی۔کیونکہ جب رسول خداؐ کے قتل کئے جانے کی افواہ گشت کر گئی تو دشمن نے لاشوں کی درمیان آنحضرتؐ کے جسد کو تلاش کرنا شروع کر دیا۔اور اسے یہ خیال ہی نہ آیا کہ آپؐ کا تعاقب کرے۔

۸۔السیرۃ الحلبیہ ج ۲ صفحہ ۲۲۷۔ قرآن مجید نے سورہ آل عمران کی آیت ۱۴۴ میں اس طرز فکر کو بیان کیا ہے "وما محمد الا رسول قدخلت من قبله الرسول افائن مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم ومن ینقلب علی عقبیه فلن یضر الله شیاً۔"(محمد اس کے سوا کچھ نہیں کہ بس ایک رسول ہیں۔ان سے پہلے اور رسول بھی گزر چکے ہیں پھر کیا اگر وہ مرجائیں یا قتل کر دیئے جائیں تو تم لوگ الٹے پاوں پھر جاو گے؟یاد رکھو جو الٹا پھرے گا وہ اللہ کا کچھ نقصان نہ کرے گا)۔

۹۔سورہ آل عمران آیت ۱۶۶۔

۱۰۔سورہ آل عمران آیت ۱۶۵۔

۱۱۔سورہ آل عمران آیت ۱۳۹۔

۱۲۔سورہ آل عمران آیت ۱۴۰۔

۱۳۔سورہ آل عمران آیت ۱۶۵۔

۱۴۔سورہ آل عمران آیت ۱۴۳۔

۱۵۔سورہ آل عمران آیات ۱۴۶/۱۴۷

۱۶۔سورہ آل عمران آیت ۱۴۔

۱۷۔سورہ آل عمران آیت ۱۵۔

۱۸۔سورہ آل عمران آیت ۷۲۔

۱۹۔ملاحظہ ہو:السیرہ الحلبیہ ج ۲ صفحہ ۲۵۶۔

۲۰۔قمی مرحوم نے ایک روایت کی بنا پر یہ بھی بیان کیا ہے کہ:صرف اس مشق میں مجروحین کو شرکت کرنے کی دعوت دی گئی تھی۔ملاحظہ ہو:بحارالانوار ج ۲۰، صفحہ ۶۴۔

۲۱۔یہ جگہ مدینہ سے تقریباً ۸ میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ملاحظہ ہو:معجم البدان ج ۲ صفحہ ۳۰۱۔

۲۲-سورہ نور آیت ۱۷۲.

۲۳-مدینہ سے ۳۵ یا ۴۲ کے فاصلے پر یہ جگہ تھی (ملاحظہ ہو: الصحیح من السیرہ النبی ؐ ج ۴ صفحات ۳۳۵ ۳۳۶.

۲۴-السیرہ الحلبیہ ج ۲ صفحات ۲۵۷ ۲۵۹.

۲۵-السیرہ الحلبیہ ج ۲ صفحات ۲۵۷ ۲۵۹.

۲۶-السیرہ الحلبیہ ج ۲ صفحہ ۳۰۹.

۲۷سورہ نور آیت ۶۲.

۲۸-المغازی ج ۲ صفحہ ۴۴۶ -۴۴۷و السیرہ الحلبیہ ج ۲ صفحہ ۳۱۳ .

۲۹-السیرۃ النبویہ ج ۳ صفحہ ۲۲۶ 'ابن ہشام نے لکھا ہے کہ سورہ نور کی آیت ۶۳ ایسے ہی لوگوں کیلئے نازل ہوئی ہے .

۳۰-المغازی ج ۲ صفحہ ۴۵۴.

۳۱-بحارالانوار ج ۲۰ صفحہ ۲۲۱.

۳۲-تاریخ طبری ج ۲ صفحہ ۵۷۰.

۳۳-السیرۃ النبویہ ج ۳ صفحہ ۲۳۱.

۳۴-السیرۃ الحلبیہ ج ۲ صفحہ ۳۱۸.

۳۵-سورہ احزاب آیت ۱۰ ۱۱.

۳۶-سورہ احزاب آیت ۲۲.

۳۷-سورہ احزاب آیت ۱۳.

۳۸-السیرۃ النبویہ ج ۳ صفحہ ۲۳۳.

۳۹-وہ جنگ بدر میں ایسا سخت مجروح ہوا تھا کہ جنگ احد میں شریک ہونے کے قابل نہ رہا تھا.
اس کے بارے میں مشہور تھا کہ بہادری میں وہ اکیلا ایک ہزار پر بھاری ہے .بحارلانوار ج ۲۰ صفحہ ۲۰۲

۴۱-بحارلانوار ج ۲۰ صفحات ۲۰۳ ۲۰۴ - ۲۱۵.

۴۲تاریخ یعقوبی ج ۲ صفحہ ۱۵.

سبق ۱۲

# غزواتِ احزاب بنی قریظہ اور بنی مصطلق

## لشکر احزاب کی شکست کے اسباب

جنگ احزاب میں اسلام کے خلاف شرک کی سب سے بڑی طاقت کے شکست پذیر ہونے کے مختلف اسباب و عوامل تھے جن میں سے چند ذیل میں درج ہیں :

۱۔خداوند تعالی کی آشکارا و پنہاں مدد

یا یھاالذین امنوا اذکرو انعمة الله علیکم اذجائتکم جنود فارسلنا علیھم ریحاو جنوداًلم ترو ھاوکان الله بما تعملون بصیراً (۱)

ایمان لانے والو اللہ کے احسان کو جو (ابھی ابھی) اس نے تم پر کیا ہے. جب تم پر لشکر چڑھ آئے تو ہم نے ان پر شدید آندھی . بھیجدی اور ایسی فوجیں روانہ کیں جو تم کو نظر نہ آتی تھیں. اللہ وہ سب کچھ دیکھ رہا تھا جو تم اس وقت کر رہے تھے .

۲۔لشکر احزاب کے پہنچنے سے قبل خندق کا تیار ہو جانا جس کی وجہ سے نہ صرف دشمن شہر میں داخل نہ ہو سکا بلکہ اس کے حوصلے بھی پست ہوگئے اور نفسیاتی طور پر اس کے لئے کاری ضرب تھی .

۳۔امیرالمومنین حضرت علی(ع) کی دلیری و شجاعت مندی کے باعث مشرکین کا سب سے بڑا دلاور "عمرو بن عبدود" ہلاک ہوا. حضرت علی(ع) کی تقدیر ساز کاری ضرب مسلمانوں کے حوصلے بلند کرنے میں نہایت مفید اور کفار کے حوصلے پست کرنے میں انتہائی کارمد ثابت ہوئی (۲).

۴۔ "نعیم بن مسعود" کی وجہ سے دشمن کی صفوں میں اختلاف و خلیج کا پیدا ہو جانا. وہ قریش و یہود کے درمیان سربرآوردہ اور قابل اعتماد شخص تھے .جنگ سے کچھ عرصہ قبل تک وہ محاذ کفر میں شامل رہے مگر ایک دن خفیہ طور پر رسول خدا کی خدمت میں

حاضر ہوئے .اور دین اسلام سے مشرف ہونے کے بعد رسول خداؐ کی اجازت سے انہوں نے جنگی نیرنگی کا حربہ استعمال کیا اور لشکر کفار کے ذہنوں میں شک و وسواس پیدا کر کے احزاب کی تشکیل کو درہم برہم کر دیا .

انہوں نے سب سے پہلے "بنی قریظہ" کے یہودیوں سے ملاقات کی .اور گفتگو کے درمیان انکے دلوں میں قریش کی طرف سے بد گمانی پیدا کر دی .اس کے ساتھ باتوں ہی باتوں میں انہوں نے قریش کو اس بات کے لئے آمادہ کر لیا کہ وہ سپاہ احزاب کے سامنے یہ شرط رکھیں کہ ہم اس صورت میں تمہارے ساتھ تعاون کر سکتے ہیں کہ اپنے سرداروں میں سے چند افراد کو ہمارے پاس بطور یرغمال بھیجو.

اس کے بعد وہ "ابوسفیان" کے پاس گئے اور کہنے لگے کہ "بنی قریظہ" نے محمدؐ کے ساتھ جو عہد شکنی کی ہے اس پر وہ پیشمان ہیں .اپنے اس اقدام کی تلافی کیلئے انہوں نے فیصلہ کیا ہے کہ تم میں سے چند لوگوں کو بطور یرغمال پکڑ لیں اور انہیں محمدؐ کے حوالے کر دیں .

"نعیم" کی کوشش کا ہی یہ نتیجہ تھا کہ وہ دو گروہ جو باہمی طور پر متحد ہو گئے تھے اب ایسے بد ظن ہو گئے کہ ایک نے دوسرے سے جو بھی پیشکش کی اسے رد کر دیا گیا (۳). دشمن کے مقابل رسول خداؐ کی استقامت و پایداری اگرچہ اس وقت مسلمان دشوار ترین مراحل سے گزر رہے تھے اور پوری فضا ان کے خلاف ہو چکی تھی مگر ان صبر آزما حالات کے باوجود لشکر اسلام اس بات کیلئے تیار نہ تھا کہ دشمن کو ذرہ برابر بھی رعایت نہ دی جائے .

۶ ۔رسول خداؐ کی دانشمندانہ فرمانداری مسلسل میدان کارزار میں موجودگی ،عین وقت پر صحیح تدبر ،سیاسی نیرنگی و جنگی مشق کے باعث بیرونی و اندرونی دشمن کے دلوں پر مایوسی کا چھا جانا .

۷۔فوجی نظم و ضبط ‘خندق کے نگہبانوں نیز گشتی پہرہ داروں کی ذود فہمی اور محاذ جنگ کے متعلق تمام قواعد و آداب جنگ سے مکمل واقفیت .

۸۔سردی ‘دشمن کے جانوروں کیلئے چارے کی کمی ‘میدان کارزار کی مکہ سے دوری‘ حملہ آور سپاہ کی جسمانی کوفت بالخصوص اس وقت جبکہ وہ بار بار سعی و کوشش کے بعد بھی خندق کو عبور کرنے میں ناکام رہا .

## جنگ "احزاب کا خاتمہ اور مسلمانوں کی یورشوں کا آغاز

اسلامی طاقت کے خلاف جو محاذات قائم کئے گئے اور اس کے خلاف جن امکانات کو بروئے کار لایا گیا ان میں جنگ احزاب ‘دشمن کی قوت نمائی کا آخری مظہر تھی .ایسی عظیم طاقت کا اسلام کے ہاتھوں شکست سے دو چار ہونا فطری طور پر اس حقیقت کا آئینہ دار ہے کہ اس دن کی فتح و نصرت کے آگے دشمن کے حوصلے قطعی پست پڑ گئے اور اس کی ہر امید یاس میں بدل گئی .چنانچہ یہ وہی چیز ہے جو جنگ احزاب کے ذریعے حاصل ہوئی .

چنانچہ اسی وجہ سے رسول خداؐ نے مسلمانوں کو خوشخبری دی تھی کہ اس مرحلے پر پہنچ کر اسلامی تحریک کاز سر نو آغاز ہوگا .اور اس ضمن میں فرمایا تھا کہ "الیوم نغزوھم ولا یغزونا(۴)"یعنی اس کے بعد ہم ان سے جنگ کریں گے نہ کہ وہ ہم سے آکر جنگ کریں گے .

اور اس کے بعد واقعات بھی اسی طرح پیش آئے جیسا کہ رسول خداؐ نے پیشن گوئی کی تھی .مسلمانوں کی فتح و نصرت نے سیاسی ‘عسکری اور اقتصادی اعتبار سے مشرکین کے پیکر پر ایسی کاری ضرب لگائی کہ رسول خداؐ کی حین حیات تو ان میں اتنی بھی سکت باقی نہ رہی کہ اپنی کمر سیدھی کر سکیں .اور اپنی اس شکست وریخت کی تلافی کر سکیں .

اس کے برعکس مسلمانوں نے ان مختلف پہلوؤں سے جن کا اوپر ذکر کیا جاچکا ہے وہ مقام و مرتبہ حاصل کر لیا کہ اپنی توانائی اور برتری کے بل پر ہر سازش کو اس سے پہلے کہ وہ وجود میں آئے نیست و نابود کردیں .

## عہد شکن لوگوں کی سزا

لشکر احزاب اگرچہ وقتی طور پر مسلمانوں کے چنگل سے نکل کر فرار کر گیا. لیکن وہ داخلی خیانت کار (یہود بنی قریظہ) جو دشمن کے سپاہ کی تعداد کثیر سامان جنگ اور اس کے پر فریب وعدوں کا شکار ہوگئے تھے اور اس کی فتح و نصرت کا انہیں پورا یقین تھا اب بھی مسلمانوں کے ساتھ زندگی بسر کر رہے تھے .اس خیال کے پیش نظر کہ وہ عدل و انصاف کے چنگل سے بچ کر نہ نکل جائیں انہیں ان کی خیانت کاریوں کی سزا دینی ضروری تھی .

چنانچہ رسول خداؐ جیسے ہی غزوہ خندق سے واپس تشریف لائے فوراہی فرشتہ وحی نازل ہوا ،اور پیغمبر اکرمؐ کو یہ ہدایت دی کہ آنحضرت "بنی قریظہ" کے قلعہ کی جانب تشریف لے جائیں .

رسول خداؐ ۲۳ ذی القعدہ (۵) کو تین ہزار جنگجو افراد کو ساتھ لے کر دشمن کے قلعہ کی جانب روانہ ہوئے .اس لشکر کے علم بردار حضرت علی(ع) تھے اور تیزی کے ساتھ ان کی طرف بڑھ رہے تھے (۶).

نماز عصر ادا کرنے کے بعد دشمن کے قلعے کا محاصرہ کیا جو پندرہ (۱۵) یا پچیس (۲۵) روز تک جاری رہا .اس عرصے میں دونوں طرف سے صرف تیر اندازی ہوتی رہی اور اس کے علاوہ کوئی واقعہ رونما نہیں ہوا .

یہودیوں نے جب دیکھا کہ استقامت میں کوئی فائدہ نہیں تو وہ کچھ غور و فکر کرنے لگے .چنانچہ انہوں نے اس طرح کی تجاویز پیش کیں کہ انہیں مدینہ سے چلے جانے کی

اجازت دے دی جائے .پہلے تو وہ اپنا مال و اسباب بھی ساتھ لے جانا چاہتے تھے مگر بعد میں اس بات کے لئے بھی راضی ہوگئے کہ وہ اپنے سازوسامان کو چھوڑ کر کوچ کر جائیں .لیکن رسول خداؐ کو ابھی تک یہ یاد تھا کہ "بنی قینقاع "اور "بنی نضیر "نے مدینہ سے باہر نکل جانے کے بعد کیا کیا خیانت کاریاں کی تھیں اور آنحضرتؐ یہ بات اچھی طرح جانتے تھے کہ اگر یہ لوگ عدل و انصاف کے چنگل سے نکل گئے تو ممکن ہے کہ اسلام کے خلاف نئی سازشیں تیار کرنے میں لگ جائیں .اسی لئے آپؐ نے ان کی تجاویز کو رد کر دیا اور یہ مطالبہ کیا کہ وہ بلا قید و شرط ہتھیار ڈال دیں .

محاصرے کو جاری دیکھ کر بنی قریظہ کے واسطے اس کے علاوہ کوئی چارہ نہ تھا کہ وہ خود کو تسلیم کر دیں .چنانچہ انہوں نے قلعے کے دروازے کھول دیئے اور رسول خداؐ کے حکم سے اسلحہ ان سے لے لیا گیا .اور انہیں ایک گوشہ میں حراست میں لے لیا ' رسول خداؐ کی تجویز اور مقید یہودیوں کے مشورے سے قبیلہ اوس کے سردار حضرت " سعد بن معاذ "کو جنگ احزاب کے مجروحین میں سے تھے 'عدالت پاداش کا حاکم مقرر کیا گیا (۹).

سعد نے مردوں کے قتل 'عورتوں اور بچوں کی اسیری اور ان کے تمام مال و اسباب پر بطور مال غنیمت قابض ہوجانے کا حکم صادر کیا۔جب سعد نے اپنا حکم صادر کر دیا تو رسول خداؐ نے ان سے فرمایا کہ :"سچ تو یہ کہ ان کے بارے میں تم نے وہی حکم صادر کیا ہے جو خداوند تعالی نے سات آسمانوں پر سے جاری کیا تھا ."

حضرت سعد ایک مومن 'متقی 'دانشمند اور سیاستمدار شخص تھے اسی لئے انہوں نے جو فیصلہ صادر کیا وہ اس دور کے اسلامی معاشرے کی واقفیت پر مبنی تھا اور چونکہ وہ خیانت کار و سازش گر عناصر کی کیفیت سے وبخوبی واقف تھے اسی لئے انہوں نے اس پہلو کو بھی مد نظر رکھا. سعد نیز دیگر مسلمانوں پر بارہا ثابت ہو چکا تھا کہ یہودی شرپسند اور

ضدی ہونے کے باعث ہمیشہ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف سازشیں کرنے میں منہمک رہتے ہیں. اگرچہ رسول خداؐ نے ہمیشہ نرمی و درگزشت سے کام لیا لیکن اس کے باوجود انہی لوگوں نے جنگ احد اور جنگ احزاب کے فتنے کو ہوا دی. اور قتل غارت گری نیز تمام نقصانات کے سبب بنے .

کیا یہ تجربات اس مقصد کے لئے کافی نہ تھے کہ سعد ان خیانت کاروں کے بارے میں وہی اقدام کریں جو رسول خداؐ "ابو عزہ "خیانت کار کے بارے میں فرما چکے تھے[۱۰] .

اور وہی بات نہ دہراتے جو رسول خداؐ کی مبارک زبان سے نکل چکی تھی یعنی مومن ایک سوراخ سے دو بار نہیں ڈسا جاتا اور وہ بھی (حی ابن خطب) جسے خیانت کار کے بارے میں جس نے تختہ دار پر بھی نہایت گستاخی کے ساتھ رسول خداؐ سے کہا تھا کہ "اس دشمنی کے باعث جو میرے اور تیرے درمیان ہے میں خود کو قابل ملامت نہیں سمجھتا (۱۱)"

اس کے علاوہ "بنی قریظہ "نے رسول خداؐ سے جو عہد و پیمان کیا تھا اس میں وہ اس شرط کے پابند تھے کہ وہ ہرگز رسولؐ اور صحابہ رسولؐ کے خلاف کوئی اقدام نہ کریں گے .ہاتھ یا زبان سے آنحضرتؐ کو کوئی ایذا و تکلیف نہ پہنچائیں گے .اور اگر وہ ان شرائط کی خلاف ورزی کریں گے تو رسول خداؐ کیلئے ان کا خون بہانا ،ان کے مال کو ضبط کرنا ،اور ان کی عورتوں نیز بچوں کو اسیر کرنا مباح ہو گا (۱۲).اس بنا پر سعد نے جو حکم جاری کیا وہ اس عہد و پیمان کی بنیاد پر تھا جو بنی قریظہ کر چکے تھے .

"بنی قریظہ "کی خیانت کاریوں پر اگر غور کیا جائے تو ہم پر یہ حقیقت عیاں ہو جائے گی کہ رسول خداؐ نے ان کے ساتھ سلوک کیا .وہ اسلام و یہودیت کا مسئلہ نہ تھا بلکہ اس کا سبب وہ عہد شکنی تھی جو اسلام کے ساتھ وہ ہمیشہ کرتے تھے .طائفہ "بنی قینقاع "و "بنی نضیر "کے علاوہ "خیبر "اور "وادی القری" کے یہودیوں کے ساتھ رسول

خدا؈ کا جو بزرگوارانہ رویہ رہااور جس تحمل و بردباری کا آنحضرت مسلوک فرماتے رہے نیز "بنی قریظہ" کے ساتھ جو مسالمت آمیز معاہدہ آپ ؐ نے کیا وہ ان حقائق کو سمجھنے میں ہمیں مدد دیتے ہیں ۔

اس بنا پر کہا جاسکتا ہے کہ دشمنان اسلام جب اسلام و یہودیت کی دشمنی کا ذکر کرتے ہوئے ان واقعات کو بطور سند بیان کرتے ہیں تو وہ یا تو اسلام اور سیرت رسول خدا؈ سے واقف نہیں ہوتے اور یا اس میں ان کی کوئی خاص غرض شامل ہوتی ہے ۔۔

اس کے علاوہ جن بعض مسلم مورخین(۱۳) نے اس واقعہ قتل کی صحت کے بارے میں شک و تردید کا اظہار کرتے ہوئے مسلمانوں کی تقدیر ساز جنگ میں ان کی عظیم خیانت کاری کو نہایت ہی معمولی حادثے سے تعبیر کر کے پیش کیا ہے وہ بالفاظ دیگر رسول خدا؈ کے کردار کو ایمان کامل کا سراپا کفر کے رو برو آئے لے ہیں اور یہودیوں کو انہوں نے کفر کا(۱۴)پاسبان قرار دیا ہے ۔اس کے ساتھ ہی انہوں نے (غزوہ احد )اور (غزوہ احزاب )میں ان کے مجرمانہ افعال سے بھی چشم پوشی کی ہے ۔ان کا یہ اقدام اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ انہوں نے اس حقیقت کی جانب توجہ نہیں کی کہ یہودیوں کے اس اقدام میں ان کی کنیہ توزی شامل تھی نیز حق کے مقابل وہ سر تسلیم خم کرنا نہیں چاہتے تھے ۔چنانچہ یہی کنیہ توزی اور اسلام دشمنی ہم "بنی قریظہ" کی اولاد یعنی یہودیوں کی موجودہ نسل 'اسرائیل اور ان تمام صہونیت کے پیروکاروں میں دیکھتے ہیں جو ساری دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں ۔

"بنی قریظہ" کی خیانت کاری اور انہیں اس کی سزا دیئے جانے کے واقعے کو تمام مورخین کے علاوہ محدثین 'مفسرین نیز مفید مرحوم '(۱۵)ابن شہر آشوب '(۱۶) قمی(۱۷)طبری (۱۸)علامہ مجلسی (۱۹)اور معاصرین میں علامہ طباطبائی (۲۰) نے اپنی تصانیف میں بیان کیا ہے اس بنا پر خیانت کاروں کو ان کے کئے کی سزا دیئے جانے کے بارے میں کسی توجیہ یا

خدشے کی گنجایش باقی نہیں .

## غزوہ بنی قریظہ کا سود مند پہلو

"بنی قریظہ "یہود کا قلع قمع کئے جانے کے بعد مسلمانوں کو یہ اطمینان حاصل ہو گیا کہ انہوں نے ان جاسوسوں خاتمہ کر دیا ہے جو کہ اندرون محاذ میں سرگرم عمل تھے اور اس کی وجہ سے اسلامی ہوگیاکہ حکومت کے مرکز میں قائم مشرکین کی عسکری و مخابراتی ایجنسی کیلئے کسی داخلی شورش کا خطرہ بھی باقی نہ رہا .اور چونکہ مال غنیمت میں مسلمانوں کے ہاتھ اسلحہ بھی لگا تھا اسی لئے مسلمانوں کی اقتصادی و عسکری طاقت کو ایسی تقویت پہنچی کہ اس کی وجہ سے آیندہ فتوحات بالخصوص یہودیوں پر غلبہ پانے کی راہیں ہموار ہو گئیں .اس کے ساتھ ہی رسول خدا" کا مقام و مرتبہ بحیثیت قائد اور اسلامی طاقت کا رعب و دبدبہ ہر دوست دشمن کے دل میں جم گیا .

## صلح و محبت کا سال

سنہ ٦ ہجری کو "سن ۔ الاستئناس[۲۱] "یعنی انس و محبت کا سال کہا جاتا ہے (۲۲).چنانچہ یہ سال مسلمانوں کے لئے نہایت ہی پر خیرو برکت اور سازگار رہا .

اس سال مسلمانوں نے تقریباً تیس جنگی معرکے کئے اور بیشتر مواقع پر وہ فتح و کامیابی سے ہمکنار ہوئے .اور دشمن کا بہت سا مال غنیمت ہاتھ لگا (۲۳).ذیل میں ہم مختصر طور پر دو غزوات کا جائزہ لیں گے .

## غزوہ "بنی مصطلق "

قبیلہ "بنی مصطلق "کی چونکہ جنگ احد میں قریش کے ساتھ ساز باز تھی اسی لئے انہوں نے مسلمانوں کے ساتھ نبرد آزما ہونے کے لئے جنگی سامان کی فراہمی شروع کر دی .

رسول خدا" کو جب ان کی سازش کا علم ہوا تو آنحضرت "اپنے لشکر کو آمادہ جنگ ہونے کا حکم دیا .چنانچہ ماہ شعبان سن ٦ ہجری (۲۴) میں مسلمانوں کو ایک گروہ کو ساتھ لے

کر آپ ؐ دشمن کی جانب روانہ ہوئے (مریسیع)(۲۵)نامی مقام پر غنیم سے مقابلہ ہوا. اس معرکے میں سازشی گروہ کے دس (۱۰)افراد مارے گئے اور باقی چونکہ مقابلے کی تاب نہ لا سکے اس لئے انہوں نے راہ فرار اختیار کرنے میں ہی عافیت سمجھی .اور چونکہ وہ عورتوں اور بچوں کے ساتھ گرفتار ہو کر آئے تھے نیز ان کا مال جو تقریباً دو ہزار اونٹوں اور پانچ ہزار بھیڑوں پر مشتمل تھا بطور غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ میں آیا .

قیدیوں کو مدینہ منتقل کرنے کے بعد رسول خداؐ نے قبیلہ "بنی مصطلق" کے سردار "حارث ابن ابی ضرار" کی لڑکی "جویریہ" سے فدیہ ادا کرنے کے بعد نکاح کر لیا .

مسلمانوں نے جب یہ دیکھا کہ اس شادی کے ذریعے قبیلہ بنی مصطلق اور رسول خداؐ کے درمیان قرابت داری ہو گئی ہے تو انہوں نے فدیہ لئے بغیر ہی تمام قیدیوں کو یہ کہہ کر آزاد کر دیا کہ یہ بھی رسول خداؐ کے رشتہ دار ہیں .

اس پر برکت رشتہ ازدواج اور رسول خداؐ نیز مسلمانوں کے حسن سلوک کے باعث قیدیوں کے دل دین اسلام کی جانب مائل ہو گئے .چنانچہ ان سب نے دین اسلام قبول کرنے کا شرف حاصل کیا اور ہنسی خوشی اپنے اپنے وطن واپس چلے گئے (۲۶)

## ۲۔ صلح حدیبیہ

سنہ ۶'۵ ہجری کے دوران محاذ حق پر مسلمانوں کو جو پے در پے فتوحات نصیب ہوئیں ان کے باعث سیاسی 'اقتصادی نیز عسکری اعتبار سے اسلام کی حیثیت "جزیرہ نما عرب" میں پہلے سے کہیں زیادہ مستحکم و پایدار ہو گئی .اس کے ساتھ ہی رسول خداؐ کے لئے یہ امکانات قوی طور پر روشن ہو گئے کہ قریش کی سازشوں سے بلا خوف و خطر اور اسلحہ و ساز و سامان جنگ کے بغیر مکہ کا سفر اختیار کر کے زیارت کعبہ سے مشرف ہو سکیں .چنانچہ آپ ؐ نے اندرون و بیرون مدینہ اعلان کرایا کہ لوگ اپنے اس عبادی سیاسی سفر کی تیاری کریں .

تقریباً چودہ(۱۴۰۰)پندرہ (۱۵۰۰)سو یا سولہ (۱۶۰۰)سو سے زیادہ افراد نے اس سفر پر روانہ ہونے کے لئے آمادگی ظاہر کردی۔ رسول خدا ؐ نے ان سے فرمایاکہ

اس سفر پر جانے کا ہمارا مقصد جنگ نہیں بلکہ عمرہ کرنا ہے۔ چنانچہ ہر شخص اپنے ساتھ ایک تلوار اس وجہ سے لے سکتا ہے کہ یہ مسافروں کے لئے ضروری ہے ۔

اس کے بعد رسول خدا ؐ نے قربانی کیلئے ستر(۷۰)اونٹ اپنے ساتھ لئے ۔

آنحضرت ؐ کے علاوہ اصحاب نے بھی قربانی کے مقصد کے لئے اونٹ اپنے ساتھ لئے ۔

رسول خدا ؐ نے "ذوالحلیفہ "نامی مقام پر احرام باندھا اور پہلی ذی القعدہ سنہ ۶ ہجری خانہ خدا کی زیارت کی خاطر مدینہ سے مکہ کی جانب روانہ ہوئے (۲۷)

مخالفین

مسلمانوں کی اس مختصر تعداد کے ساتھ رسول خدا ؐ کا سفر مکہ اختیار کرنا اور وہ بھی عسکری ساز و سامان کے بغیر خطرات سے خالی نہ تھا۔ کیونکہ یہ ظاہر تھا کہ قریش اسلام پر کاری ضرب لگانے نیز رسول خدا ؐ کو اپنے راستے سے ہٹانے کے علاوہ کچھ سوچتے ہی نہیں تھے اور گزشتہ چند سال کے دوران ان کا سابقہ رسول خدا ؐ کے ساتھ میدان جنگ میں اس طرح پڑا تھا کہ ہر بار منہ کی کھائی تھی ۔تو جب رسول خدا ؐ کو صحابہ کی اس مختصر جماعت کے ساتھ دیکھیں گے تو انہیں معلوم ہوگا کہ آنحضرت ؐ بغیر اسلحہ کے تشریف لا رہے ہیں تو وہ اس موقعے سے فائدہ اٹھائیں گے اور اسلام و پیغمبر اکرم ؐ کا کام تمام کر دیں گے ۔

چنانچہ اسی وجہ سے منافقین اور صحرا نشین عربوں نے رسول خدا ؐ کے ساتھ مکہ جانے سے اجتناب کیا اور یہ نتیجہ اخذ کیا کہ اگر وہ مسلمانوں کی اس مختصر جماعت کے ساتھ بغیر اسلحہ کے جائیں گے تو ہرگز مدینہ واپس نہ آسکیں گے ۔اور جب قریش اس جماعت کو معمولی ساز و سامان کے ساتھ دیکھیں گے تو انہیں نیست و نابود کر دیں گے(۲۸) ۔

چنانچہ قرآن مجید نے ان کے گمان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ

بل ظننتم ان لن ینقلب الرسول و المومنون الی اہلیہم ابدا

بلکہ تو نے تو سمجھا کہ رسول اور مومنین اپنے گھروں میں ہرگز پلٹ کر نہ آسکیں گے

## قریش کی مخالفت

مشرکین مکہ کو معلوم ہو گیا کہ رسول خداؐ ان کے شہر کی طرف تشریف لا رہے ہیں چنانچہ انہوں نے سپاہ اسلام کو مکہ میں داخل ہونے سے روکنے کے لئے "خالد بن ولید" کو دو (۲۰۰) سو سواروں کے ہمراہ رسول خداؐ کی جانب روانہ کیا .

رسول خداؐ نے اس خیال کے پیش نظر کہ دشمن سے مقابلہ نہ ہو راستہ کو بدل کر اپنا سفر جاری رکھا. اور "حدیبیہ"[۲۹] نامی جگہ پر قیام فرمایا[۳۰]. لشکر" خالد" بھی رسول خداؐ کا تعاقب کرتا ہوا سپاہ اسلام کے نزدیک پہنچ گیا اور وہیں اس نے پڑاو ڈالا .

رسول خداؐ حرمت کے مہینے کا پاس و احترام کرتے ہوئے اس مقصد کے تحت جو آپؐ کے پیش نظر تھا کوشاں تھے کہ کسی قسم کا تصادم نہ ہو .

## مذاکرات کا آغاز

پہلے قریش نے اپنے نمایندے رسول خداؐ کی خدمت میں بھیجے تاکہ یہ جاننے کے ساتھ کہ آنحضرتؐ نے یہ سفر کس مقصد سے اختیار کیا ہے ضروری اطلاعات بھی حاصل کرلیں. رسول خداؐ نے نمایندگان قریش کو جواب دیتے ہوئے تاکید سے فرمایا کہ ہم جنگ کرنے کے لئے نہیں آئے ہیں بلکہ ہمارا تو مقصد عمرہ اور زیارت کعبہ سے مشرف ہونا ہے لیکن قریش نے ایسی سختی اختیار کی کہ وہ کسی طرح بھی پیغمبر اکرمؐ کی مسالمت آمیز روش کے ساتھ نرمی برتنا نہیں چاہتے تھے .بلکہ انہوں نے رسول خداؐ کے اس نرم رویے کا غلط فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے لشکر کے پچاس (۵۰) سپاہیوں کو اس کام کے لئے مقرر کر دیا کہ وہ سپاہ اسلام کے نزدیک پہنچیں اور چند لوگوں کو گرفتار کر

کے لے آئیں . لیکن سپاہ اسلام کے پاسبان چونکہ مستعد تھے انہوں نے ان سب کو گرفتار کرلیا .اور رسول خداؐ کی خدمت میں پیش کردیا .رسول خداؐ نے انہیں یہ بتانے کے لئے کہ آپؐ کا رویہ صلح جویانہ ہے ان سب کو آزاد کردیا .

جب نمایندگان قریش کی آمد و رفت کا کوئی فائدہ نہ ہوا تو رسول خداؐ نے اپنے نمایندے قریش کی جانب روانہ کئے . لیکن انہوں نے نمایندگان کے ساتھ بد سلوکی کی .ان میں سے ایک کے پیچھے اونٹ دوڑا کر ان کی جان لینے کیا قصد کیا اور دوسرے کو اپنے پاس روک لیا[۳۱] ..

بیت رضوان

جب رسول خداؐ کے آخری نمایندے (عثمان)واپس نہ آئے تو اس افواہ کو تقویت ملی کہ انہیں قتل کردیا گیا ہے .اور یہ بات رسول خداؐ اور مسلمانوں پر بہت شاق گزری.

اس پر رسول خداؐ نے فرمایا کہ:جب تک قریش کے معاملے کا تصفیہ نہ ہو گا ہم یہاں سے نہیں جائیں گے "اور آنحضرتؐ نے مسلمانوں سے کہا کہ وہ اس مسئلے کے بارے میں آپؐ کے دست مبارک پر بیعت کریں . مسلمین نے اس درخت کے نیچے جس کا نام "سمرہ" تھا یہ بیعت کی کہ مرتے دم تک ہم آپؐ کے ساتھ ہیں .چنانچہ یہی وہ بیعت ہے جسے "بیعت رضوان "سے تعبیر کیا گیا ہے اور قرآن مجید میں بھی اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے .

لقد رضی اللہ عن المومنین اذیبا یعونک تحت الشجرۃ ○ فعلم مافی قلوبھم فانزل السکینتہ علیھم و اثابھم فتحا قریبا [۳۲]

(اللہ مومنین سے اس وقت خوش ہو گیا جب وہ درخت کے نیچے تم سے بیعت کر رہے تھے .ان کے دلوں کا حال اس کو معلوم تھا اسی لئے اس نے ان پر سکون نازل فرمایا

.اور ان کو انعام میں قریبی فتح بخشی )

جب لوگ رسول خداؐ کے دست مبارک پر بیعت کر چکے تو معلوم ہوا کہ آپؐ کا نمایندہ قتل نہیں ہوا ہے .

اس وقت کے بعد قریش نے "سہیل بن عمرو "کو مصالحت کی غرض سے رسول خداؐ کی خدمت میں روانہ کیا .طویل بحث و گفتگو کے بعد صلح کا پیمان کیا گیا جس کی بنیاد پر طرفین میں یہ عہد ہوا کہ دس سال تک ایک دوسرے سے جنگ نہ کریں گے .اس سال تو مسلمان اسی جگہ سے واپس مدینہ چلے جائیں لیکن آیندہ سال بیت اللہ کی زیارت کو آسکتے ہیں . مسلمین و مشرکین کو اپنی دینی رسومات ادا کرنے کی اجازت ہو گی . طرفین کو اس بات کی بھی اجازت ہوگی کہ وہ جس قبیلے سے بھی چاہیں اپنا عہد و پیمان کرلیں .اگر قریش کے کسی فرد نے مسلمانوں کی پناہ لی تو ان کے لئے یہ لازم ہو گا کہ وہ اسے واپس کریں . لیکن قریش پر یہ پابندی عاید نہ ہوگی کہ وہ بھی کسی مسلمان پناہ گزین کو واپس کریں .

جب صلح کا عہد و پیمان ہوگیا تو رسول خداؐ اور مسلمانوں نے اپنی قربانی کے اونٹوں کو نحر کیا ،سروں کے بال ترشوا کر احرام سے باہر نکلے اور مدینہ واپس آگئے [۳۳]

## صلح حدیبیہ کے سیاسی ،اجتماعی اور مذہبی فوائد

بعض مسلمانوں کی رائے کے بر عکس[۳۴] صلح حدیبیہ اسلام کی عظیم الشان فتح و کامرانی تھی .چنانچہ قرآن نے اسے "فتح مبین "کے عنوان[۳۵] سے یاد کرتے ہوئے فرمایا ہے۔

انا فتحنالک فتحا مبینًا

اے نبی ہم نے تم کو کھلی فتح عطا کر دی

اور رسول خداؐ نے اسے "اعظم الفتوح "یعنی فتوحات میں عظیم ترین فتح سے تعبیر فرمایا ہے۔[۳۶]

اس دور کے اسلامی معاشرے کے لئے اس فتح و نصرت کے بہت سے عمدہ و سود مند نتائج بر آمد ہوئے .جن میں سے ہم بعض کا ذکر ذیل میں کریں گے .

۱۔رسول خداؐ کی پیشقدمی کے باعث ایک طرف تو صلح و امن کے امکانات روشن ہوگئے اور دوسری طرف، مکہ کے توہم پرست لوگوں پر یہ حقیقت عیاں ہوگئی کہ رسول خداؐ کے دل میں حرمت کے مہینوں ،شہر مکہ اور خانہ خدا کے لئے بہت زیادہ عقیدت و احترام ہے .

۲۔صلح حدیبیہ کی وجہ سے اسلام کو قبائلی سطح پر تسلیم کر لیا گیا اور قریش کے دلوں پر اس کی طاقت و عظمت قائم ہوگئی .اس صلح کے باعث ہی جزیرۃ نما عرب میں اسلام کے وقار کو بلندی حاصل ہوئی اور مسلمانوں کے اثر و رسوخ کے امکانات وسیع ہو گئے .

۳۔مسلمانوں پر اس وقت تک جو پابندیاں عاید تھیں وہ ختم ہو گئیں .چنانچہ اس باہمی ربط و ضبط کا ہی نتیجہ تھا کہ لوگوں نے اسلام کے بارے میں پہلے سے کہیں زیادہ اب واقفیت حاصل کی .

۴۔جزیرہ نما عرب میں دین اسلام کی اشاعت کیلئے مناسب میدان ہموار ہوگیا .اب تک مختلف قبائل کے دلوں میں اسلام کے باری میں جو غلط فہمی اور بدگمانی تھی ان کے افراد کو جب رسول خداؐ نے صلح پسندی کی دعوت عام دی گئی تو وہ لوگ اسلام کے بارے میں از سر نو غور و فکر کرنے پر مجبور ہو گئے .اور اس کی وجہ سے وہ رسول خداؐ نیز مسلمانوں کے زیادہ نزدیک آگئے . صلح حدیبیہ اور فتح مکہ کے درمیان تقریباً دو سال کا فاصلہ ہے اور یہ فتح اس حقیقت پر دلالت کرتی ہے کہ اس کے باعث مسلمانوں کے اثر و رسوخ میں روز بروز اضافہ ہوا .

۵۔اس فتح کے باعث ہی مسلمانوں پر "فتح خیبر" کی راہیں کھلیں .در حقیقت یہ یہود کا وہ

سرطانی غدود تھا جو اسلامی حکومت کیلئے بہت بڑا خطرہ بنا ہوا تھا. مکہ کا شمار بھی اس دور کی محکم ترین اسلسگاہ میں ہوتا ہے. اس کا بھی قلع قمع اسی فتح کے بعد ہوا. اور سب سے اہم بات یہ تھی کہ عرب معاشرے میں جو انقلاب رونما ہوا تھا اب وہ حجاز کے حدود سے باہر پہنچنے لگا. چنانچہ یہ صلح حدیبیہ کا ہی فیض تھا کہ رسول خداؐ کو یہ موقع مل گیا کہ آنحضرتؐ ایران ،روم ،حبشہ جیسے ممالک کے حکمرانوں کو متعدد خط روانہ کریں اور انہیں دعوت اسلام دیں .

سوالات

۱۔سپاہ احزاب کی شکست کے کیا اسباب تھے ؟مختصر طور پر بیان کیجئے .

۲۔رسول خداؐ نے کونسی جنگ کے بعد فرمایا کہ :الیوم نغزوھم ولا یغزونا مختصر الفاظ میں اس کا جواب دیجئے .

۳۔رسول خداؐ نے "بنی قریظہ "کے عہد شکن لوگوں کے ساتھ کیا سلوک کیا؟

۴ "بنی قریظہ "پر جو مسلمانوں کو فتح و نصرت حاصل ہوئی اس کیا نتائج بر آمد ہوئے ؟

۵۔غزوہ "بنی مصطلق "کا واقعہ کب اور کس وجہ سے پیش آیا .اور اس کے کیا نتائج بر آمد ہوئے ؟

۶۔قبیلہ "بنی مصطلق "کے لوگ کس وجہ سے دین اسلام کی جانب مائل ہوئے ؟

۷۔رسول خداؐ کب اور کتنے مسلمانوں کے ہمراہ عمرہ کرنے کی خاطر مکہ کی جانب روانہ ہوئے ؟

۸۔وہ کون لوگ تھے جنہوں نے غزوہ حدیبیہ میں رسول خداؐ کے ساتھ شرکت کرنے سے روگردانی کی ؟اس سفر کے بارے میں ان کی کیا رائے تھی ؟

۹ "بیعت رضوان" کس طرح اور کس مقصد کے تحت کی گئی تھی ؟

۱۰۔صلح حدیبیہ کے کیا سود مند و مفید نتائج بر آمد ہوئے ؟

## حوالہ جات

۱-سورہ احزاب آیت ۹

۲-اس کے سلسلے میں رسول خدا ؐ نے فرمایا تھا :لم یبق بیت من بیوت المشرکین الا وقد رخلہ و ھن بقتل عمرو ○ ولم یبق بیت من المسلمین الا وقد رخلہ عز بقتل عمرو بحارالانوار ج ۲۰ صفحہ ۲۰۵ (مشرکین کے گھروں میں کوئی گھر ایسا نہ بچا جس نے عمرو ابن عبدود کے قتل پر سوگ اور ذلت محسوس نہ کی ہو .اور مسلمانوں کے گھروں میں کوئی گھر ایسا نہ تھا جس نے عمرو کے قتل پر اظہار خوشی اور اس میں اپنی عزت محسوس نہ کی ہو ).

۳-اس واقعہ کی تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو :السیرۃ الحلبیہ ج ۲ صفحہ ۳۲۴ ۳۲۶.

۴-الارشاد صفحہ ۵۶ و بحارالانوار ج ۲۰ صفحہ ۲۰۹ .

۵-المغازی ج ۲ صفحہ ۴۹۶ .

۶-المغازی ج ۲ صفحہ ۴۹۶ .

۷-السیرہ الحلبیہ ج ۲ صفحہ ۳۳۳ .

۸-ایضا ج ۲ صفحہ ۳۳۳.

۹ "سعد "حاکم مقرر کئے جانے کی ممکن ہے یہ وجہ ہو کہ چونکہ قبیلہ اوس اور یہود بنی قریظہ کے درمیان باہمی معاہدہ تھا اور جب مسلمانوں کے ہاتھوں یہودی گرفتار ہو کر آرہے تھے تو اویس قبیلہ کی ایک جماعت رسول خدا ؐ کی خدمت میں حاضر ہوئی تھی اور آنحضرت ؐ سے اصرار کے ساتھ درخواست کی تھی کہ ان کی خاطر "بنی قریظہ "کو بالکل اسی طرح آزاد کر دیا جائے جیسے کہ "بنی قینقاع "کو عبداللہ ابن ابی خزرجی کی درخواست پر رہا کیا گیا تھا .رسول خدا ؐ نے اس خیال کے پیش نظر کہ وہ یہ محسوس نہ کریں کہ ان کے ساتھ امتیازی سلوک روا رکھا جارہا ہے ان کے سردار کو حاکم مقرر فرمایا .

۱۰ "ابو عزہ "وہ مشرک تھا جو اشعار میں رسول خدا ؐ اور دین اسلام کی ہجو کیا کرتا تھا .جنگ بدر میں وہ اسیر ہوا . اور اس قدر گریہ و زاری کی کہ رسول خدا ؐ نے اسے فدیہ لئے بغیر ہی اس شرط پر آزاد کر دیا کہ وہ اسلام کے

خلاف آیندہ کوئی اقدام نہ کرے گا۔ لیکن اس نے اپنے عہد کا پاس نہ کیا اور جنگ احد میں بھی شریک ہوا۔ اور اشعار میں رسول خدا" کی ہجو بھی کی۔ چنانچہ غزوہ "حمراء" میں جب وہ دوبارہ گرفتار ہو کر آیا اور رسول خدا" سے معافی کی درخواست کی تو آنحضرت" نے فرمایا کہ "لا یلدغ المومن من حجر مرتین (مومن ایک سوراخ سے دو بار نہیں ڈسا جاتا۔) اور اس کے قتل کئے جانے کا حکم صادر فرمایا۔

۱۱-السیرۃ النبویہ ج ۳ صفحہ ۲۵۲، السیرہ الحلبیہ ج ۲ صفحہ ۳۴۰۔

۱۲-اعلام الوری صفحہ ۷۹۔

۱۳-تاریخ تحلیلی اسلام تالیف ڈاکٹر سید جعفر شہیدی صفحات ۷۳ ۷۵۔

۱۴-قرآن مجید نے جنگ احزاب میں "بنی قریظہ" کے کردار کو اس طرح بیان فرمایا ہے "وانزل الذین ظابرو هم من اهل الكتاب من صياصيهم و قذف فی قلوبهم الرعب فريقا تقتلوا و تاسرون فريقا و او رثكم ارضهم و ديارهم و اموالهم و ارضا لم تطؤاها و كان الله على كل شی قدير (احزاب ۲۶ ۲۷۔) (پھر اہل کتاب میں سے جن لوگوں نے ان حملہ آوروں کا ساتھ دیا تھا، اللہ ان کے قلعوں سے انہیں اتار لایا اور ان کے دلوں میں ایسا رعب ڈال دیا کہ آج ان میں سے ایک گروہ کو تم قتل کر رہے ہو اور دوسرے گروہ کو قید کر رہے ہو۔ اور ان کے اموال کا وارث بنا دیا اور وہ علاقہ تمہیں دیا جسے تم نے کبھی پامال نہ کیا تھا۔ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔)

۱۵-الارشاد صفحہ ۵۸۔

۱۶-مناقب آل ابی طالب ج ۱ صفحات ۱۹۹ ۲۰۰۔

۱۷-تفسیر القمی ج ۲ صفحات ۱۸۹ ۱۹۲۔

۱۸-اعلام الوری صفحہ ۱۰۲ و مجمع البیان ج ۷ ۸ صفحات ۳۵۲ ۳۵۳۔

۱۹-بحار الانوار ج ۲۰ صفحات ۲۱۰ ۲۱۲۔

۲۰-المیزان ج ۱۶ صفحہ ۲۰۳۔

۲۱-التنبیہ الاشراف، سعودی، صفحہ ۲۱۸۔

۲۲۔اس کی وجہ تسمیہ شاید یہ تھی کہ اس سال صلح حدیبیہ کے فیض سے مسلمین اور غیر مسلمین کے درمیان دیگر برسوں کے بہ نسبت تعلقات زیادہ خوشگوار رہے اور مختلف افراد ایک دوسرے کے ساتھ بالخصوص اسلامؐ رسول خداؐ سے زیادہ مانوس ہوئے .

۲۳۔ان غزوات و حربات سے متعلق مزید اطلاع کے لئے ملاحظہ ہو :تاریخ پیامبرؐ تالیف آیتی مرحوم صفحات ۳۹۰ ۴۲۵.

۲۴۔واقدی اور ابن سعد نے لکھا ہے کہ یہ غزوہ ماہ شعبان سنہ ۵ ہجری میں پیش آیا .ملاحظہ ہو :المغازی ج ۱ صفحہ ۴۰۴ و الطبقات الکبری ج ۲ صفحہ ۶۳ .

۲۵؎ -فرید "نامی مقام کے نواح میں ساحل کی جانب آبی منطقہ ہے معجم البلدان ج ۵ صفحہ ۱۱۸ .

۲۶۔ملاحظہ ہو:السیرہ النبویہ ج ۳ صفحات ۳۰۷ ۳۰۸.

۲۷۔المغازی ج ۲ صفحات ۵۷۲ ۵۷۴و الطبقات الکبری ج ۲ صفحہ ۹۵.

۲۸ -المغازی ج ۲ صفحات ۵۷۴ ۵۷۵.

۲۹۔سورہ فتح آیت ۱۲.

۳۰ -یہ جگہ مکہ سے تقریبا ۲۰ کلو میٹر دور واقع ہے .کیونکہ یہاں پانی کا کنواں یا درخت کثرت سے تھے اس لئے یہ جگہ اس نام سے مشہور ہوئی (ملاحظہ ہو :معجم البلدان ج ۲ صفحہ ۲۲۹ ) آج یہ مقام مکہ کے بالکل کنارے پر واقع ہے .

۳۱۔ملاحظہ ہو :السیرۃ النبویہ ج ۳ صفحات ۳۲۵ ۳۲۹.

۳۲۔سورہ فتح آیت ۱۸.

۳۳ -السیرۃ النبویہ ج ۳ صفحات ۳۳۰ ۳۳۴.

۳۴۔ان کا کہنا تھا کہ یہ کیسی فتح ہے ہمیں نہ تو زیارت خانہ کعبہ میسر آئی اور نہ ہی ہم منا میں قربانی کر سکے :نور الثقلین ج ۵ صفحہ ۴۸ .

۳۵ -سورہ فتح آیت ۱ . ۳۶. تفسیر نور الثقلین ج ۵ ص۴۸

سبق ۱۳

# جنگ موتہ

## حجاز سے یہود کے اثر و رسوخ کا خاتمہ

## دنیا کے ارباب اقتدار کو دعوت اسلام

صلح "حدیبیہ" کے بعد رسول خداؐ کو قریش کی جانب سے اطمینان خاطر ہو گیا. اب وہ وقت آگیا تھا جب کہ آنحضرتؐ حجاز کی محدود سرزمین کے باہر تبلیغ دین کے دامن کو وسعت دے سکتے تھے. چنانچہ آپؐ نے دنیا کے ارباب اقتدار کو دین اسلام کی دعوت دینے کا عزم کر لیا. اور ماہ محرم سنہ ۷ ہجری میں چھ (۶) سفیر رسول خداؐ کے چھ خط لے کر ایران، روم، حبشہ، مصر، اسکندریہ و یمامہ کی جانب روانہ ہوئے (۱).

رسول خداؐ کے خطوط جب مذکورہ بالا ممالک کے بادشاہوں تک پہنچے تو ان میں سے ہر ایک کا مختلف رد عمل ظاہر ہوا. حبشہ کے بادشاہ نجاشی اور روم کے فرمانروا "ہرقل" نے آنحضرتؐ کے رسول خداؐ ہونے کی شہادت و گواہی دی. اور کہا کہ انجیل سے ہمیں آپؐ کی آمد کے بارے میں خوشخبری مل چکی ہے اور ہماری تو یہ آرزو تھی کہ آپؐ کی رکاب میں رہنے کا شرف حاصل کریں (۲).

مصر اور اسکندر کا فرمانروا "مقوقس" اگرچہ دین اسلام سے تو مشرف نہ ہو سکا لیکن رسول خداؐ کے خط کا جواب اس نے بہت نرم لہجے میں دیا اور ساتھ ہی چند تحائف بھی روانہ کئے. انہی میں حضرت "ماریہ قبطیہ" بھی شامل تھیں جن کے بطن سے رسول خداؐ کے فرزند حضرت ابراہیم کی ولادت ہوئی (۳).

"تخوم شام" کے حاکم "حارث بن ابی شمیر" یمامہ کے فرمانروا "سلیط بن عمرو" اور بادشاہ ایران "خسرو پرویز" نے اس بنا پر کہ ان کے دلوں میں حکومت کی چاہ تھی رسول خداؐ کے خط کا جواب نفی میں دیا

بادشاہ ایران نے رسول خداؐ کے نامہ مبارک کو چاک چاک کرنے کے علاوہ یمن "کے فرمانروا کو اس وجہ سے کہ وہ اس کے تابع تھا اس کام پر مقرر کیا کہ دو افراد کو حجاز بھیجا تاکہ رسول خداؐ کے بارے میں تحقیقات کریں (۴).

رسول خداؐ جب "صلح حدیبیہ "کے فیض و برکت سے جنوبی منطقے (مکہ) کی طرف سے مطمئن ہو گئے تو آپؐ نے فیصلہ کیا کہ وہ یہودی جو مدینہ کے شمال میں آباد ہیں ان کے مسئلے کو یک طرفہ کر دیں کیونکہ ان کا وجود اسلامی حکومت کیلئے خطرہ ہونے کے علاوہ شمالی حدود میں اسلام کی توسیع و تبلیغ میں بھی مانع تھا۔جن حالات کے تحت بڑی طاقتوں نے خواہ رسول خداؐ کے قطعی فیصلے اور عزم راسخ کی بنیاد پر دین اسلام قبول کیا تھا خواہ انہیں حکومت کی چاہ نے شدید رد عمل کے لئے مجبور کیا ہو۔بہر صورت ضروری تھا کہ اسلامی حکومت کا اندرونی حلقہ ان خیانت کار عوامل اور ان غدار اقلیتوں سے پاک و صاف رہے جو دشمن کے ساتھ سازباز کئے ہوئے تھیں۔تاکہ جنگ "احد " احزاب "جیسے واقعات دوبارہ رونما نہ ہوں۔اور ایسا میدان ہموار ہو جائے کہ بالفرض باہر سے کسی عسکری و اقتصادی خطرے کا احتمال ہو تو اس کا سد باب جا سکے .

غزوہ خیبر (۵)

خیبر یہودیوں کی مضبوط ترین عسکری اسلسگاہ تھی۔کہ جس میں دس ہزار سے زیادہ جنگجو (۶)سپاہی مقیم تھے۔رسول خداؐ نے فیصلہ کیا کہ سب سے پہلے اس جگہ کو ان کے وجود سے پاک کیا جائے۔چنانچہ ماہ محرم سنہ ۷ ہجری میں سولہ (۱۶۰۰)سو جنگ آزما سپاہیوں کو ساتھ لے کر آپؐ مدینہ سے خیبر کی جانب روانہ ہوئے۔اور راتوں رات ان کے قلعوں کا محاصرہ کر لیا۔اس لشکر کے پرچمدار بھی حضرت علی(ع)ہی تھے .

قلعہ داروں نے یہ فیصلہ کیا کہ اہل و عیال کو ایک قلعے میں اور ساز و سامان و خوراک دوسرے قلعے میں جس کا نام "امن "تھا محفوظ کر دیں۔اس اقدام کے بعد انہوں

نے ہر قلعے کے تیر اندازوں کو حکم دیا کہ مسلم سپاہ کو قلعے کے اندر داخل ہونے سے روکیں .اور اگر ضرورت پیش آئے تو اس دشمن سے جو قلعے کے باہر موجود ہے جنگ کریں (۷).

سپاہ اسلام نے دشمن کے سات قلعوں میں سے پانچ قلعے فتح کر لئے جس میں تقریبا پچاس(۵۰) مجاہدین اسلام زخمی ہوئے اور ایک کو شہادت نصیب ہوئی .

باقی دو قلعوں کو فتح کرنے کیلئے رسول خداؐ نے پہلے پرچم ابوبکر کو دیا مگر انہیں اس مقصد میں کامیابی نصیب نہ ہوئی اگلے دن عمر کو سپاہ کی فرمانداری دی گئی لیکن وہ بھی کامیاب نہ ہو سکے .

تیسرے روز حضرت علی(ع) کو یہ قلعہ فتح کرنے کیلئے مقرر کیا گیا. آپ(ع) نے پرچم سنبھالا اور دشمن پر حملہ کرنے کیلئے روانہ ہوگئے .

یہود کے بہادروں میں "مرحب "کا نام شجاعت و دلیری میں شہرت یافتہ تھا وہ زرہ و فولاد میں غرق قلعے سے نکل کر باہر آیا .دو جانبازوں کے درمیان نبرد آزمائی شروع ہوئی . دونوں ایک دوسرے پر وار کرتے اور کاری ضرب لگاتے رہے .اچانک حضرت (ع) کی شمشیر براں مرحب کے سر پر پڑی جس کے باعث اس کے خود اور استخوان سر کے دو ٹکڑے ہو گئے .مرحب کے ساتھیوں نے جب یہ منظر دیکھا تو ان کے حوصلے پست ہو گئے چنانچہ فرار کر کے قلعے میں پناہ گزیں ہوئے .جہاں انہوں نے اپنے اوپر اس کا دروازہ بھی بند کر لیا اور حضرت علی(ع) نے اپنی روحانی طاقت اور قدرت خدا کی مدد سے قلعے کے اس دروازے کو جسے کھولنے اور بند کرنے پر بیس(۸۰) آدمی مقرر تھے اکھاڑ لیا اور قلعہ باہر بنی ہوئی خندق پر بھا دیا تاکہ سپاہی اس پر سے گزر کر قلعے میں داخل ہو سکیں (۹).

امیر المومنین حضرت علی(ع) نے دشمن کے سب سے زیادہ محکم و مضبوط قلعہ کو فتح کر کے فتنہ خیبر کا خاتمہ کر دیا .اور یہودیوں نے اپنی شکست تسلیم کر لی .اس جنگ میں

پندرہ مسلمان شہید اور ترانوے (۹۳) یہودی تہ تیغ ہوئے (۱۰).

یہودیوں پر فتح پانے کے بعد اگر رسول خداؐ چاہتے تو تمام خیانت کاروں کو سزائے قتل دے سکتے تھے، انہیں شہربدر اور ان کے تمام مال کو ضبط کیا جا سکتا تھا. مگر آنحضرت نے ان کے حق میں درگذشت اور فراخ دلی سے کام لیا چنانچہ انہی کی تجویز پر انھیں یہ اجازت دے دی گئی کہ اگر چاہیں تو اپنے ہی وطن میں رہیں اور اپنے دینی احکام کو پوری آزادی کے ساتھ انجام دیں بشرطیکہ ہر سال اپنی آمدنی کا نصف حصہ بطور جزیہ اسلامی حکومت کو ادا کریں. اور رسول خداؐ جب بھی مصلحت سمجھیں گے انہیں خیبر سے نکال دیں گے (۱۱).

غزوہ خیبر میں "حی بن اخطب" کی دختر صفیہ "دوران جنگ مسلمانوں کی قید میں آئی تھیں. رسول خداؐ نے "غزوہ خیبر" سے فراغت پانے کے بعد پہلے تو انہیں آزاد کیا اور اس سے نکاح کر لیا[۱۲]. اسی عرصے میں یہ اطلاع ملی کہ حضرت "جعفر بن ابی طالب" حبشہ سے واپس آگئے ہیں. جسے سن کر آنحضرتؐ نے فرمایا کہ: ان دو خبروں میں سے کس پر اپنی مسرت کا اظہار کروں. جعفر کی آمد پر یا خیبر کے فتح ہونے پر (۱۳).

## فدک

خیبر کے یہودیوں پر فتح پانے کے بعد مسلمانوں کا سیاسی، اقتصادی اور نظامی مقام و مرتبہ بہت بلند ہوگیا. اس منطقے میں آباد یہودیوں پر کاری ضرب لگی اور ان پر مسلمانوں کا رعب بیٹھ گیا.

رسول خداؐ کو جب خیبر کے یہودیوں کی طرف سے یکسوئی ہوئی تو آنحضرتؐ نے حضرت علی(ع) کو وفد کے ہمراہ "فدک (۱۴)" کے یہودیوں کے پاس روانہ کیا اور فرمایا کہ یا تو وہ دین اسلام قبول کریں یا جزیہ دیں اور یا جنگ کیلئے تیار ہو جائیں.

فدک کے یہودی اپنی آنکھوں سے خیبر کے یہودیوں کی شکست و ریخت دیکھ

چکے تھے اور انہیں یہ بھی معلوم تھا کہ انہوں نے رسول خداؐ کے ساتھ مصالحت کر لی ہے اسی لئے انہوں نے صلح کو قتل قید و بند پر ترجیح دی .اور اس بات کیلئے آمادہ ہو گئے کہ ان کے ساتھ بھی وہی سلوک کیا جائے جو خیبر کے یہودیوں کے ساتھ روا رکھا گیا ہے .رسول خداؐ نے ان کی درخواست کو قبول کر لیا(۱۵) چونکہ فدک کسی جنگ و خون ریزی کے بغیر فتح ہو گیا تھا اسی لئے اسے خالص رسول ؐ کی ذاتی ملکیت میں شامل کر لیا گیا .اس جگہ کے متعلق ایسی بہت سی روایات موجود ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ خداوند تعالی کے حکم سے رسول خداؐ نے فدک اپنی دختر نیک اختر حضرت فاطمہ علیہا السلام کو عطا کر دیا. (۱۶)

## غزوہ وادی القرای

رسول خداؐ نے یہود کی "خیبر "اور "فدک "جیسی پناہ گاہوں کو نیست و نابود کرنے کے بعد "وادی القری "کی تسخیر کا ارادہ کیا اور یہودیوں کے قلعے کا محاصرہ کر لیا. انہوں نے جب یہ دیکھا کہ قلعہ بند رہنے سے کوئی فائدہ نہیں تو انہوں نے بھی اپنی شکست تسلیم کر لی .رسول خداؐ نے ان کے ساتھ بھی وہی عہد و پیمان کیا جو اب سے قبل خیبر کے یہودیوں کے ساتھ کیا جاچکا تھا (۱۷)

"تیماء"(۱۸) کے یہودیوں نے کہ جو "تیماء یہود "کے نام سے مشہور(۱۹) اور اس کے باشندے رسول خداؐ کے سخت دشمن تھے .جب دوسرے بھائیوں کی یہ حالت دیکھی تو ان سے درس عبرت حاصل کیا اور اس سے قبل کہ رسول خداؐ ان کی گوشمالی کیلئے ان کی جانب رخ کریں وہ خود ہی آنحضرت ؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ وعدہ کر کے کہ "جزیہ "ادا کریں گے رسول خداؐ سے معاہدہ (۲۰) صلح کر لیا .اور اس طرح حجاز میں جتنے بھی یہودی آباد تھے انہوں نے اپنی شکست قبول کر لی اور یہ تسلیم کر لیا کہ اس منطقے کی اصل طاقت اسلام ہی ہے .

## مکہ کی جانب روانگی

جب حجاز میں اندرونی طور پر امن بحال ہو گیا اور دشمنوں کو اسلحہ سے بے دخل کر کے شورشوں اور سازشوں کا قلع قمع کر دیا گیا نیز صلح "حدیبیہ" کو ایک سال گزر گیا تو رسول خداؐ نے فیصلہ کیا کہ اصحاب کے ہمراہ مکہ تشریف لے جائیں اور زیارت کعبہ سے مشرف ہوں .چنانچہ بتاریخ اول ذی القعدہ سنہ ۷ ہجری میں آنحضرتؐ دو ہزار (۲۰۰۰) مسلم افراد کے ہمراہ عمرہ کرنے کی نیت سے مکہ کی جانب روانہ ہوئے .

وہ قافلہ جو عمرہ کرنے کی نیت سے روانہ ہوا تھا اس کے آگے سو (۱۰۰) مسلح گھڑ سوار چل رہے تھے تاکہ دشمن کی طرف سے کوئی خطرہ ہو تو وہ ان مسافرین کا دفاع کر سکیں جن کے پاس اتنا ہی اسلحہ تھا جسے عام مسافر وقت سفر ان دنوں رکھا کرتے تھے .

جس وقت مسلح سپاہ اسلام کا پیش دستہ "مرالظہران (۲۱)" نامی مقام پر پہنچا تو قریش کے سرداروں کو مسافرین کی آمد کا علم ہوا .چنانچہ انہوں نے یہ اعتراض کیا کہ اسلحہ کے ساتھ مکہ میں داخل ہونا صلح "حدیبیہ" کے معاہدے کی خلاف ورزی ہے .

اس پر رسول خداؐ نے فرمایا کہ :ہم اسلحہ ساتھ لے کر حرم میں نہیں جائیں گے .

مشرکین نے مکہ خالی کر دیا اور اطراف کے پہاڑوں پر چڑھ گئے تاکہ رسول خداؐ اور اصحاب رسول کی تبلیغ سے محفوظ رہتے ہوئے ان کی حرکات نیز افعال کا مشاہدہ کر سکیں .

رسول اکرمؐ خاص جاہ و جلال کے ساتھ مکہ میں تشریف فرما ہوئے .جس وقت آپؐ خانہ کعبہ کی جانب تشریف لے جا رہے تھے تو فضا "لبیک اللھم لبیک" کے نعروں سے ایسی گونج رہی تھی کہ مشرکین کے دلوں پر غیر معمولی رعب و خوف طاری تھا .

ناقہ رسول اکرمؐ کی زمام حضرت "عبداللہ بن رواحہ" پکڑ کر چل رہے تھے .وہ نہایت ہی فخریہ انداز میں رجزیہ بیت پڑھ رہے تھے .

خلوابنی الکفار عن سبیلہ خلوافکل الخیر فی رسولہ ((۲۲)

اے کفار کی اولاد رسول خدا ؐ کے لئے راستہ صاف کر دو .انہیں آگے آنے کیلئے راستہ دو کیونکہ آنحضرت ؐ ہر خیر کا منبع اور ہر نیکی کا سرچشمہ ہیں ).

رسول خدا ؐ پر اصحاب رسول پروانہ وار نثار تھے چنانچہ آپ ؐ ان کے حلقے میں خاص رعب و دبدبے کے ساتھ داخل مکہ ہوئے .اور طواف کرنے کیلئے "مسجد الحرام" میں تشریف لے گئے

اس سیاسی عبادی سفر سے جس قدر ممکن ہو سکتا تھا اس کا فائدہ اٹھانے کی خاطر رسول خدا ؐ نے فرمایا کہ زائرین زیادہ سے زیادہ اپنی دینی قوت کا مظاہرہ کریں (۲۳) نیز جس وقت طواف کریں تو حرکت تیزی کے ساتھ کی جائے .احرام کے کپڑے کو اپنے جسم کے ساتھ اس طرح لپٹیں کہ قوی و تنو مند بازو لوگوں کو نظر آئیں تاکہ دیکھنے والوں پر ان کی ہیبت طاری ہو (۲۴).

ظہر کے وقت حضرت "بلال" کو اس کام کیلئے مقرر کیا گیا کہ وہ خانہ کعبہ کی چھت پر جائیں اور وہاں سے آذان دیں تاکہ خداوند تعالی کی وحدانیت اور رسول خدا ؐ کی عظمت مجسم کا اہل مکہ عینی مشاہدہ کر سکیں .اور جو لوگ فرار کر کے پہاڑوں پر چلے گئے ہیں وہ یہ بات اچھی طرح جان لیں کہ اب وقت فرار گزر چکا ہے .واپس آجاو .نماز اور فلاح و بہبود کی جانب آنے میں جلدی کرو .

حی علی الصلوٰۃ ،حی علی الفلاح

حضرت بلال کی اس آواز نے قریش سرداروں پر ہر کچل دینے والی ضرب اور ہر شمشیر براں سے زیادہ اثر کیا .اور انتہائی طیش و غضب میں آکر ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ "خدا کا شکر ہے کہ ہمارے باپ دادا اس غلام کی آواز سننے سے پہلے ہی اس دنیا سے کوچ کر گئے اور انہیں یہ دن دیکھنا نصیب نہ ہوا .

اس طرح "عمرۃ القضا" ادا ہوا. جس کے ذریعے خانہ کعبہ کی زیارت بھی ہوگئی اور عبادت بھی. اس کے ساتھ ہی کفر کو اسلام کی طاقت کا اندازہ اور آیندہ سال فتح مکہ کا میدان بھی کامیابی کے ساتھ ہموار ہو گیا. چنانچہ اس کے بہت سے سیاسی ،عسکری اور ثقافتی اثرات نہ صرف اہل مکہ و قبائل اطراف بلکہ خود مسلمانوں کے قلوب پر نقش ہوئے .

یہ سیاسی عبادی تحریک قریش سرداروں کے دلوں پر ایسی شاق و گراں گزری کہ انہوں نے تین دن بعد ہی رسول خداؐ کی خدمت میں اپنا نمایندہ روانہ کیا اور کہا کہ جس قدر جلد ممکن ہو سکے مکہ سے چلے جائیں .

اس سفر میں رسول خداؐ نے مکہ کی "میمونہ" نامی خاتون سے رشتہ ازدواج قائم کیا تاکہ قریش کا تعلق آپؐ کے ساتھ مستحکم اور دشمنی و عداوت کا جزبہ کم ہو جائے کیونکہ قریش سرداروں سے قرابت داری تھی(۲۵). یہی نہیں بلکہ رسول خداؐ نے یہ بھی چاہا کہ شادی کی رسومات مکہ میں ادا کر دی جائیں اور آپؐ قریش کو دعوت ولیمہ میں مدعو فرمائیں. اگر یہ کام انجام پذیر ہو جاتا تو اہل مکہ کو اپنی طرف مائل کرنے میں موثر اقدام ہوتا. مگر افسوس اہل مکہ نے اس تجویز کو قبول نہ کیا. چنانچہ رسول خداؐ نے یہ رسم مکہ سے واپس آتے وقت "سرف "(۲۶)نامی مقام پر پوری کی (۲۷).

جنگ "موتہ "

خیبر ،فدک ،وادی القری اور تیماء جیسے یہود کے مراکز اور اہم مقامات مدینہ کے شمال اور مدینہ و شام کی شاہراہ کے درمیان واقع تھے ان کا قلع قمع ہونے کے ساتھ ہی اسلام کے لئے سیاسی و معنوی میدان شمالی سرحدوں کی جانب مزید فراہم ہو گا .

اس منطقے کی اولا اہمیت اس وجہ سے تھی کہ وہ عظیم ترین تمدن جو اس زمانے میں سیاسی ،عسکری ،اجتماعی اور ثقافتی اعتبار سے انسانی معاشرے کا اعلی و برجستہ ترین

تمدن شمار کیا جاتا تھا .یہیں پرورش پا رہا تھا .دوسری وجہ اس کا سرچشمہ آسمانی آئین و قانون تھا. یعنی وہ آئین و قانون جس کی دین اسلام سے بیشتر واقفیت و ہم آہنگی ہونے کے علاوہ اس کے اور اسلام کے درمیان بہت سی مشترک اقدار تھیں اور یہ مقام دیگر مقامات کی نسبت بہتر طور پر اور زیادہ جلدی حالات کو درک کر سکتا تھا .اس کے علاوہ جغرافیائی اعتبار سے بھی یہ جگہ مدینہ سے نزدیک تر تھی اور شاید یہی وجہ تھی کہ رسول خدا ؐ نے فتح مکہ سے قبل روم کی جانب توجہ فرمائی .

رسول خدا ؐ نے حضرت "حارث بن عمیر "کے ہاتھ اپنا خط "بصرہ "کے بادشاہ کے نام جو "قیصر "کا دست پروردہ تھا روانہ کیا .جس وقت رسول خدا ؐ کا یہ ایلچی "موتہ (۲۸) "نامی گاوں پہنچا تو "شرحبیل غسانی "نے اسے قتل کر دیا .یہ واقع رسول خدا ؐ پر انتہائی شاق گزرا .اور آنحضرت ؐ نے فورا یہ فیصلہ کر لیا کہ اس کا سد باب کیا جائے . چنانچہ آپ ؐ نے ماہ جمادی الاول سنہ ۸ ہجری میں تین ہزار سپاہ پر مشتمل لشکر "موتہ "کی جانب روانہ کر دیا .

اس وقت تک مدینہ سے باہر جتنے بھی لشکر روانہ کئے گئے ان میں سے سب سے بڑا لشکر تھا رسول خدا ؐ اسے رخصت کرنے کیلئے مسلمانوں اور سپاہ کے قرابت داروں کے ہمراہ مدینہ کے باہر تک تشریف لائے .حضرت "زید بن حارث "کو فرماندار کل نیز حضرت "جعفر بن ابی طالب "و حضرت "عبداللہ بن رواحہ "کو حضرت زید(۲۹) کا معاون اول و دوم مقرر کرنے کے بعد آپ ؐ نے اس کی وضاحت فرمائی کہ معرکہ سر کرنے کیلئے جارہے ہیں اس کیا اہمیت ہے .اس کے ساتھ ہی آنحضرت ؐ نے ان کے حق میں دعائے خیر فرمائی .

لشکر اسلام شام کی جانب روانہ ہوا ."معان "(۳۰)نامی مقام پر اطلاع ملی کہ قیصر کے دو لاکھ عرب اور رومی سپاہی "قاب "نامی مقام پر جمع ہوگئے ہیں .

یہ خبر سننے کے بعد مسلمانوں میں تردد پیدا ہوگیا. اور یہ فیصلہ نہ کر سکے کہ واپس چلے جائیں یا وہیں مقیم رہیں اور پورے واقعے کی اطلاع رسول خدا ؐ کو پہنچائیں. اسی مختصر سپاہ کو ساتھ لے کر اس فرض کو انجام دیں جس پر انہیں مقرر کیا گیا ہے اور سپاہ روم کے ساتھ جنگ کریں .

اس اثنا میں حضرت "عبداللہ بن رواحہ "اپنی جگہ سے اٹھے سپاہ کے سامنے تقریر کرتے ہوئے انہیں یہ ترغیب دلائی کہ اپنے فرض کو وہ ادا کریں اور سپاہ روم کے ساتھ نبرآزما ہوں .ان کی تقریر نے سپاہ کے اندر ایسا جوش و ولولہ پیدا کیا کہ سب نے متفقہ طور پر فیصلہ کیا کہ سپاہ روم کے ساتھ جنگ کی جائے .چنانچہ اس کے بعد وہ لشکر موتہ میں ایک دوسرے کے مقابل تھے .

حضرت زید نے پرچم سنبھالا. اور جان پر کھیل کر دوسرے مجاہدین کے ساتھ شادت کے شوق میں بجلی کی طرح کوندتے ہوئے سپاہ دشمن پر ٹوٹ پڑے .دشمن تجربہ کار و جنگ آموزدہ تھا. اس کا لشکر نیزوں ،تلواروں اور تیز رفتار تیروں سے آراستہ تھا. اور اس طرف کلمہ توحید ،جسے بلند و بالا کرنے کیلئے سپاہ اسلام نے ہر خطرہ اپنی جان پر مول لیا تھا .اور سپاہ روم پر یہ ثابت کر دیا کہ وہ اپنے دین و آئین اور مقدس مقصد کو فروغ دینے کی خاطر ان کیلئے جان تک دینے کیلئے دریغ نہیں .

دشمن کا رخ سپاہ اسلام کے پرچمدار کی جانب تھا .اس نے اسے اپنے نیزوں کے حلقے میں لے کر اسے زمین پر گرا دیا. حصرت "جعفر بن ابی طالب "نے فورا ہی پرچم کو لہرایا اور دشمن پر حملہ کر دیا .جس وقت انہوں نے خود کو دشمن کے نرغے میں ایا اور یہ یقین ہو گیا کہ شہادت قطعی ہے اس خیال سے کہ ان کا گھوڑا دشمن کے ہاتھ نہ لگے اس سے اتر گئے اور پیدل جنگ کرنے لگے .یہاں تک کہ ان کے دونوں ہاتھ قطع ہو گئے . آخر کار تقریبا اسی(۸۰) کاری زخم کھاکر شہادت سے سرخرو ہوئے .

حضرت جعفر کی شہادت کے بعد حضرت عبداللہ رواحہ نے پرچم اسلام سنبھالا۔ اور سپاہ روم کے قلب پر حملہ کر دیا۔وہ بھی دلیرانہ جنگ کرتے کرتے شہادت سے ہمکنار ہوئے۔

" خالد ابن ولید حال ہی میں مشرف بہ اسلام ہوئے تھے۔وہ بڑے ہی دلیر و جنگجو انسان تھے۔سپاہ کی تجویز رائے پر انہیں فرماندار کل مقرر کر دیا گیا۔جب انہیں جنگ کرنے میں کوئی فائدہ نظر نہ آیا تو انہوں نے اب جنگی حربہ(۳۱)جس کی وجہ سے رومیوں میں تردد پیدا ہو گیا اور اس نے اپنی فوج کو یہ سوچ کر پیچھے ہٹا دیا کہ آیا جنگ کی جائے یا نہیں ؟۔اور اپنی اس حکمت عملی سے انہوں نے دشمن کے دو لاکھ سپاہیوں سے سپاہ اسلام کو نجات دلائی۔اور واپس مدینہ آگئے (۳۲)۔

ابن ہشام نے اس جنگ میں شہداء کی تعداد بارہ(۱۲)اور واقدی نے آٹھ (۸)نفر بیان کی ہے(۳۳)

## جنگ موتہ کے نتائج

جنگ موتہ بظاہر مسلمانوں کی شکست اور فرماندارون کی موت پر تمام ہوئی۔اور قریش نے اسے اپنی دانست میں مسلمانوں کی زبونی و ناتوانی سے تعبیر کیا۔اس جنگ کے بعد وہ ایسے دلیر ہو گئے کہ انہوں نے قبیلہ "بنی بکر "کو اس وجہ سے مدد دینی شروع کر دی کہ اس کی ان لوگوں کے ساتھ سازوباز ہو چکی تھی۔جس کے پس وپشت یہ فیصلہ تھا کہ وہ ان کے اور قبیلہ "خزاعہ "کے درمیان اس بنا پر کشت و کشتار کا بازار گرم کرادیں تاکہ اس قبیلے کا رسول خداؐ کے ساتھ دوستی کا عہد و پیمان ہے۔چنانچہ انہوں نے قبیلہ " خزاعہ "کے چند افراد کو قتل کر دیا اور صلحنامہ حدیبیہ سے بھی روگرداں ہو گئے نیز رسول خداؐ کے خلاف اعلان جنگ کر دیا۔جب ہم اس جنگ کی اہمیت و قدر کے بارے میں غور و فکر کریں گے تو اس نتیجے پر پہنچیں گے کہ یہ جنگ سیاسی طور پر اور دین اسلام کی

اشاعت کیلئے نہایت سود مند و کار آمد ثابت ہوئی .کیونکہ اس وقت ایران اور روم جیسی دو بڑی طاقتوں کا اس عہد کی دنیا پر تسلط و غلبہ تھا .ان کے علاوہ جو بھی دوسری حکومتیں تھیں وہ سب انہی کی دست پروردہ تھیں .اور ان میں اتنی تاب و مجال تک نہ تھی کہ یہ سوچ سکیں کہ ایسا دن بھی آسکتا ہے کہ وہ ان کے ساتھ ہم چشمی و برتری حاصل کر سکیں گی .ان دونوں حکومتوں میں بھی رومیوں کو ایرانیوں پر اس وجہ سے برتری حاصل تھی کہ انہوں نے ایران سے جنگ و نبرد میں مقابلہ کر کے مسلسل اور لگاتار فتوحات حاصل کی تھیں .

جزیرۃ نما عربستان کو ایران نے شرقی جانب سے اور روم نے مغرب کی طرف سے اس طرح اپنے حلقے اور نرغے میں لے رکھا تھا کہ جیسے انگوٹھی کے درمیان نگینہ . اور ان دونوں ہی بڑی طاقتوں کے اس خطہ ارض سے مفادات وابستہ تھے اور انہوں نے یہاں اپنی نو آبادیات بھی قائم کر رکھی تھیں .

جنگ موتہ نے ان دنوں بڑی طاقتوں بالخصوص روم کو یہ بات سمجھادی کہ اس کا اقتدار کا زمانہ اب ختم ہوا چاہتا ہے .اور دنیا میں تیسری طاقت "اسلام" کے نام سے پورے کرو فر کے ساتھ منظر عام پر آچکی ہے .اور اس کے پیروکار ایمان کے زیر سایہ اور اس خلوص و عقیدت کی بنا پر جو انہیں اس دین اور اس کے قائد سے ہے اپنے اعلی مقاصد کو حاصل کر لیتے ہیں اور اس کی حصول کی خاطر وہ دشمن کی کثیر تعداد اور سامان جنگ کی فراوانی سی زرا بھی خوف زدہ نہیں ہوتے .چنانچہ یہی وہ کیفیت تھی جس نے ان بڑی طاقتوں کے دلوں پر اسلام کا رعب و دبدبہ قائم کر دیا .

دوسری طرف ان لوگوں کو جو جزیرہ نما عرب میں ان طاقتوں کے دست پروردہ تھے عملی طور پر یہ معلوم ہوگیا کہ وہ انگشت شمار لوگ جو مقصد و ارادے میں مضبوط و محکم ہیں روم جیسی بڑی طاقت سے جس کی سپاہ کی تعداد کل مسلمانوں کی تعداد سے

ساٹھ گنا زیادہ ہے ٹکڑے کر سکتے ہیں .اور ان کے گھروں میں گھس کر انہیں ذلیل و خوار تک کر سکتے ہیں .چنانچہ یہی وجہ تھی کہ اب دشمنان اسلام اس کی عسکری طاقت کا اعتراف کرنے لگے اور اس کی عظمت کا جزبہ ان کے دلوں میں پیدا ہو گیا .اور اب انہیں یہ بخوبی اندازہ ہو گیا کہ آیندہ مسلمان ان کے سامنے زیادہ قوی و حصلہ مندی کے ساتھ اب سے زیادہ وسیع و کشادہ تر میدانوں میں نبردآزما ہونے کیلئے نمایاں طور پر منظر عام پر آنے لگیں گے .

سوالات

۱۔رسول خداؐ نے کب اور دنیا کے کس ملک کو دین اسلام کی دعوت کا پیغام بھیجا ؟

۲۔اس دعوت کا مختلف مملک کے سربراہوں پر کیا رد عمل ہوا ؟مختصر طور پر بیان کیجئے .

۳۔غزوہ خیبر کب پیش آیا اور اس میں کیا محرکات کارِ فرما تھے ؟

۴۔غزوہ خیبر کس طرح اختتام پذیر ہوا ؟اس جنگ میں حضرت علی (ع) نے کیا کردار ادا کیا ؟

۵۔کیا رسول خداؐ کا خیبر کے یہودیوں کے علاوہ ان دیگر یہود کے ساتھ بھی جو خوشحال مدینہ میں تھے کوئی مقابلہ ہوا ؟وہ مقابلہ کس طرح اور کہاں ہوا؟

۶ "عمرۃ القضاء "کا واقعہ کب پیش آیا .اس کی ادائیگی میں کتنے لوگوں نے شرکت کی اور اس کے کیا نتائج بر آمد ہوئے ؟

۷۔سریہ "موتہ "کب واقعہ ہوا .اس میں کتنے مسلمانوں نے شرکت کی .ان کے فرمانروا کے نام کیا تھے .اس سریہ کی سیاسی و ثقافتی اہمیت کے بارے میں بتایئے .

۹۔سریہ موتہ کا کیسے خاتمہ ہوا ؟اور اس کے کیا نتائج بر آمد ہوئے ؟

حوالہ جات

۱۔الطبقات الکبری ج ۱ صفحات ۲۵۸ ۲۶۲

۲ -ایضا صفحہ ۲۵۹

۳ -ایضا ۲۶۰

۴ -ایضا ۲۵۹ ۲۶۲

۵ -یہ جگہ مدینہ سے ۸ برید یعنی ۹۶ کلو میٹر کے فاصلے پر واقع ہے (لفظ برید کیلئے ملاحظہ ہو: لسان العرب ج ۳ صفحہ ۸۱ )دونوں کے درمیان بہت سے قلعے ،کشت زار اور نخلستان واقع تھے (ملاحظہ ہو : معجم البلدان ج ۲ ،صفحہ ۴۰۹ و وفا والوفا ج ۳ ۴ ،صفحہ ۱۲۰۹)

۶ -المغازی ج ۲ صفحات ۶۳۴ ۶۳۷ - ۶۴۲ ، لیکن یعقوبی نے جنگجو سپاہ کی تعداد بیس ہزار لکھی ہے تاریخ یعقوبی ج ۲ صفحہ ۵۶ .

۷ -روایت ہے کہ :خیبر میں ایسے مضبوط قلعے تھے اور ان میں سپاہ اس کثرت سے موجود تھی کہ یہودی یہ تصور بھی نہیں کر سکتے تھے کہ رسول خداؐ ان کے ساتھ جنگ کاارادہ کریں گے چنانچہ ہر روز دس ہزای نبرد آزما سپاہی صف آرائی کرتے اور کہتے کہ کیا محمدؐ کو اتنی جرات ہو سکتی ہے کہ ہم سے دست و پنجہ نرم کریں .ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا (المغازی ج ۲ صفحہ ۶۳۷ .

۸ -دروازہ قلعہ خیبر کے بارے میں دیگر روایات بھی ملتی ہیں .جن کی رو سے اس قلعے کے کھولنے اور بند کرنے پر چالیس افراد اور بعض کے قول کے مطابق ستر افراد مقرر تھے .ملاحظہ ہو :بحارالانوار ج ۲۱ صفحہ ۴ .

۹ -ملاحظہ ہو :الارشاد صفحات ۶۵ ۶۷ ،بعض ماخذ میں یہ بھی درج ہے کہ جب حضرت علی (ع) کی سپر اس یہودی کے حملہ کرنے کی وجہ سے گر گئی تو آپ (ع) نے اس قلعے کے دروازے کو اکھاڑ لیا اور اسے بطور ڈھال استعمال کیا .ملاحظہ ہو :السیرۃ النبویہ ج ۳ صفحات ۳۴۹ ۳۵۰ .

۱۰ -المغازی ج ۲ صفحہ ۷۰۰ .

۱۱ -السیرہ النبویہ ،ابن کثیر ج ۳ صفحہ ۳۷۵ .

۱۲ -بحارالانوار ج ۲۱ صفحہ ۲۲ .

۱۳ -بحارالانوار ج ۲۱ صفحہ ۲۵ .

۱۴-یہ جگہ حجاز میں خیبر کے نزدیک واقع ہے اور مدینہ سے یہاں تک دو یا تین دن کا راستہ ہے. معجم البلدان ج ۲ صفحہ ۲۳۸ .

۱۵-بحارالانوار ج ۲۱ صفحہ ۲۲ ۲۳.

۱۶-تفسیر برہان ج ۲ صفحات ۴۱۴ ۴۱۶ ذیل آیہ شریفہ "وات ذاالقربی حقہ .

۱۷-الکامل فی تاریخ ج ۲ صفحہ ۲۲۲ .

۱۸-شام اور وادی القری کے درمیان عہد نبوی میں مدینہ سے آٹھ منزل کے فاصلے پر واقع تھی .ملاحظہ ہو: معجم البلدان ج ۲ صفحہ ۶۷ و وفاء والوفاء ج ۳ ۴ صفحہ ۱۶۴ .

۱۹-معجم البلدان ج ۲ صفحہ ۶۷ .

۲۰-التنبیہ و الاشراف صفحہ ۲۲۴ .

۲۱-یہ جگہ حرم کے نزدیک مکہ سے چند میل کے فاصلے پر واقع تھی. معجم البلدان ج ۵ صفحہ ۱۰۴ .

۲۲-السیرہ النبویہ ج ۴ صفحہ ۱۳ .

۲۳-ملاحظہ ہو: تاریخ طبری ج ۳ صفحہ ۲۴ .

۲۴-ملاحظہ ہو: السیرہ النبویہ ابن کثیر ج ۳ صفحہ ۴۳۲ .

۲۵-پروفیسر گیورگیو جن کی کتاب کا فارسی ترجمہ "محمد پیغمبری کہ از نو باید شناخت "کے زیر عنوان ہو چکا ہے .اس شادی کے بارے میں لکھتے ہیں کہ :یہ ازدواجی رشتہ پیغمبر خدا کی طرف سے نمایاں سیاسی اقدام تھا .اس ضمن میں موصوف نے مزید لکھا ہے کہ :حضرت میمونہ کی چونکہ آٹھ بہنیں اور تھیں اور ان میں سے ہر ایک کی شادی مکہ کے کسی سربرآوردہ شخص سے ہو چکی تھی اسی لئے اس کے ذریعے پیغمبر خدا کا تعلق مکہ کے آٹھ برجستہ افراد سے قائم ہو گیا .اس کے علاوہ حضرت میمونہ کی والدہ اپنی شان و شکوہ کے اعتبار سے عرب خواتین میں بے مثال سمجھی جاتی تھیں .اس کے بعد فروفیسر مذکور نے "ابن ہشام "اور دیگر سیرت نگاروں کے قول کو نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ :حضرت میمونہ کی شادی کے ذریعے در حقیقت تمام اہل مکہ کے ساتھ رشتہ و قرابت قائم کرنا مقصود تھا .اس شادی کا قابل ذکر پہلو یہ تھا کہ حضرت میمونہ کے بھتیجے خالد بن ولید مشرف بہ

اسلام ہوئے .ملاحظہ ہو :مزکورہ کتاب صفحہ ۳۴۷ .

۲۶ -یہ جگہ " تنعیم "کے نزدیک واقع ہے .السیرہ النبویہ ج ۴ صفحہ ۱۴ .

۲۷ -المغازی ج ۲ صفحات ۷۳۱ ۷۴۱ والطبقات الکبری ج ۲ صفحات ۱۲۰ ۱۲۳.

۲۸-اس کا شمار حدود شام میں بلقاء کے دیہات میں ہوتا تھا. معجم البلدان ج ۵ صفحہ ۲۲۰ .

۲۹ -اوپر متن میں جو کچھ تحریر کیا گیا ہے وہ مورخین کی تحریروں پر مبنی ہے .لیکن حضرت امام صادق (ع) سے حضرت ابان بن عثمان نے جو روایت نقل کی ہے (بحارالانوار ج ۱۲ -صفحہ ۵۵ )اور جو اشعار حضرت "کعب بن مالک "نے موتہ کے شہداء کے مرثیے میں کہے ہیں "اذ یشلون بمعضر و لوائه قدم اولهم فنعمل اول بسیرہ ابن ہشام (ج ۴ ص ۲۸ ) وہ اس امر پر دلالت کرتے ہیں کہ فرماندار کل حضرت "جعفر ابن ابی طالب "تھے نہ کہ "زید بن حارثہ "چنانچہ علامہ مجلسی مرحوم نے بھی بحار الانوار کی ج ۲۱ ص ۵۶ پر یہ عبارت درج کی ہے کہ شیعوں کا عقیدہ ہے کہ جعفر امیر اول مقرر کئے گئے تھے۔

۳۰ــــ ملک شام میں منطقہ بلقاء کا شہر اور شام و حجاز کے راستے پر واقع ہے معجم البلدان ج ۵ ص ۱۵۳.

۳۱ــــ جنگی حربہ یہ تھا کہ جب رات ہوگئی تو خالد نے سپاہ کے دائیں ،بائیں ، آگے اور پیچھے کے پرے بدل دیئے اور ہر صف سپاہ کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کر دیا۔اور ساتھ ہی نئے پرچم لہرا دیئے چنانچہ جب رومی سپاہیوں کی نظر سپاہ و پرچم اسلام پر گئی تو انھوں نے سمجھا کہ مسلمانوں کی مدد کے لئے تازہ دم لشکر آن پہونچا ہے چنانچہ اسی واہمہ کی وجہ سے ان کے دلوں پر خوف طاری ہو گیا۔ اور وہ یہ فیصلہ نہ کر سکے آیا جنگ جاری رکھی جائے یا نہیں. المغازی ج ۲ ص ۷۶۴۔

۳۲ــــ ملاحظہ ہو۔المغازی ج ۲ ص ۷۵۵ و ۷۶۴ السیرۃ النبویہ ج ۴ ص ۱۵ــــ ۲۱

۳۳ــــ المغازی ج ۲ ص ۷۶۹ .

سبق ۲۱

# غزوات فتح و حنین اور طائف

## غزوہ فتح

رسول اکرم ؐ کیلئے صلح "حدیبیہ" کے بعد یہودیوں کے خطرات دور کرنے اور مدینہ کے شمال میں آباد عرب قبائل کے درمیان عراق 'شام کی حدود تک اشاعت اسلام کو وسیع کرنے کے امکانات روشن ہو گئے. قلمرو اسلام میں اب تنہا جو طاقت باقی رہ گئی تھی اور جس کا وجود عربستان کے باہر ترویج اسلام کیلئے خطرہ بنا ہوا تھا وہ قریش مکہ تھے. دشمن کی اس اساسی پایگاہ کی دو اہم ترین خصوصیات تھیں. پہلی تو یہ کہ یہ شہر بہت سے مسلمانوں نیز رسول خداؐ کا وطن تھا. اور دوسری وجہ یہ بھی کہ کعبہ ابراہیم (ع) یعنی اساسی مرکز توحید اور ان کا قبلہ اسی شہر میں واقع تھا. ان دو وجوہ کے علاوہ مسلمانوں نے اپنی اسلامی زندگی کے دوران جو صدمات برداشت کئے ان میں سے اکثر و بیشتر اسی شہر کے لوگوں نے انہیں پہنچائے تھے. مذکورہ بالا وجوہ کی بنا پر مکہ کا شمار ان اہم ترین مراکز میں ہوتا تھا جنہیں رسول خداؐ جزیرہ نما عرب میں دشمن کے وجود سے پاک و صاف کر دینا چاہتے تھے. اور یہی منصوبہ عرصے سے آنحضرتؐ کے پیش نظر تھا.

غزوہ "حدیبیہ" اور "عمرۃ القضاء" دو ایسے بڑے کامیاب معرکے تھے کہ جن کے باعث قریش کی عسکری بالا دستی اور مکہ پر اجارہ داری ختم ہو گئی اور مسلمانوں کے لئے مکہ واپس آنے 'مناسک حج ادا کرنے اور اشاعت دین کے لئے راہیں ہموار ہو گئیں مگر اس کے باوجود قریش کی سیاسی و ثقافتی برتری اور لعنت شرک و بت پرستی اب بھی مثل سابق وہاں موجود تھی.

قریش کے خلاف تیسرا اور آخری قدم اٹھانے کیلئے اب مسلمانوں کے سیاسی حالات و عسکری انتظامات قطعی طور پر موافق و ساز گار تھے اور جو چیز اس راہ میں مانع بنی

ہوئی تھی وہ یہ تھی کہ رسول خداؐ کسی قسم کی عہد شکنی نہیں کرنا چاہتے تھے مگر قریش نے اپنی طرف سے عہد و پیمان میں چونکہ پیش دستی کی اور قبیلہ "بنی بکر" کی حمایت میں انہوں نے قبیلہ "بنی خزاعہ" کے بیس افراد کو محض اس بنا پر بے دردی سے قتل کر ڈالا کہ ان کا رسول خداؐ کے ساتھ باہمی معاہدہ تھا اسی لئے یہ دشواری بھی دور ہوگئی۔ چنانچہ اب وہ وقت ان پہنچا کہ رسول خداؐ اس موقع کا فائدہ اٹھائیں اور مکہ پر تسلط حاصل کر کے اور کعبہ کو بتوں سے نجات دلا کر اپنی دیرینہ آرزو کو عملی جامہ پہنائیں۔ تاکہ شرک کی سب سے بڑی اسلسگاہ کے وجود کو اپنی قوم سے نیست و نابود کر دیں۔ بالخصوص ان حالات میں جبکہ قبیلہ خزاعہ کا سردار اپنے ہم قبیلہ افراد کو ساتھ لے کر رسول خداؐ کی خدمت میں حاضر ہو چکا تھا۔ اور اس نے ان رقت انگیز واقعات کو بیان کر ے۔ جو اس کے قبیلے کے لوگوں پر گذرے تھے قریش کی عہد شکنی کا ذکر کیا اور ان کے خلاف اس نے آنحضرتؐ سے مدد کی درخواست کی ۔

رسول خداؐ نے عمرو کوچ کا حکم دیا۔ اس کے ساتھ ہی آنحضرتؐ نے مدینہ کی جانب اپنے ایلچی روانہ کئے تاکہ انہیں بھی اس میں شریک ہونے کی دعوت دی جائے ۔

کوچ کا حکم ملتے ہی دس ہزار سپاہی جمع ہوگئے اور یہ ایسی کثیر تعداد تھی جو اہل مدینہ نے کبھی اپنے آنکھوں سے نہیں دیکھی تھی ۔

رسول خداؐ نے قریش کو غفلت میں ڈالنے کیلئے تمام حفاظتی اقدامات کئے۔ ابتداء میں آپؐ نے اپنے قصد و ارادے کو کسی پر ظاہر نہیں کیا۔ وہ تمام راستے جو مکہ کی طرف جاتے تھے ان کی سخت ناکہ بندی کردی گئی۔ لوگوں کو دوسری جانب متوجہ کرنے کیلئے رسول خداؐ نے سپاہ کا ایک دستہ "ابو قتادہ" کی فرمانداری میں "اضم" نامی مقام کی جانب روانہ کیا تاکہ لوگ یہ سمجھیں کہ آنحضرتؐ کا رخ اسی جانب ہے۔ اس کے بعد آپؐ نے بارگاہ ایزدی میں التجا کی کہ قریش کی آنکھوں اور ان کے کانوں پر غفلت کا

پردہ پڑ جائے اور ہوش انہیں اس وقت آئے جب وہ اچانک سپاہ اسلام کو اپنے سروں پر مسلط پائیں (۱).

یہ اقدام اس وجہ سے کیا گیا کہ دشمن اس سے قبل کہ اپنے دفاع کی خاطر اپنی عسکری طاقت کا استعمال کرے خود ہی بغیر کسی تصادم کے حق کے سامنے سر تسلیم خم کر دے اور حرم مکہ یعنی مقدس و معنوی پناہ گاہ ایزدی حتی الامکان خونریزی کے بغیر فتح ہو جائے .

تمام حفاظتی اقدامات کے باوجود "حاطب بن ابی بلیعہ "نامی شخص نے قریش کے کو خط لکھ ہی دیا اور "سارہ "نامی عورت کو قریش مکہ تک پہنچانے کے لئے روانہ کر دیا تاکہ انہیں معلوم ہو جائے کہ رسول خدا کا احتمالی عزم و اقدام کیا ہو سکتا ہے .

رسول خدا کو وحی کے ذریعے اس شخص کی خیانت کا علم ہو گیا چنانچہ آپ فوراً ہی حضرت علی (ع) اور زبیر کو اس کام پر مقرر فرمایا کہ اس عورت سے خط حاصل کریں اور اسے واپس مدینہ لے آئیں (۲).

رسول خدا بتاریخ دہم ماہ رمضان سنہ ۸ ہجری میں دس ہزار مسلمانوں کے ساتھ مدینہ سے مکہ کی جانب روانہ ہوئے .چنانچہ جب آپ "مرالظہران "نامی مقام پر تشریف فرما ہوئے تو دشمن کو آپ کے آنے کا ذرا بھی علم نہ ہو سکا .

یہاں رسول خدا نے حکم دیا کہ سپاہی وسیع میدان میں منتشر و پراکندہ ہو جائیں اور ان میں سے ہر شخص آگ روشن کرے .رسول خدا کے اس حربے نے اہل مکہ کو سخت وحشت و سراسیمگی میں مبتلا کر دیا (۳).

ابوسفیان کے ہمراہ کچھ قریش سردار مکہ سے نکل کر باہر آئے تاکہ حالات کا جائزہ لیں .راستے میں ان کی ملاقات سب سے پہلے رسول خدا کے چچا حضرت عباس (رض) سے ہوئی جو سپاہ اسلام کے پہنچنے سے قبل ہی وہاں پہنچ گئے تھے .اور ان سے حالات کے

بارے میں پوچھا. حضرت عباس (رض) نے کہا کہ رسول خداؐ نے تم پر دس ہزار سپاہ کے ساتھ شبخون مارا ہے .اب تمہارے لئے راہ نجات یہی ہے کہ دین اسلام قبول کرلو. ابوسفیان کے ساتھ "حکیم بن حزام "اور "بدیل بن ورقا بھی تھے .یہی بات انہوں نے ان لوگوں سے بھی کہی .

یہ بات سن کر قریش کے سرداروں کے اوسان خطا ہو گئے .اور حضرت عباس (رض) سے اتنا ہی کہا کہ اب ہم آپ کے رحم و کرم پر ہیں. حضرت عباس (رض) انہیں رسول خداؐ کی خدمت میں لے گئے (۴). رسول خداؐ نے ان سے قریش کی وضع و کیفیت کے بارے میں کچھ سوالات کئے اور ضروری اطلاعات حاصل کرنا چاہیں .نیز انہیں دین اسلام قبول کرنے کی دعوت دی .انہیں رسول خداؐ کی بات تسلیم کرنے کے علاوہ کوئی چارہ نظر نہ آیا .اور اس رات وہ حضرت عباس (رض) کے ساتھ ہی رہے . صبح کے وقت تمام سپاہ نے باآواز بلند اذان دی جسے سن کر ابوسفیان (۵) پر خوف طاری ہو گیا اس کے بعد رسول خداؐ کے حکم سے اسے ایک ٹیلے پر لے جایا گیا .سپاہی منظم دستوں کی شکل میں مسلح ہو کر سامنے سے گزرے اور اس نے اسلام کی شان و عظمت اور عسکری معنوی طاقت اپنی آنکھوں سے دیکھ لی (۶).

رسول خداؐ نے اسلام کی طاقت کے جاہ و جلال کا مظاہرہ کر کے شرک کی استقامت و پایداری کے ہر ہر ارادے کو پاش پاش کر دیا .اور اب آپؐ نے یہ سعی و کوشش کی کہ ابوسفیان کے ذریعے قریش کی استقامت و پایداری کو بھی چکنا چور کردیں

وہ کہ کہا سے ن سفیابوا نے ؐپ آ بعد کے س انچہ چنا. ئیں ٹھا اہ ئدفا ار ہو پر قع موس ا روا.

قریش کے درمیان جائیں اور ان سے کہیں کہ جو کوئی اسلحہ زمین پر رکھ کر اپنے گھر میں بیٹھے رہے گا یا مسجد الحرام میں پناہ لے گا اور یا ابوسفیان کے گھر میں پناہ گزیں ہو گا اسے کسی قسم کی گزند نہیں ہوگی (۷).

رسول خداؐ کا یہ اقدام اس امر کا باعث ہوا کہ قریش کے ان سرداروں نے جو سینہ سپر ہو کر سپاہ اسلام کا مقابلہ کرنا چاہتے تھے جب ابوسفیان کی یہ کیفیت دیکھی تو انہوں نے اپنا ارادہ بدل دیا (۸).

قریش کو زیر کرنے کے جتنے بھی مراحل ہو سکتے تھے وہ اب طے ہو چکے تھے .اور وہ وقت آن پہنچا تھا کہ رسول خداؐ مکہ میں تشریف فرما ہوں .رسول خداؐ کی یہ سعی و کوشش تھی کہ سپاہ اسلام شہر میں اس طرح داخل ہو کہ جس حد تک ممکن ہو سکے کوئی تصادم پیش نہ آئے .چنانچہ اس مقصد کے تحت آنحضرتؐ نے کل سپاہ کو چار دستوں میں تقسیم کر کے ان میں سے ہر ایک پر ایک فرماندار مقرر فرمایا .اور ہر دستے کو یہ حکم دیا کہ اندرون شہر اس راستے سے جائیں جو ان کے داخل ہونے کیلئے مقرر کر دیا گیا ہے . اور سب کو یہ ہدایت کر دی کہ اس کے علاوہ جو تم سے جنگ کرنا چاہے کسی سے جنگ و پیکار نہ کرنا مگر اس کے ساتھ ہی دس ایسے افراد کے نام بھی آپؐ نے لئے جن کا خون بہانا جائز و مباح قرار دیا گیاص (۹) تھا .

اہل لشکر مقررہ راستوں سے مکہ میں داخل ہوئے .اندرون شہر ایک دشمن کی مختصر سی جماعت نے ہی استقامت و پایداری کی کوشش کی مگر جب اس کے بہت سے سپاہی قتل ہو گئے تو ان کی استقامت و پایداری کا بھی خاتمہ ہو گیا .باقی سپاہ اسلام نے کسی خونریزی کے بغیر مکہ کو فتح کر لیا (۱۰).

اہل مکہ بالخصوص شرک کے حامی و طرفدار نہایت ہی اضطراب و بے چینی سے یہ انتظار کر رہے تھے کہ دیکھیئے کہ اب انجام کیا ہوتا ہے .مسلمانوں کے رکے اوپر اب تک وہ جو مظالم کر چکے تھے انہیں یاد کر کے انہیں اپنی موت سامنے نظر آرہی تھی .

رسول خداؐ نے پہلے تو بتوں کو سرنگوں کیا اور اس کام سے فارغ ہونے کے بعد ان لوگوں کے سامنے تقریر فرمائی جو وہاں موجود تھے .اس فتح و کامیابی پر خداوند تعالی کی

حمد و ستایش کرتے ہوئے آپ ؐ نے قریش سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا

"کہو کیا کہنا چاہتے ہو !اور بتاو تمہارے دلوں میں کیا گمان و وسوسے ہیں ؟سب نے آہ و زاری کرتے ہوئے آنحضرت ؐ کی خدمت میں عرض کیاکہ :ہمیں آپ ؐ سے یہی توقع ہے کہ آپ ؐ ہمارے ساتھ خیر و نیکی کا ہی سلوک فرمائیں گے .ہمیں یہی عرض کرنا ہے اور اس کیے علاوہ ہمارے دلوں میں کوئی خیال و فکر نہیں . آپ ؐ ہمارے برادر محترم ہیں اور ہم آپ ؐ کو اپنے بھائی کا فرزند ہی سمجھتے ہیں .باقی آپ ؐ کو اختیار ہے (۱۱).

رسول خدا ؐ نے انہیں جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ :میں تم سے اپنے بھائی (حضرت یوسف کی طرح چشم پوشی کرتا ہوں ).

لا تثریب علیکم الیوم یغفر اللہ لکم و ھوارحم الراحمین (۱۲).

آج تم پر کوئی گرفت نہیں .اللہ تمہیں معاف کرے وہ سب سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے .

چنانچہ جب انہوں نے معافی کی درخواست کی تو رسول اللہ ؐ نے فرمایا کہ

اذھبوا فانتم الطلقاء (۱۳)

جاؤ تم سب آزاد ہو .

جب رسول خدا ؐ نے عام معافی کا اعلان کر دیا اور مشرک کے حامی و طرفدار لوگوں کے اعمال سے چشم پوشی کی تو مکہ کے لوگ جوق در جوق آپ ؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر دین اسلام قبول کرنے کا شرف حاصل کرنے لگے .یہی نہیں بلکہ عرب خواتین نے بھی ان خاص آداب کے مطابق جو مقرر کیے گئے تھے رسول خدا ؐ سے بیعت کی (۱۴).قرآن مجید نے اس بے نظیر تبدیلی کی جانب اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ہے .

ورایت الناس یدخلون فی دین اللہ افواجا (۱۵).

اے نبی ہتم دیکھ لو کہ لوگ فوج در فوج اللہ کے دین میں داخل ہو رہے ہیں (۱۶)

رسول خداؐ نے اس خیال کے پیش نظر کہ بت پرستی ہر جگہ سے کلی طور پر نیست و نابود ہو جائے لوگوں کو ہدایت کی کہ جس کسی کے پاس کوئی بت ہو وہ اسے پاش پاش کر دے .اس کے علاوہ آپؐ نے مکہ کے باہر بھی چند افراد کو بھیجا تاکہ جہاں کہیں بھی کوئی بت خانہ ہو اسے ویران کر دیں .اور لوگوں کو دین اسلام کی دعوت دیں (۱۷).

پیغمبرخداؐ رسول ہدایت و اصلاح نہ انتقام جو

مسلمانوں کے ہاتھوں شہر مکہ کی تسخیر،مشرکین کے سرداروں کی شکست و ریخت اور ان لوگوں کے ساتھ رسول خداؐ کے غیر متوقع و بے مثالی درگزر و چشم پوشی نے جو بیس سال سے زیادہ عرصہ تک اسلام سے دشمنی میں رسول خداؐ سے برسرپیکار رہے ثابت کر دیا کہ آنحضرتؐ کا مقصد گمراہ و نادان لوگوں کی ہدایت و اصلاح کے علاوہ کچھ اور نہیں ہے .اور جنگ و تصادم کے جو واقعات پیش آئے ان میں آپؐ کا عزم ہدایت و اصلاح ہی تھا تاکہ انتقام جوئی اور جاہ و فضیلت طلبی چنانچہ ایسی عظیم الشان فتح کے باوجود صرف وہ دس افراد (چھ مرد اور چار عورتیں)جو سخت و سنگین جرائم کے مرتکب ہوئے تھے قابل سزا قرار دئے گئے اور "مہدور الدم "کے عنوان سے انہیں یاد کیا گیا(۱۸) .

ان میں سے بھی چار افراد کو قتل کر دیا گیا اور باقی کسی نہ کسی بہانے سے امان پانے میں کامیاب ہوگئے (۱۹).اگرچہ ایسے موقعوں پر رہبران انقلاب سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں بالخصوص انہیں جو دشمن کے محاذ پر پیش پیش ہوتے ہیں تہ تیغ کر دیتے ہیں . لیکن جب ساری دنیا کے پیامبران یعنی "رحمة العالمین سے بعض مسلمان سپاہیوں نے یہ کہا کہ "الیوم یومه الملحمة آج کا دن انتقام لینے اور گھروں کو تہ و بالا کر دینے کا دن ہے تو آنحضرتؐ نے یہ شعار اختیار کیا "الیوم یومه المرحمة "آج کا دن

رحمت کا دن ہے (۲۰).چنانچہ اس کیفیت کو استاد (۲۱)حمید اللہ نے اپنے الفاظ میں اسطرح بیان کیا ہے .

جب رسول خداؐ کسی شہر کا فاتح ہو تو اس سے اس عظمت و بزرگواری کے علاوہ اور کوئی توقع رکھنی ہی نہیں چاہئے (۲۲).

## غزوہ حنین و طائف

شرک کی جب سب سے عظیم اسلسگاہ کا قلع قمع ہو گیا اور "سواع"، "مناہ" اور "عزی" جیسے بت کدے مسلمانوں کے ہاتھوں ویران ہو گئے (۲۳)، تو اسلام کا عسکری و سیاسی اثر و نفوذ تمام "جزیرہ نماعرب" پر چھا گیا.چنانچہ یہی وجہ تھی کہ اکثر و بیشتر مشرکین قبائل نے اسلام کی اطاعت قبول کر لی اور اس کے سامنے عجز و انکساری سے آئے " ہوازن "اور "ثقیف "ایسے دو قبیلے تھے جو اسلام سے نفرت کرنے میں پیش پیش اور جنگجوئی میں سب پر فوقیت رکھتے تھے .

اس کے علاوہ ان کے پاس اسلحہ جنگ بھی سب سے زیادہ رہا کرتا تھا.انہیں یہ علم ہوا کہ مسلمانوں کو مشرکین پر فتح و نصرت حاصل ہوئی ہے تو وہ سخت سراسیمہ و پریشان خاطر ہوئے اور اب انہیں یہ خوف لاحق رہنے لگا کہ قریش کو مغلوب کرنے کے بعد سپاہ اسلام انہیں اپنے حملے کا نشانہ بنائیں گی .چنانچہ انہوں نے خود ہی پیشرفت کی اور مسلمانوں کے ساتھ برسرپیکار ہونے کا ارادہ کر لیا.ہوازن اور ثقیف کے لوگوں نے چند دیگر قبائل سے بھی عہد و پیمان کر لیا تھا

چنانچہ سب نے مجموعی طور پر طاقتور سپاہ کی شکل اختیار کر کے "مالک بن عوف "کی فرمانداری کے تحت رسول خداؐ کے ساتھ جنگ و نبرد کرنے کیلئے آمادہ ہو گئے .

دشمن نے اس خیال کے پیش نظر کہ محاذ جنگ کی پشت سے اس کا کوئی تعلق نہ رہے اور مسلمانوں کے ساتھ جان توڑ کر جنگ کرے اس نے اپنی عورتوں ،بچوں اور مال

غنیمت کو اپنے سے دور کر دیا ۔

رسول خدا ؐ کو جب دشمن کے ارادے کی اطلاع ہوئی تو آپ ؐ نے بتاریخ ٦ شوال سنہ ٨ ہجری میں بارہ (١٢٠٠٠) ہزار سپاہیوں کا لشکر لے کر دشمن (جس میں دس ہزار افراد مدینہ کے اور دو ہزار نو مسلم شامل تھے ) کی جانب روانہ ہوئے ۔

دونوں لشکروں کا مقابلہ "حنین "(۲۴) نامی مقام پر ہوا ۔

مشرکین کا لشکر پہلے ہی وادی حنین میں اتر چکا تھا اور اس نے سارے ناکوں پر قبضہ کر لیا تھا.وہ سپاہ اسلام کے اس پیش قراول دستے پر جس کا فرماندار "خالد بن ولید تھا اچانک حملہ آور ہوا اور اس دستے کو منتشر و پراکندہ کر دیا۔ باقی مسلمانوں نے جب یہ کیفیت دیکھی تو راہ فرار اختیار کرنے لگے .صرف دس ہزار ہی ایسے تھے جو رسول خدا ؐ کے دوش بدوش رہے (۲۵).

ابو سفیان اور وہ قریش جو چند روز قبل ہی مسلمان ہوئے تھے مسلمانوں کی اس شکست پر بہت مسرور ہوئے اور اس پر تمسخر کرنے لگے (۲۶).

اگرچہ پیغمبر اکرم ؐ اس وقت تنہا رہ گئے تھے لیکن ان چند اصحاب کے ساتھ جو اس وقت آپ ؐ کے ساتھ تھے میدان جنگ میں پوری استقامت و پایداری کے ساتھ اپنی جگہ پر رہے اور جو لوگ فرار کرنے لگے تھے انہیں واپس آنے کی دعوت دی .اس موقع پر آپ ؐ نے فرمایا کہ :اے لوگو !کہاں بھاگے چلے جا رہے ہو ؟واپس آجاو ٔمیں محمد بن عبداللہ رسول خدا تمہیں بلا رہا ہوں ۔(۲۷)

رسول خدا ؐ کے ایماء پر حضرت "عباس بن عبدالمطلب "نے آنحضرت ؐ کا پیغام باآواز بلند لوگوں تک پہنچایا جسے سن کر مسلمان ایک ایک کر کے واپس آنے لگے .رسول خدا ؐ نے انہیں از سر نو مرتب کیا اور میدان جنگ دوبارہ شعلہ ور ہو گیا.

امیرالمومنین حضرت علی(ع)سب سے زیادہ جوش و خروش میں تھے اور دشمنوں کو

خاک و خون میں ملا رہے تھے. یہاں تک کہ قبیلہ ہوازن کے چالیس افراد آپ(ع) کی شمشیر سے ہلاک ہوئے .(۲۸)دوسرے مسلمانوں نے بھی شکست کی تلافیاں کیں اور چند لمحہ فرار رہنے کی وجہ سے جو خفت ہوئی تھی اسے دور کرنے کیلئے جان کی بازی لگا دی. بالخصوص اس وقت جب کہ انہوں نے یہ دیکھا کہ "ام عمارہ "،"ام سلیم "،"ام سلیط " اور "ام حارث "جیسی دلیر خواتین بھی میدن کارزار میں اتر آئیں ہیں اور رسول خداؐ کا مردانہ وار دفاع و تحفظ کر رہی ہیں (۲۹).

رسول خداؐ نے سپاہ میں مزید جوش و خروش پیدا کرنے کی خاطر اعلان فرمایا کہ

"جو کوئی کسی کافر کو قتل کرے گا وہ مقتول کے لباس و اسلحہ کا مالک ہو گا." (۳۰)

اس وقت ہوازن کا پرچمدار "ابو جردل "سرخ اونٹ کے اوپر سوار بلند نیزہ ہاتھ میں لئے اس پر سیاہ جھنڈا لہرا رہا تھا. وہ اپنے لشکر کے پیش پیش چل رہا تھا. ان عوامل کے باعث اور حضرت علی (ع)کے ہاتھوں (۳۱)اس کے قتل کی وجہ سے دشمن کیلئے فرار کے علاوہ کوئی چارہ نہ رہا. چنانچہ فتح و ظفر اسلام کے نصیب میں آئی .

اس جنگ میں چھ ہزار سپاہی قید ہوئے ان کے علاوہ چوبیس ہزار(۲۴۰۰)اونٹ، چالیس ہزار بھڑیں اور وزن میں چار ہزار اوقیہ (تقریبا ۸۵۰ کلوگرام )چاندی بطور مال غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آئی (۳۲).باقی جو سپاہ بچی تھی وہ بھاگ کر "طائف "،"نخلہ " اور "اوطاس "کی طرف نکل گئی (۳۳).

رسول خداؐ نے "بدیل بن ورقا کو اس کام پر مامور فرمایا کہ وہ مال غنیمت کو " جعرانہ "(۳۴)نامی مقام پر لے جائیں اور وہیں اس کی حفاظت کریں تاکہ جنگ ختم ہونے کے بعد اسے تقسیم کیا جاسکے .اور آپؐ بذات خود سپاہ اسلام کو ساتھ لے کر " طائف "کی جانب روانہ ہوئے .کیونکہ "مالک بن عوف "ثقیف کے دیگر لشکروں کے ہمراہ بھاگ کر اس طرف نکل گیا تھا. وہاں پہنچ کر آپؐ نے قلعے کا محاصرہ کر لیا .

قلعہ طائف کا محاصرہ تقریباً بیس روز تک جاری رہا (۳۵).دشمن کی استقامت و پایداری کو ختم کرنے کیلئے مسلمانوں نے منجنیقیں اور جنگی گاڑیاں بھی استعمال کیں لیکن اس کا کوئی نتیجہ برآمد نہ ہوا.قلعے کے استحکام ،اسلحہ جنگ اور سامان خوراک کے ذخیرے کی وجہ سے دشمن کی استقامت و پایداری پہلے سے کہیں زیادہ بڑھ گئی .

رسول خداؐ نے صحابہ کے مشورے سے محاصرہ جاری رکھنے کا خیال ملتوی کر دیا اور جعرانہ کی طرف روانہ ہوگئے (۳۶).

اس فیصلے کی شاید یہ وجہ یہ تھی کہ رسول خداؐ نے دشمن کے وسائل و اسلحہ کا جایزہ لینے کے بعد یہی نتیجہ اخذکیا کہ طائف کو فتح کرنے کیلئے زیادہ وقت درکار ہے .اور مدینہ سے آنحضرتؐ کوسوں دور تھے .اس کے علاوہ مختلف افکار و خیالات کے بارہ ہزار سپاہیوں کو کافی عرصے تک قلعہ طائف کے اطراف میں رکھا بھی نہیں جاسکتا تھا.کیونکہ .ایک طرف تو لشکر کیلئے سامان خوراک کم ہوتا چلا جارہا تھا.اور دوسری طرف ماہ حرام اور حج کا زمانہ قریب چلا آرہا تھا.(۳۷)اس کے علاوہ چھ ہزار جنگی قیدیوں کے مسئلے بارے کے میں بھی غور کرنا تھا تاکہ جس قدر ہو سکے یہ حل ہو جائے .

## مال غنیمت کی تقسیم

رسول خداؐ جب "جعرانہ "واپس تشریف لائے تو ہوزان کا وفد آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوا .انہوں نے دین اسلام قبول کرنے کے بعد رسول خداؐ سے درخواست کہ قیدیوں کو آزاد کر دیا جائے .رسول اکرمؐ نے مسلمانوں کے ساتھ گفتگو کرنے کے بعد اور ان کی دل جوئی کی خاطر ہوازن کے چھ ہزار قیدیوں کو فدیہ لئے بغیر آزاد کر دیا (۳۸).اور باقی مال غنیمت کو آپؐ نے قریش کے درمیان تقسیم کر دیا .اور وہ لوگ جو حال ہی میں مشرف با اسلام ہوئے تھے ان کے سرداروں کو آپؐ نے بیشتر حصہ (۳۹) عطا کیا تاکہ اس طریقے سے ان کے دل اسلام کی جانب بیشتر مائل ہو سکیں .

جو لوگ چند روز قبل ہی مسلمان ہوئے تھے ان کے سرداروں کے ساتھ آنحضرتؐ کی داد و دہش بعض افراد بالخصوص انصار کو ناگوار گزری (اگرچہ اس مال غنیمت میں رسول خداؐ کا حصہ "خمس "(۴۰)پانچواں تھا .)جس کی وجہ یہ تھی کہ اس حصے کو مال غنیمت میں سے نظر انداز کر دیا گیا تھا. لیکن جب انہوں نے رسول خداؐ کی پند و نصائح سنیں اور اس کی حکمت کے بارے میں انہیں علم ہوا تو وہ آنحضرتؐ کے اس اقدام سے مطمئن ہو گئے (۴۱).

رسول خداؐ نے عمرہ کرنے کے ارادے سے "جعرانہ "میں احرام باندھا. عمرہ کرنے کے بعد آپؐ نے "عتاب بن اسید "کو مکہ کا فرماندار مقرر فرمایا اور حضرت "معاذ بن جبل "کو احکام دین کی تعلیم دینے کیلئے متعین فرمایا .اور خود آنحضرتؐ واپس مدینہ تشریف لے آئے (۴۲).

## غزوہ حنین کی ابتدا میں شکست کے عوامل اور آخر میں مسلمانوں کی کامیابی کے اسباب و علل

### الف ۔ ابتدائی مرحلے میں شکست

۱۔ کثرت سپاہ کی وجہ سے احساس تکبر اور غیبی مدد کی جانب سے غفلت و چشم پوشی. جس وقت بارہ ہزار افراد پر مشتمل سپاہ اسلام مکہ سے نکل کر اس کی شان و شوکت اور طاقت ابوبکر نے دیکھی تو ان کی زبان پر یہ جملہ آہی گیا کہ :طاقت کی کمی کے باعث بھی اب ہم مغلوب نہ ہوں گے (۴۳)".

اور اس کے بارے میں قرآن مجید کا ارشاد ہے کہ

"لقد نصرکم اللہ فی مواطن کثیرۃ و یوم حنین اذا عجبتکم کثرتکم فلم تغن عنکم شیئا و ضاقت علیکم الارض بما رحبت ثم ولیتم مدبرین "

اللہ اس سے پہلے بہت سے مواقع پر تمہاری مدد کر چکا ہے. ابھی غزوہ حنین کے روز اس کی دستگیری کی شان تم دیکھ چکے ہو اس روز تمہیں اپنی کثرت تعداد کا غرہ تھا مگر وہ تمہارے کچھ کام نہ آئی. اور زمین اپنی وسعت کے باوجود تم پر تنگ ہو گئی اور تم پیٹھ پھرا کر بھاگ نکلے (۴۴).

۲۔سپاہ اسلام میں اہل مکہ کے ایسے افراد کی موجودگی جو حال ہی میں مسلمان ہوئے تھے. ان میں سے بعض منافق تھے اور بعض محض مال غنیمت جمع کرنے کی خاطر سپاہ اسلام کے ساتھ ہو گئے تھے نیز کچھ لوگ بغیر مقصد و ارادہ ہی مکہ سے باہر نکل آئے تھے. چنانچہ یہی وجہ تھی کہ ابتدائی مرحلے پر جب دشمن کا اچانک حملہ ہوا تو سب سے پہلے جو سر پر پیر رکھ کر بھاگے وہ یہی لوگ تھے (۴۵). اور یہی وہ لوگ تھے جنہوں نے سپاہ اسلام پر لعن و طعن شروع کر دی تھی. حتی بعض نے تو یہ بھی ارادہ کر لیا تھا کہ رسول خدا[ؐ] کو قتل کر دیا جائے (۴۶). چنانچہ ایسے عناصر کی ان حرکات کا باقی سپاہ پر اثر انداز ہونا اور ان کی قوت ارادی و حوصلہ مندی میں ضعف آنا فطری و قدرتی امر تھا.

۳۔دشمن کے سپاہی جس جگہ جمع تھے نیز جہاں دونوں لشکروں کے درمیان معرکہ ہوا اس جگہ کا محل وقوع، دشمن کی کمین گاہیں، درے اور پہاڑی شگاف، اذان فجر کے وقت جبکہ مطلع صاف و روشن نہیں تھا غنیم کا اچانک حملہ وغیرہ ایسے عوامل تھے جن کے باعث مسلمانوں میں یہ قوت فیصلہ سلب ہو گئی کہ وہ کیا اقدام کریں.

آخری فتح

۱۔غیبی مدد اور خداوند تعالی کی طرف سے نصرت و کامیابی

اس کے بارے میں قرآن مجید کا ارشاد ہے

ثم انزل اللہ سکینتہ علی رسولہ و علی المومنین و انزل جنودا لم تروھا و عذب الذین کفروا و ذلک جزاء الکفرین (۴۷) "

پھر اللہ نے اپنا سکون اپنے رسول پر اور مومنین پر نازل فرمایا ہے اور وہ لشکر اتارے جو تم کو نظر نہ آتے تھے اور منکرین حق کو سزا دی کہ یہی بدلہ ہے ان لوگوں کیلئے جو حق کا انکار کرتے ہیں .

۲۔رسول خداؐ و حضرت علی (ع)اور دیگر ایثار پسند و جان نثار مردوں نیز عورتوں کی میدان کارزار کا میں استقامت و پایداری اس کے ساتھ ہی میدان جنگ میں رسول خداؐ کا واپس سپاہ کو بلانا اور انھیں از سرنو منظم کرنا۔

۳۔حضرت علی(ع) کے ہاتھوں دشمن کے پرچمدار اور دیگر مسلمانوں کے ہاتھوں دشمن کے سردار "وریدبن صمہ "نامی کا قتل کیا جانا .

سوالات

۱ "صلحنامہ حدیبیہ "کی شرائط کے مطابق رسول خداؐ کو قریش کے ساتھ دس سال تک جنگ نہیں کرنی چاہیئے تھی. آنحضرتؐ نے کس وجہ سے دو سال بعد ہی مکہ پر لشکر کشی کر دی ؟

۲۔رسول خداؐ نے جب مکہ پر لشکر کشی کی تو اس مہم کو قریش سے پوشیدہ رکھنے کیلئے آنحضرتؐ نے کیا اقدامات کئے ؟

۳۔رسول خداؐ نے مکہ کے نزدیک پہنچنے کے بعد خونریزی اور قریش کے ساتھ تصادم کو روکنے کیلئے کیا اقدامات کئے ؟

۴۔رسول خداؐ نے مکہ کو فتح کرنے کے بعد جب مشرکین کو قید کر لیا تو آنحضرتؐ نے ان کے ساتھ کیا سلوک کیا ؟اور آپؐ کے رویے کا ان پر کا اثر ہوا ؟

۵۔غزوہ حنین کا کب اور کس طرح آغاز ہوا ؟

۶۔غزوہ حنین کی ابتدا میں مسلمانوں کی شکست کا کیا سبب تھا ؟

۷۔انتہائی فتح حاصل کرنے کیلئے رسول خداؐ اور حضرت علی(ع) کا کیا کردار رہا ؟اس کی وضاحت کیجئے ۔

۸۔غزوہ حنین میں مسلمانوں کو ابتداء میں شکست ہوئی اور بعد میں فتح و نصرت سے ہمکنار ہوئے۔ قرآن مجید نے ان واقعات کا کس طرح تجزیہ کیا ہے۔

حوالہ جات

۱۔المغازی ج ۲ صفحہ ۷۹۶۔

۲۔السیرۃ النبویہ ج ۴ صفحات ۴۰، ۴۱۔

۳۔المغازی ج ۲ صفحات ۸۰۱ ۸۱۴۔

۴۔بعض کتب تاریخ میں یہ آیا ہے کہ ابوسفیان کے ساتھی اسی جگہ سے واپس چلے گئے۔اور صرف ابوسفیان کو رسول خداؐ کی خدمت میں حاضر کیا گیا۔السیرۃ النبویہ ابن ہشام ج ۴ صفحہ ۴۵۔

۵۔المغازی ج ۲ صفحات ۸۱۴ ۸۱۵۔

۶۔ایضا صفحات ۸۱۸ ۸۲۱۔

۷۔۸۔السیرۃ النبویہ ابن ہشام ج ۴ صفحات ۴۶ ۴۷۔

۹۔المغازی ج ۲ صفحہ ۸۲۵۔

۱۰۔ملاحظہ ہو:اعیان الشیعہ ج ۱ صفحہ ۴۰۹۔

۱۱۔المغازی ج ۲ صفحہ ۸۳۵۔

۱۲۔سورہ یوسف آیہ ۹۲۔

۱۳۔المغازی ج ۲ صفحہ ۸۳۵۔

۱۴۔تاریخ طبری ج ۳ صفحہ ۶۹۔

۱۵۔سورہ نصر آیہ ۲۔

۱۶۔ملاحظہ ہو:تفسیر المیزان ج ۲۰ صفحہ ۳۷۲۔

۱۷۔ملاحظہ ہو:المغازی ج ۳ صفحہ ۸۷۳ و السیرۃ النبویہ ج ۴ صفحہ ۷۰۔

۱۸۔ملاحظہ ہو:ج ۲ صفحہ ۸۲۵۔

۱۹ ـ ملاحظہ ہو : تاریخ طبری ج ۳ صفحہ ۶۰ .

۲۰ ـ المغازی ج ۲ صفحات ۸۲۱ ۸۲۲ .

۲۱ ـ پروفیسر .

۲۲ ـ ملاحظہ ہو "رسول اکرم" در میدان جنگ "نامی کتاب ترجمہ سید غلام رضا سعیدی .

۲۳ ـ ملاحظہ ہو : بحار الانوار ج ۲۱ صفحہ ۱۴۵ .

۲۴ ـ دور جاہلیت میں "ذوالمجاز "عربوں کا مشہور بازار تھا. یہ جگہ ایسی بازار کے قریب مکہ و طائف کے درمیان واقع تھی . البتہ یہ جگہ مکے کی نسبت طائف سے نزدیک تر ہے . اور یہاں سے مکے کا فاصلہ تین راتوں میں طے ہوتا تھا . ملاحظہ ہو : التنبیہ الاشراف صفحہ ۲۳۴ و معجم البلدان ج ۲ صفحہ ۳۱۳ .

۲۵ ـ تاریخ یعقوبی ج ۲ صفحہ ۶۲ و الارشاد مفید صفحہ ۷۴ .

۲۶ ـ تاریخ طبری ج ۳ صفحہ ۷۴ .

۲۷ ـ السیرۃ النبویہ 'ابن ہشام ج ۴ صفحہ ۸۵ .

۲۸ ـ الارشاد 'مفید صفحہ ۷۶ .

۲۹ ـ المغازی ج ۳ صفحہ ۹۰۲ .

۳۰ ـ السیرۃ النبویہ 'ابن کثیر ج ۳ صفحہ ۶۲۰ .

۳۱ ـ ملاحظہ ہو : الارشاد صفحہ ۷۵ و تاریخ یعقوبی ج ۲ صفحہ ۶۳ .

۳۲ ـ ملاحظہ ہو : الطبقات الکبری ج ۲ صفحہ ۱۵۲ 'و تفسیر المنار ج ۱۰ صفحہ ۲۵۸ .

۳۳ ـ الطبقات الکبری ج ۲ صفحہ ۱۵۱ .

۳۴ ـ یہ کنویں کا نام تھا. جو مکہ و طائف کے درمیان واقعہ تھا. البتہ مکے سے زیادہ نزدیک تھا. معجم البلدان ج ۲ صفحہ ۱۴۲ 'اس کنویں کا نام جعرانہ بھی لکھا گیا ہے .

۳۵ ـ ملاحظہ ہو : المغازی ج ۳ صفحہ ۷۲ و تاریخ طبری ج ۳ صفحہ ۸۳ .

۳۶ ـ ملاحظہ ہو : المغازی ج ۳ صفحہ ۷۳ 'تاریخ طبری ج ۳ صفحہ ۸۴ .

۳۷۔بعض کتب تاریخ میں درج ہے کہ رسول خداؐ نے یہ محاصرہ اول ماہ ذی القعدہ تک جاری رکھا ملاحظہ ہو بحارالانوار ج ۲۱ صفحہ ۱۸۱، اور یہ قول کہ جنگ حنین بتاریخ دہم شوال واقعہ ہوئی (المغازی ج ۳ صفحہ ۸۹۲) حقیقت کے زیادہ نزدیک ہے .

۳۸۔بحارالانوار ج ۲۱ صفحہ ۱۸۲ .یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ چند قیدیوں نے فدیہ ادا کر کے آزادی حاصل کی .

۳۹۔ملاحظہ ہو :الارشاد صفحہ ۷۶ .

۴۰۔الطبقات الکبری ج ۲ صفحہ ۱۵۳ .

۴۱۔ملاحظہ ہو :الارشاد صفحات ۷۶ ۷۷ .رسول خداؐ کے اس ارشاد میں شاید یہ نقطہ پنہاں تھا کہ مکہ کے تازہ مسلمان بالخصوص ان کے سرداروں میں عقل و بصیرت نہ تھی بلکہ وہ خوف و مجبوری کی وجہ سے مسلمان ہوئے تھے اسی لئے پیغمبر اکرمؐ کو ان کی دلجوئی کرنا ضروری تھی .تاکہ ان کے دل اسلام کی جانب کامل طور پر مائل ہو جائیں .فقہ اسلامی میں اس عمل کو تالیف قلوب کہا جاتا ہے .اور اس کا شمار مصارف زکات میں ہوتا ہے .

۴۲۔المختصر فی اخبار البشر تاریخ ابو الفداء ج ۱ صفحہ ۱۴۸ .

۴۳۔ملاحظہ ہو :المغازی ج ۳ صفحہ ۸۹۰ ؛والطبقات الکبری ج ۲ صفحہ ۱۵۰ .

۴۴۔سورہ توبہ آیہ ۲۵ .

۴۵۔ملاحظہ ہو :المغازی ج ۳ صفحہ ۸۹۷ .

۴۶۔ملاحظہ ہو :تاریخ یعقوبی ج ۲ صفحہ ۶۲ .

۴۷۔سورہ توبہ آیہ ۲۶ .

سبق ۱۵

# غزوۂ تبوک

## غزوہ تبوک (۱)

جزیرہ نما عرب میں شرک کے عظیم ترین مستقر کی شکست و ریخت کے ساتھ ہی حجاز کے سرداروں نے بھی رسول خداؐ کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا۔ اور اس طرح جب ملک کی شمالی حدود میں دین اسلام کی اشاعت کے امکانات روشن ہو گئے تو رومی حکومت کے ایوانوں میں وحشت و اضطراب کے باعث لرزہ پیدا ہونے لگا۔ اس کی عظیم ترین عسکری طاقت چونکہ انتہائی مرتب و منظم تھی اور جنگوں میں اپنے طاقتور حریف یعنی ملک ایران پر وہ پے در پے فتوحات حاصل کر چکا تھا اسی لئے اسے اپنی طاقت پر ناز و غرور بھی تھا۔ چنانچہ اپنی اس طاقت کے زعم میں اس نے فیصلہ کر لیا کہ اپنے اس مسلح و منظم لشکر سے مسلمانوں پر حملہ کر دے۔

رسول خداؐ کو علم ہو گیا کہ شاہنشاہ روم "ہرقل" نے عظیم لشکر جمع کر کے ایک ماہ کی تنخواہ پیشگی ادا کر دی ہے۔ اس کے ساتھ ہی اس نے سرحدوں پر واقع "لخم"، "خذام"!"، "غسان" اور "عاملہ" صوبوں کے فرمانداروں کو اپنے ساتھ ملا لیا ہے نیز اس کا ہر اول دستہ (۱) "بلقا"[۲] تک ان پہنچا ہے (۳)۔

رسول خداؐ کو جب یہ اطلاع ملی تو اس وقت موسم انتہائی گرم تھا اور لوگ خرما کی فصل جمع کر رہے تھے۔ ایک طرف راستے کی دوری اور دوسری طرف سپاہ روم کا ازدحام ایسے عوامل تھے جن کے باعث سپاہ کو روانہ کرنا سخت دشوار کام تھا بالخصوص ان واقعات کو مد نظر رکھتے ہوئے جو معرکہ موتہ کے موقعے پر پیش آچکے تھے۔ لیکن ان

لوگوں کے لئے جو واقعی مسلمان تھے اسلام کی قدر و قیمت ذاتی آسایش و آرام اور مادی منفعت سے کہیں زیادہ تھی اور وہ اس کی فلاح کی خاطر ان کو نظر انداز کر سکتے تھے .
چنانچہ اس خیال کے پیش نظر رسول خداؐ نے صحابہ کو جمع کیا اور مختصر طور پر دشمن کی استعداد اور اس کی عسکری بالادستی کے بارے میں مطلع کیا.اس کے ساتھ ہی آنحضرت نے لشکر کی روانگی کے لئے سعی وکوشش شروع کردی(۴). چنانچہ قبائل کے درمیان اور مکہ کی جانب رسول خداؐ کے نمایندے روانہ کئے گئے تاکہ وہ لوگوں کو مقدس جہاد میں شرکت کی دعوت دیں (۵).

ناسازگار حالات کے باوجود تیس ہزار جنگجو سپاہیوں نے جن میں دس ہزار سوار بھی تھے رسول خداؐ کی پکار پر لبیک کہا (۶).

رسول خداؐ نے جنگ کے اخراجات مہیا کرنے کیلئے مالدار لوگوں سے کہا کہ سپاہ کی مال و اسلحہ کے ذریعے مدد کریں (۷).اس کے علاوہ جب پیغمبر خداؐ کی طرف سے یہ اعلان کر دیا گیا کہ اس سفر کے اختیار کرنے کا مقصد کیا ہے تو مسلمان اس اسلحہ اور ساز و سامان کے ساتھ جو ان کے پاس تھا اسے لے کر لشکر کی خیمہ گاہوں میں جمع ہو گئے .

رسول خداؐ کے فرمان پر لوگوں کے گوناگوں افکار و نظریات

جب ہم تاریخ کے کتابوں کے صفحات اور ان آیات قرآنی پر نظر ڈالتے ہیں جو اس سلسلے میں نازل (۸)ہوئی ہیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ اس غزوہ کے بارے میں مسلمانوں کے افکار و نظریات مختلف و گوناگوں تھے .جس کی کیفیت ذیل میں درج ہے .

۱۔ان لوگوں کو جو مومن اور اپنے قول کے پابند تھے (اور اکثریت ان ہی پر مشتمل تھی ) جیسے ہی رسول خدا کی دعوت کا علم ہوا تو اس ساز وسامان کے ساتھ جو ان کے پاس موجود تھا لے کر رسول خداؐ کی سپاہ میں شامل ہو گئے .

۲۔ایک گروہ ایسا بھی تھا جو رسول خداؐ کے ساتھ جانا تو چاہتا تھا مگر اس کے پاس سواری

کے جانور نہ تھے ۔چنانچہ انہوں نے رسول خداؐ سے کہا کہ اگر سواری کا بندوبست ہو جائے تو وہ چلنے کو تیار ہیں ۔ لیکن جب رسول خداؐ نے کہا کہ سواری کے جانور کا فراہم کرنا تو ممکن نہیں تو ان کے آنکھوں میں آنسو آگئے اور وہ اشک بار اپنے اپنے گھروں کی طرف واپس چلے گئے (۹)۔

۳۔کچھ لوگ ایسے بھی تھے جنہوں نے فرمان رسولؐ کے سامنے سر ہی نہیں جھکایا بلکہ سپاہ کی روانگی میں جس حد تک ممکن ہو سکتا تھا خلل اندازی سے بھی باز نہ آئے ۔ چنانچہ وہ مجاہدین جو جنگ میں شرکت کرنا چاہتے تھے ان سے یہ لوگ کہتے کہ :اس تپتے ہوئے موسم میں جنگ پر مت جاو (۱۰)۔اس کے علاوہ جو لوگ ان مجاہدین کو مالی مدد دینا چاہتے تو ان کا بھی یہ لوگ مذاق اڑاتے (۱۱)۔ کسی پر یہ ریا کار ہونے کا الزام لگاتے اور کسی کی یہ کہہ کر حوصلہ شکنی کرتے کہ تمہارے پاس سامان سفر بہت کم ہے جنگ پر جا کر کیا کرو گے(۱۲)۔ ۴ ۔کچھ لوگ ایسے بھی آرام طلب تھے جو جنگ سے فرار کرنے کی غرض سے رسول خداؐ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور کوئی بے بنیاد بہانہ تراش کر آنحضرتؐ سے یہ درخواست کرتے کہ انہیں مدینہ میں ہی رہنے دیا جائے ۔ (۱۳)۵۔بعض نے سپاہ اسلام کے ساتھ جنگ میں شریک ہونے سے اختلاف کیا ۔لیکن اس اختلاف کی بنیاد میں ان کی بد نیتی شامل نہیں تھی بلکہ اس کا سرچشمہ جنگ کے معاملے میں ان کی سستی و سہل انگاری تھی ۔دشمن کے ساتھ جنگ کرنے سے زیادہ اپنے درختوں کے میووں کے ساتھ دلچسپی تھی اور یہ کہتے تھے کہ ہم فصل جمع کرنے کے بعد ہی جنگ میں شرکت کریں گے (۱۴)۔

تبوک کی جانب روانگی

منافقین کی ہر رخنہ اندازی اور افترا پردازی کے باوجود رسول خداؐ نے حضرت علی(ع)کو مدینہ میں اپنا جانشین مقرر کردیا ۔اور بتاریخ ۹ رجب سنہ ۹ ہجری قمری اس عظیم

لشکر کے ہمراہ جسے اس دن تک مدینہ میں کسی کی آنکھ نہ دیکھا تھا آنحضرتؐ نے شمال کی جانب طویل راہ اختیار کرلی .

تاریخ کی کتابوں میں درج ہے کہ رسول خداؐ نے حضرت علی(ع) کو مدینہ میں اپنا جانشین اسی وجہ سے مقرر(۱۵) کیا کہ آنحضرتؐ کو عربوں کی بدنیتی کے بارے میں بخوبی علم تھا جن کے ساتھ آپؐ نے جنگ کی تھی اور ان کے بہت سے رشتہ داروں کو تہ تیغ کیا تھا.اس کے علاوہ آپؐ مدینہ کے ان منافقین کی کارستانیوں سے بھی بے خبر نہ تھے جنہوں نے کوئی نہ کوئی بہانہ بنا کر اس جنگ میں شرکت کرنے سے اجتناب کیا تھا.اور یہ احتمال تھا کہ جب رسول خداؐ کافی عرصے تک مدینہ سے باہر تشریف فرما رہیں گے تو آپؐ کی غیر موجودگی نیز مسلمانوں کی تنہائی کا وہ غلط فائدہ اٹھانا چاہیں گے اور مدینہ پر حملہ کردیں گے .رسول خداؐ کی طرح حضرت علی (ع) کی مدینہ میں موجودگی دشمنوں کو خوف زدہ رکھنے ،ان کی سازشوں کو ناکام بنانے اور مرکزی حکومت کی حفاظت و پاسداری کیلئے اشد ضروری تھی .

چنانچہ یہی وجہ تھی جب رسول خداؐ نے حضرت علی(ع) کو اپنا جانشین مقرر کیا تو اس سلسلے میں آپؐ نے فرمایا کہ

ان المدینة لا تصلح الا بی او بک

یعنی مدینہ میرے یا تمہارے بغیر اصلاح پذیر نہ ہو گا (۱۶).

سپاہ اسلام کے سامنے چونکہ اقتصادی راستے کی دوری ،سواری کے جانوروں کی کافی کمی ،سخت گرمی ،جھلسا دینے والی ہوا کی تپش جیسی مشکلات تھیں اسی لئے اس لشکر کو "جیش العسرۃ "کے عنوان سے یاد کیا گیا ہے (۱۷).چنانچہ یہ سپاہ ان تمام سختیوں کو برداشت کرتی ہوئی "تبوک "نامی مقام پر پہنچ گئی .مگر یہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ دشمن کا دور دور تک پتہ نہیں .گویا ہرقل کو جب اسلام کی عظیم سپاہ کی روانگی کا علم ہوا تو اس

نے عافیت اسی میں سمجھی کہ وہ پسپا ہو کر اپنے ملک کی حدود میں چلا جائے (۱۸). لیکن سپاہ اسلام نے وسیع پیمانے پر انتہائی تیزی کے ساتھ شمالی حدود کے کنارے پہنچ کر اور بیس روز تک وہاں قیام پذیر رہ کر دشمنان اسلام کو بہت سے پند آموز سبق سکھا دیئے. جن میں سے چند کا ہم یہاں ذکر کریں گے ۔۱ روم کی شہنشاہیت اور اس کے دست پروردہ سرحدی حکمرانوں پر اسلام کی طاقت و عظمت قطعی طور آشکارا و عیاں ہو گئی اور یہ حقیقت پایہ ثبوت کو پہنچ گئی کہ مسلمانوں کی عظیم عسکری طاقت اس حد تک ہے کہ اگر دنیا کے طاقتور ترین لشکر سے بھی ٹکر لینے کی نوبت آجائے تو اس کا مقابلہ کرنے میں انہیں ذرا بھی باک نہیں .چنانچہ یہی وجہ تھی کہ بعض سرحدی صوبوں کے فرمانروا اس اطلاع کے ملتے ہی کہ لشکر اسلام سرزمین تبوک تک پہنچ گیا ہے رسول خداؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس عہد و پیمان کے ساتھ کہ وہ کسی طرح کا تعرض نہ کریں گے .یہ بھی وعدہ کیا کہ ہر سال معقول رقم حکومت اسلامی کو بطور خراج بھی ادا کیا کریں گے(۱۹).

۲۔مدینہ و تبوک کے راستے پر "دومت الجندل "نامی محکم قلعہ (۲۰)بنا ہوا تھا جس پر " اکیدر "نامی عیسائی بادشاہ کی حکمرانی تھی .چونکہ اس کے تعلقات ہرقل کے ساتھ خوشگوار تھے اسی لئے اسکا شمار ان مراکز میں ہوتا تھا جو مسلمانوں کے لئے خطرات پیدا کر سکتے تھے .چنانچہ رسول خداؐ نے خالد بن ولید کو تبوک سے چار سو بیس سواروں کے دستے کو " دومتہ الجندل "کی جانب روانہ فرمایا تاکہ وہاں پہنچ کر انہیں اسلحہ سے بے دخل کر دے . خالد نے دشمن کے اسلحہ پر قبضہ کرنے کے بعد اس منطقے کے فرمانروا کو گرفتار کر لیا اور اسے مال غنیمت کے ساتھ لے کر رسول خداؐ کی خدمت میں حاضر ہوتے .رسول خداؐ نے اسے اس شرط پر آزاد کردیا کہ وہ "جزیہ "ادا کرے گا. (۲۱)

۳۔اس غزوہ کے باعث دین اسلام و رسول خداؐ کا نام نامی روم کے عیسائیوں کی زبان

پر جاری رہنے لگا۔اور اس کا چرچا تازہ ترین خبر کی طرح ہر جگہ رہتا۔چنانچہ ایسا میدان ہموار ہو گیا کہ رومی دین اسلام کو عالمی طاقت کی نظر سے دیکھنے لگے۔

۴۔جزیرہ نما عرب میں وہ عرب و مشرکین جو دین اسلام قبول کرنے کی سعادت سے محروم رہ گئے تھے اب انہیں بھی دین اسلام کی قوت کا پوری طرح اندازہ ہونے لگا تھا اور یہ بات اچھی طرح ان کی سمجھ میں آگئی کہ جب رومیوں کا طاقت ور لشکر اپنے پورے جنگی سازوسامان کے باوجود عسکر اسلام کا مقابلہ نہ کر سکا تو ایسی زبردست طاقت کے سامنے ان کا سینہ سپر رہنا لا حاصل ہے۔ان حالات کے پیش نظر ان قبائل نے یہ فیصلہ کر لیا کہ اس سے قبل کہ رسول خداؐ ان کی خبر لینے کیلئے آئیں وہ نے خود ہی اپنے نمایندے رسول خداؐ کی خدمت میں روانہ کر دیں اور چاہا کہ یا تو دین اسلام قبول کر لیں اور یا ایسا عہد و پیمان کریں جس کی رو سے اسلامی حکومت ان کے معاملات میں متعرض نہ ہو(۲۲)۔چونکہ بیشتر وفد غزوہ تبوک کے بعد سنہ ۹ ہجری میں رسول خداؐ کی ملاقات سے مشرف (۲۳)ہوئے اسی وجہ سے سنہ ۹ ہجری کو "سنۃ الوفود "کہا جانے لگا (۲۴)۔

اس کے علاوہ رومی لشکر مسلمانوں کا مقابلہ کرنے سے پہلے ہی چونکہ فرار کر گیا تھا اسی لئے سپاہ کے حوصلے اس واقعے سے بہت زیادہ بلند ہو گئے۔چنانچہ جب مسلمانوں نے روم پر حملہ کئے تو اس سے بہت سے عمدہ اثرات رونما ہوئے۔

پہلا تو یہی کہ :ان کے حوصلے اتنے قوی ہو گئے کہ وہ کسی بھی طاقت کو خاطر میں نہیں لاتے تھے اور شاید اسی حوصلہ مندی کی وجہ سے انہوں نے یہ اقدام کرنا چاہا کہ اپنا اسلحہ فروخت کر دیں کیونکہ وہ اکثر کہا کرتے تھے "کہ اب جہاد کی ضرورت ہی باقی نہیں رہ گئی ہے "مگر رسول خداؐ نے انہیں اس اقدام سے منع فرمایا (۲۵)۔

مدینہ کے رہنے والوں کو جب یہ اطلاع ملی کہ اسلام کو رومیوں پر فتح حاصل ہوئی

ہے تو وہ ایسے مسرور ہوئے کہ بقول "بیہقی" عورتوں، بچوں اور نوجوانوں نے یہ ترانے گا کر لشکر اسلام کا استقبال کیا ۔

طلع البدر علینا -----من ثنیات الوداع

وجب الشکر علینا -----ما دعا للہ داع

ایہا المبعوث فینا -----جئت بالامر مطاع

(ہم پر بدر نے ثنیات الوداع سے طلوع کیا. جب تک کوئی دعا کرنے والا ہے ہم پر شکر واجب ہے. اے ہم میں مبعوث ہونے والے نبی آپ ایسا حکم لے کر آئے ہیں کہ اس کی اطاعت ضروری ہے ).

دوسرا یہ کہ: مسلمان اتنا طویل پر مشقت سفر کرنے کے باعث چونکہ اس کی مشکلات و خصوصیات سے واقف ہو گئے تھے اسی لئے مستقبل میں شام کو فتح کرنے کا راستہ ان کے لئے ہموار ہو گیا. اور شاید یہی وجہ تھی کہ رسول اکرم کی رحلت کے بعد دیگر ممالک کو فتح کرنے سے قبل مسلمان شام کو فتح کرنے کے جانب متوجہ ہوئے .

## نفاق کا چہرہ بے نقاب

صدر اسلام کی دیگر جنگوں کے مقابل "غزوہ تبوک" سب سے زیادہ منافقین کی جولان گاہ اور ان کے خیانت کارانہ و مجرمانہ افعال کی آزمایشگاہ ثابت ہوا. چنانچہ انہوں نے جتنی بھی بد اعمالیاں اور بد عنوانیاں کیں خداوند تعالی نے دوسری جنگوں کے مقابل ان کے اتنے ہی برے ارادوں اور ان کے منافقانہ چہروں کو بے نقاب کیا. اور شاید اسی وجہ سے اس غزوہ کو "فاضحہ (رسوا کن) کہا گیا ہے (۲۶).

اس سے قبل کہ سپاہ اسلام "تبوک" کی جانب روانہ ہو منافقین نے جو بھی مواقع تلاش کئے اور جو بھی خیانت کاریاں ان سے سرزد ہوئیں ان کے بعض نمونے اوپر پیش کئے جا چکے ہیں. انہوں نے انہی خیانت کاریوں اور اپنی بد اعمالیوں پر اکتفا نہ کی

بلکہ جتنے عرصے تک لشکر اسلام غزوہ تبوک پر رہا ان کی سازشیں بھی جاری رہیں .چنانچہ ذیل میں ہم اس کے چند نمونے پیش کریں گے .

۱۔منافقین کے ایک گروہ نے "سویم "نامی یہودی کے گھر پر جلسے کی تشکیل کی جس میں انہوں نے اس مسئلے پر غور و فکر کیا کہ جنگی امور اور لشکر کی روانگی میں کس طرح خلل اندازی کی جائے .چنانچہ جب رسول خداؐ کو ان کے ارادے کا علم ہوا تو آنحضرتؐ نے چند لوگوں کو اس کے گھر کی طرف روانہ کیا جنہوں نے اسے نذر آتش کر دیا (۲۷).

۲۔جس وقت سپاہ اسلام "ثنیتہ الوداع "نامی لشکر گاہ میں جمع ہوئی تو منافقین کے سردار " عبداللہ بن ابی "نے اپنے ساتھیوں اور ان یہودیوں کے ہمراہ جن سے ان کا معاہدہ تھا کوہ "رکاب "کے کنارے اپنا خیمہ لگایا اور رسول خداؐ کے خلاف اس طرح زہر اگلنا شروع کیا .

محمدؐ کو رومیوں کے ساتھ جنگ کرنے کی سوجھی ہے اور وہ بھی اس جھلس دینے والی گرمی میں اور اتنی دور جاکر.ادہر سپاہ اسلام کا یہ حال ہے کہ اس میں جنگ کرنے کی ذرا بھی تاب و مجال نہیں .رومیوں کے ساتھ جنگ کرنے کو ہنسی کھیل سمجھ لیا ہے .مجھے تو ابھی یہ نظر آرہا ہے کہ محمدؐ کے جتنے بھی ساتھی ہیں سب ہی کل قیدی ہوں گے اور سب کی مشکیں کسی ہوئی نظر آئیں گی .

وہ اپنی اس خیانت کارانہ گفتار اور بد کرداری سے چاہتا تھا کہ مسلمانوں کے حوصلے پست کر دے اور انہیں اس جہاد مقدس پر جانے سے باز رکھے .مگر اس کی یہ نیرنگی و حیلہ گری کارگر ثابت نہ ہوئی اور بہت ہی یاس و ناامیدی کی حالت میں مدینہ پہنچا (۲۸)

۳۔سپاہ اسلام جب تبوک کی جانب روانہ ہوئی اور حضرت علی(ع)مدینہ میں قیام فرما رہے تو منافقوں کو اپنی تمام کوششیں ناکام ہوتی نظر آئیں چنانچہ اب وہ اس فکر میں

رہنے لگے کہ کس طرح ایسا ماحول پیدا کریں اور اس قسم کی افواہیں پھیلادیں کہ حضرت علی(ع) مرکزی حکومت سے دور چلے جائیں تاکہ رسول خداؐ اور حضرت علی (ع) کی غیر موجودگی میں پورے اطمینان کے ساتھ اپنی سازشوں کو عملی جامہ پہنا سکیں .

حضرت علی(ع) نے جب یہ افواہیں سنیں کہ رسول خداؐ آپ(ع) کو اپنی سرد مہری اور بے التفاتی کی وجہ سے محاذ جنگ پر لے کر نہیں جارہے ہیں تو آپ (ع) رسول خداؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تمام واقعات آنحضرتؐ کے سامنے بیان کئے .جنہیں سن کر رسول خداؐ نے فرمایاکہ

جھوٹ بول رہے ہیں میں تو تمہیں اس وجہ سے چھوڑ کر آیا ہوں کہ وہاں جو کچھ ہے تم اس کی حفاظت و نگہبانی کرو .کیا تمہیں یہ بات پسند نہیں ہے کہ تم میرے لئے ایسے ہی ہو جیسے موسی (ع) کیلئے ہارون(ع) تھے بس میرے بعد نبوت کا سلسلہ ختم ہو جائے گا ."

اس کے بعد رسول خداؐ نے حضرت علی(ع) سے ارشاد فرمایا کہ آپ(ع) واپس مدینہ چلے جائیں اور آنحضرتؐ کے جانشین کی حیثیت سے "دار الھجرہ "میں اپنے خاندان کے افراد کے ساتھ مقیم رہیں .

۴۔سپاہ اسلام کے خوف سے لشکر روم کی مغلوبی نیز ان فتوحات کے باعث جو آنحضرتؐ کو "تبوک "میں مقیم رہنے کی دوران حاصل ہوئیں .منافقین کا حسد و کنیہ پہلے سے کہیں زیادہ بڑھ گیا اسی لئے جس وقت سپاہ اسلام تبوک سے واپس آرہی تھی تو ان منافقین نے نہایت ہی خطرناک چال چلنے کا فیصلہ کیا .ان کی سازش یہ تھی کہ جب رسول خداؐ رات کی تاریکی میں بلند درے سے گذریں گے تو منافقین میں سے دس بارہ آدمی (۲۹) آنحضرتؐ کی گھات میں بیٹھ رہیں تاکہ جیسے ہی آپؐ کی سواری کا اونٹ اس راستے سے گذرے تو اسے بھڑکا دیں اور آنحضرتؐ اس گہرے درے میں گر کر ہلاک

ہو جائیں .

لیکن خداوند تعالی نے آنحضرت ؐ کو ان کی سازش سے آگاہ کر دیا .چنانچہ جب منافقین نے یہ دیکھا کہ رسول خدا ؐ کو ان کی سازش کا علم ہوگیا ہے تو وہ وہاں سے فرار کر گئے اور اپنے ساتھیوں سے جاملے .اگرچہ رسول خدا ؐ نے ان سب کو پہچان لیا تھا اور صحابہ نے بھی چاہاکہ انہیں قتل کر دیا جائے مگر رسول خدا ؐ نے انہیں معاف کر دیا (۳۰).

۵ ۔منافقین اپنے جرائم کی پردہ پوشی کرنے کیلئے ہمیشہ اس بات کی کوشش کرتے کہ انہیں دین کا لبادہ پہنائیں رہیں .مذھب کے پردے میں اپنے ان مجرمانہ افعال کو جاری رکھنے کیلئے انہوں نے محلّہ "قبا "میں مسجد کے نام سے ایک سازشی مرکز قائم کیا تاکہ وہاں سے اپنی سیاسی سرگرمیوں کو جاری رکھ سکیں .رسول خدا ؐ کی تبوک کی طرف روانگی سے پہلے انہوں نے مسجد کی تعمیر شروع کی اور رسول خدا ؐ کو اس کے بارے میں مطلع کر دیا .جس وقت آنحضرت ؐ واپس تشریف لا رہے تھے تو مدینہ کے نزدیک قاصد غیب وحی لے کر نازل ہوا اور آیات قرآنی کے ذریعے مسجد بنانے والوں کے گمراہ کن ارادوں سے مطلع کر دیا (۳۰).رسول خدا ؐ نے حکم صادر فرمایا کہ اس مسجد کو آگ لگا کر خاکستر کر دیں اور جو کچھ وہاں بچ رہے اسے تباہ و برباد کر دیں .اوراس جگہ کو ڈلاو کے طور پر استعمال کریں (۳۲).

غزوہ تبوک میں مسلمانوں کی فتح و نصرت ،اس جنگ کے بارے میں منافقین نے جو اندازے لگائے تھے وہ سب باطل ثابت ہوئے جنگ کے دوران ان کی سازشوں کی ناکامی ،مسجد ضرار کی ویرانی ،اسلام دشمن عناصر کے چہروں پر سے ریا کی نقاب کشائی اور آیات قرآنی[۳۳] میں ان کے خصوصیات کے بارے میں جو نشاندہی کی گئی تھی ان کے باعث کفر کے پیکر پر پے بہ پے ایسی سخت ضربات لگیں کہ اس کا سر کچل کر رہ گیا .اور وہ خیانت کار خطرناک گروہ جو اسلامی معاشرے میں مل رہا تھا منہ کے بل گرا .اور وہ لوگ

جو محاذ نفاق کی جانب رسول خداؐ کے خلاف نبرد آزمائی کر رہے تھے سخت مایوسی و ناامیدی کے شکار ہوئے .چنانچہ مسلسل بہ پے ناکامیوں نامرادیوں کا ہی نتیجہ تھا کہ منافقین کا سرغنہ "عبداللہ بن ابی "غزوہ تبوک کے ایک ماہ بعد ہی غموں میں گھل گھل کر مرگیا (۳۴).

## مشرکین سے بیزاری

سنہ ۹ ہجری کی اواخر میں زمانہ حج کے شروع ہونے سے قبل قاصد پیغام وحی نے سورہ توبہ کی چند ابتدائی آیات رسول خداؐ کو پڑھ کر سنائیں .ان آیات میں خدا اور رسول خداؐ کی مشرکین سے بیزاری مسلمانوں کے ساتھ ان کے قطع تعلق ،اور ان معاہدوں کو منسوخ کرنے کے بارے میں ہدایت کی گئی جو مسلمانوں نے ان کے ساتھ کئے تھے

رسول خداؐ نے ابو بکر کو امیر حج مقرر کر کے انہیں یہ ہدائت فرمائی کہ مشرکین تک سورہ توبہ کی آیات پہنچا دیں . لیکن جب وہ روانہ ہوگئے تو دوبارہ فرشتہ وحی نازل ہوا اور یہ پیغام سنایا کہ اس کام کو پیغمبر خداؐ یا خاندان رسالت کے کسی فرد کے علاوہ کوئی دیگر دوسرا نہیں دے سکتا (۳۵).چنانچہ رسول خداؐ نے حضرت علی (ع)کو بلایا اور اس کام پر مقرر فرمایا کہ مشرکین تک یہ آیات پہنچادیں .

حضرت علی(۳۲) راستے میں ہی حضرت ابوبکر سے جا ملے اور ان سے فرمایا کہ یہ آیات مجھے عنایت کر دیں .اور مذکورہ آیات کو لے کر خود مکہ کی جانب روانہ ہوئے . جب مناسک حج کا زمانہ آگیا تو آپ(ع)نے مسلمانوں اور کفار کے مجمع کثیر میں آیات تلاوت فرمائیں .اور اس کے ساتھ ہی رسول خداؐ کا پیغام بھی پہنچا دیا. اس پیغام میں جو باتیں کہی گئی تھیں وہ یہ ہیں کہ :

۱۔کافر جنت میں داخل نہ ہوں گے .

۲۔آیندہ مشرکین کو مکہ میں داخل ہونے اور مناسک حج ادا کرنے کی اجازت نہیں دی

جائے گی .

۳۔ آیندہ کسی شخص کو یہ اجازت نہیں ہوگی کہ وہ برہنہ خانہ کعبہ کا طواف کرے .

۴۔ جن لوگوں نے رسول خداؐ سے عہد و پیمان کئے ہیں وہ مدت معینہ تک ہی معتبر و قابل عمل ہیں .اور جن کے ساتھ کوئی معاہدہ نہیں کیا گیا ہے انہیں چار ماہ کی مہلت دی جاتی ہے کہ وہ اس عرصے میں اپنے معاہدے کے بارے میں غور کریں .اور جب یہ عرصہ گذر جائے گا تو کسی بھی مشرک کے ساتھ عہد و پیمان نہ کیا جائے گا (۳۶).

رسول خداؐ نے جو یہ صریح و قطعی اقدام کیا اس کی شاید وجہ یہ تھی کہ اس وقت سے جب کہ یہ پیغام مشرکین کو پہنچایا گیا نزول رسالت تک تقریبا بائیس (۲۲) سال کا عرصہ گذر چکا تھا .اوراس طویل عرصے میں رسول خداؐ کی تمام تر سعی و کوشش رہی کہ مشرکین راہ راست پر آجائیں چنانچہ اس کے بعد کسی شک کی گنجایش نہیں رہتی کہ بت پرستوں کے شرک اور پیغمبر اکرمؐ کے ساتھ جنگ و جدال کی اصل وجہ ان کی ضد اور ذاتی دشمنی تھی .اور اب اس چیز کی سخت ضرورت تھی کہ اسلامی معاشرہ جس قدر جلد ہو سکے ایسے عناصر سے پاک ہو جائے .اگر کسی زمانے میں پیغمبر اکرمؐ نے سیاسی حالات کے تحت مجبور ہو کر مشرکین کے ساتھ عہد و پیمان صلح کیا تو اس کے بعد آنحضرتؐ کیلئے ضروری نہ تھا کہ اس وقت جبکہ تمام منطقہ دین اسلام کے تحت اثر آچکا تھا اور اس نے صرف اندرونی ہی نہیں بلکہ بیرونی محاذوں پر عظیم ترین فتح و نصرت حاصل کرلی تھی ایسے عناصر کو اسلامی معاشرے کے اندر برداشت کرے اور وہ توہمات و خرافات اور خلل اندازی کے پردے میں زمین پر فساد بپا کئے رہیں .انہیں چار ماہ کی مہلت اس لئے دی گئی تھی کہ انہیں اپنے بارے میں سوچنے کیلئے کافی وقت مل سکے . اور اپنے توہمات و خرافات سے دست بردار ہونے کے بارے میں غور و فکر کر سکیں .

رسول خداؐ کا قطعی فیصلہ ،سورہ توبہ کی آیات کا نزول اور مشرکین کے مقابل

رسول خداؐ کا جرأتمندانہ مگر انسان دوستی پر مبنی اقدام بالخصوص چار ماہ کا عرصہ اس امر کے باعث ہوئے کہ وہ اپنے بارے میں سوچیں اور موقع سے فائدہ اٹھائیں .اس کے ساتھ ہی دین اسلام کی آسمانی تعلیمات اور اپنے خرافات پر مبنی طور و طریقے کے بارے میں غور و فکر کرنے کے بعد دین اسلام کی آغوش میں چلے آئیں .

سوالات

۱۔جس وقت رسول خداؐ نے رومیوں سے جنگ کیلئے سپاہ روانہ کرنے کا اقدام کیا تو آنحضرتؐ کے سامنے کیا مشکلات اور دشواریاں پیش آئیں ؟

۲۔جب رسول خداؐ نے مسلمانوں کو رومیوں کے ساتھ جنگ کرنے کی دعوت دی تو ان کی طرف سے کیا رد عمل ظاہر ہوا ؟

۳۔رسول خداؐ جب غزوہ تبوک پر تشریف لے جارہے تھے تو آنحضرتؐ نے مدینہ میں کسے اپنا جانشین مقرر فرمایا اور اس شخص کے انتخاب کئے جانے کا کیا مطلب تھا؟

۴۔اگرچہ غزوہ تبوک کے موقع پر جنگ تو نہیں ہوئی مگر مسلمانوں نے اس سے کچھ درس ضرور حاصل کئے ان کے بارے میں لکھئے .

۵۔غزوہ تبوک کا مسلمانوں کے دل و دماغ پر کیا اثر ہوا ؟

۶۔غزوہ تبوک کے موقع پر منافقین نے جو ریشہ دوانیاں کیں اس کے دو نمونے پیش کیجئے .

۷۔غزوہ تبوک کو "فاضحہ "کس وجہ سے کہا گیا ؟وضاحت کیجئے .

۸۔سورہ توبہ کی ابتدائی آیات ہجرت کے کس سال رسول خداؐ پر نازل ہوئیں .اور آنحضرتؐ نے کس شخص کے ذریعے انہیں مشرکین تک پہنچایا ؟

۹۔سورہ توبہ کے علاوہ .بھی کیا رسول خداؐ کی طرف سے کوئی پیغام مشرکین کو بھیجا گیا تھا ؟وہ کیا پیغام تھا اس کے بارے میں لکھیئے .

۱۰۔سورہ توبہ کی ابتدائی آیات اور اس کا مفہوم جو حضرت علی (ع) کی جانب سے مشرکین کو

بھیجا گیا تھا ان پر کسی عقیدے کو مسلط کرنے اور ان کی آزادی سلب کئے جانے کے مترادف نہیں اس کی وضاحت کیجئے .

## حوالہ جات

۱-یہ جگہ "وادی القری "اور شام کے درمیان واقع ہے .مدینہ سے اس جگہ تک بارہ منزل کا فاصلہ ہے . معجم البلدان ج ۲ صفحات ۱۴ ۱۵. مسعودی نے نے اپنی کتاب التنبیہ و الاشراف میں صفحہ ۲۳۵ پر لکھا ہے کہ مذکورہ بارہ منزلوں کا فاصلہ نوے فرسخ ہے (تقریبا ۵۴۱ کلو میٹر -

۲-یہ جگہ شام اور وادی القری کے درمیان دمشق کے تابع واقع ہے . معجم البلدان ج ۱ صفحہ ۴۸۹ -

۳-ملاحظہ ہو :المغازی ج ۳ صفحہ ۹۹۰ -

۴-علامہ "مفید "مرحوم نے اپنی کتاب "الارشاد "میں صفحہ ۸۲ پر لکھتے ہیں کہ "رسول خدا" کو وحی کے ذریعے علم ہو گیا تھا کہ اس سفر میں جنگ نہیں ہو گی "اور شمشیر کے بغیر ہی کام آنحضرت" کی مرضی کے مطابق انجام پذیر ہوں گے .سپاہ کو تبوک کی جانب روانہ کئے جانے کا حکم محض مسلمانوں کی آزمایش کی :ا مر دیا گیا تھا تاکہ مومن و منافق کی تشخیص ہو سکے .موصوف اپنی کتاب میں دو(۲) صفحات کے بعد لکھتے ہیں کہ اگر اس سفر میں جنگ واقع ہوتی اور رسول خدا" کو مدد کی ضرورت پیش آتی خداوندتعالی کی طرف سے یہ حکم نازل نہ ہوتا کہ آپ" حضرت علی (ع) کو مدینہ میں اپنا جانشین مقرر فرمائیں -

۵-ملاحظہ ہو :المغازی ج ۳ صفحہ ۹۹۰ -

۶-ایضا صفحہ ۱۰۰۲ -

۷-بحارالانوار ج ۲۱ صفحہ ۲۱۰ -

۸-سورہ توبہ کی ۴۲ سے ۱۱۰ تک بیشتر آیات اسی سلسلے میں نازل ہوئی ہیں -

۹-ملاحظہ ہو :سورہ توبہ آیت ۹۲ -

۱۰-ملاحظہ ہو :سورہ توبہ آیہ ۱۸ -

۱۱-ملاحظہ ہو :سورہ توبہ آیہ ۷۹ -

۱۲-ملاحظہ ہو :تفسیر برہان ج ۲ صفحہ ۱۴۸ -

۱۳-سورہ توبہ آیہ ۴۹ ۹۰ -

۱۴-ایضا آیہ ۱۱۸ -

۱۵-الارشاد 'مفید مرحوم صفحہ ۸۲ -

۱۶-ایضا صفحہ ۸۳ -

۱۷-التنبیہ و الاشراف صفحہ ۲۳۵ -

۱۸-المغازی ج ۳ صفحہ ۱۰۱۵ -

۱۹-ملاحظہ ہو :المغازی ج ۳ صفحہ ۱۰۳۱ و سیرۃ النبویہ ج ۴ صفحہ ۱۶۹ -

۲۰-یہ قلعہ شام کے نواح میں تھا .جس کا فاصلہ دمشق سے پانچ رات (تقریبا ۱۹۰ کلو میٹر)اور مدینہ تک اس کا سفر تقریبا پندرہ یا سولہ رات (تقریبا ۵۴۰ کلو میٹر)کا تھا :الطبقات الکبری ج ۲ صفحہ ۶۲ و وفاء الوفاء ج ۲ صفحہ ۲۱۳ -

۲۱-ملاحظہ ہو: المغازی ج ۳ صفحہ ۱۰۲۵ و السیرہ النبویہ ج ۴ صفحہ ۱۶۹ -

۲۲-محمد بن سعد نے "طبقات الکبری "کی جلد اول کے صفحات ۳۵ ۲۹۱میں لکھا ہے کہ تہتر(۷۳) وفد رسول خدا' کی خدمت میں حاضر ہوئے .چنانچہ ہر وفد کی اس نے علیحدہ خصوصیات بھی بیان کی ہیں -

۲۳-ملاحظہ ہو :الکامل فی التاریخ ج ۳ صفحہ ۲۸۶ -

۲۴-ملاحظہ ہو :السیرۃ النبویہ ج ۴ صفحہ ۲۰۵ -

۲۵-ملاحظہ ہو :الطبقات الکبری ج ۲ صفحہ ۱۶۷ و المغازی ج ۳ صفحہ ۱۰۵۷ -

۲۶-ملاحظہ ہو :السیرۃ الحلبیہ ج ۳ صفحہ ۱۲۹ -

۲۷-ملاحظہ ہو :السیرۃ النبویہ ج ۴ صفحہ ۱۶۰ -

۲۸-ملاحظہ ہو :المغازی ج ۳ صفحہ ۹۹۵ -

۲۹-بعض کتب میں ان کی تعداد چودہ اور پندرہ بھی بتائی گئی ہے (السیرۃ الحلبیہ ج ۳ صفحہ ۱۴۲ -

۳۰-ملاحظہ ہو :السیرۃ الحلبیہ ج ۳ صفحہ ۱۴۲ و المغازی ج ۳ صفحات ۱۰۴۲ ۱۰۴۵ -

۳۱-ملاحظہ ہو :سورہ توبہ کی آیات ۱۰۷ سے ۱۱۰ تک .خداوند تعالی نے اس مسجد کو مسجد ضرار "کے عنوان

یاد کیا ہے اور اس مرکز کے قائم کئے جانے کا سبب مسلمانوں کو زک پہنچانے ،کفر کی بنیادوں کو محکم کرنے ،
مسلمانوں کے صفوں میں تفرقہ ڈالنے اور دشمنان رسول خدا کے مستقر سے تعبیر کیا ہے -

۳۲ -ملاحظہ ہو :السیرۃ النبویہ ج ۴ صفحہ ۱۷۳ و بحارالانوار ج ۲۱ صفحات ۲۵۲ ۲۵۵ -

۳ -سورہ توبہ کی آیات ۴۲ سے ۱۱۰ تک ان منافقین کی خیانت کاری اور سازشوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے
.جو جنگ تبوک کے دوران اپنی سازشوں میں سرگرم عمل تھے .مزکورہ آیات میں خداوندتعالی کی طرف سے ان
کی ذہنی کیفیات و خصوصیات بیان کی گئی ہیں -

۳۴ -رسول خدا ماہ رمضان میں مدینہ واپس تشریف لائے .عبداللہ بن ابی ماہ شوال میں بیمار ہوا اور ماہ ذی
قعدہ میں مرگیا .ملاحظہ ہو :المغازی ج ۳ صفحات ۱۰۵۶ ۱۰۵۷ -

۳۵ لا یودی عنک الی انت او منک -

۳۶ -ملاحظہ ہو :السیرۃ النبویہ ابن ہشام ج ۴ صفحات ۱۹۰ ۱۹۱و بحارالانوار ج ۲۱ صفحات ۲۶۵ ۲۷۵ -

سبق ۱۶

# حجۃ الوداع، جانشین کا تعین اور رحلت پیغمبر اکرمؐ

## حجۃ الوداع

اسلام کے ہاتھوں تبوک میں سلطنت روم کی بیخ کنی، جزیرہ (۱) نما عرب میں شرک و بت پرستی کی شکست و ریخت اور مشرکین کے نہ صرف مکہ میں داخل ہونے بلکہ مناسک حج میں شرکت کرنے پر مکمل پابندی کے بعد جب زمانہ حج نزدیک آیا تو رسول خداؐ کو اس کام پر مقرر کیا گیا آنحضرتؐ بذات خود ہجرت کے دسویں سال میں مناسک حج ادا کریں تاکہ اسلام کی طاقت کو زیادہ ظاہر و نمایاں کرنے کے ساتھ مسلمانوں کو ہدایت فرمائیں کہ وہ عہد جاہلیت کے آداب و رسوم کو ترک کر کے سنت ابراہیمی کے مطابق اسلامی طریقے پر ارکان حج ادا کریں۔ اسی ضمن میں آنحضرتؐ اساسی و لازمی اصول بالخصوص مستقبل میں مسئلہ راہبری و قیادت اسلام کے بارے میں براہ راست مسلمانوں کو ہدایت فرمائیں تاکہ سب پر حجت تمام ہو جائے (۲)۔

رسول خداؐ کو وحی کے ذریعے اس کام پر مامور کیا گیا کہ آنحضرتؐ تمام مسلمانوں کو حج بیت اللہ پر چلنے کیلئے آمادہ کریں اور انہیں اس عظیم اسلامی اجتماع میں شرکت کرنے کی دعوت دیں۔ چنانچہ اس بارے میں خداوند تعالی اپنے نبیؐ سے خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے کہ

واذن فی الناس بالحج یاتوک رجالا و علی ضامر یاتین من کل فحج عمیق (۳)۔

اور لوگوں کو حج کیلئے اعلان عام کر دو کہ وہ تمہارے پاس ہر دور دراز مقام سے

پیدل اور اونٹوں پر سوار آئیں تاکہ وہ فائدے دیکھیں جو یہاں ان کے لئے رکھے گئے ہیں ۔

جس وقت یہ اعلان کیا گیا اگرچہ اس وقت مدینہ اور اس کے اطراف میں چیچک کی وبا پھیلی ہوئی تھی اور بہت سے مسلمان اس مرض میں کی وجہ سے ارکان حج ادا کرنے کیلئے شرکت نہیں کر سکتے تھے (۴). مگر جیسے ہی انہوں نے رسول خدا ؐ کا یہ پیغام سنا مسلمان دور و نزدیک سے کثیر تعداد میں مدینہ کی جانب روانہ ہو گئے تاکہ رسول خدا ؐ کے ساتھ مناسک حج ادا کرنے کا فخر حاصل کر سکیں. مورخین نے ان کی تعداد چالیس ہزار سے ایک لاکھ چوبیس ہزار تک اور بعض نے اس سے بھی زیادہ لکھی ہے (۵).

رسول خدا ؐ نے حضرت ابودجانہ ؓ کو مدینہ میں اپنا جانشین مقرر فرمایا اور ہفتہ کے دن بتاریخ پنجم ذی القعدہ(۶) مکہ کی جانب روانہ ہوئے .اس سفر میں مسلمانوں کا ذوق و شوق وافرواواں تھا کہ ان میں سے کثیر تعداد نے مدینہ و مکہ کے درمیان کا فاصلہ پیدل چل کر طے کیا (۷).

یہ قافلہ دس روز بعد بتاریخ چہارم ذی الحجہ (۸) منگل کے دن مکہ میں داخل ہوا[9] . جہاں اس نے عمرہ کے ارکان ادا کئے .

آٹھ ذی الحجہ تک مسلمانوں کی دوسری جماعت بھی مکہ پہنچ گئی جس میں حضرت علی (ع) نیز آپ کے ساتھی بھی شامل اس وقت آپ(ع) یمن کے دورے پر تشریف لے گئے تھے (۱۰).

رسول خدا ؐ نے اس عظیم اسلامی اجتماع میں سنت ابراہیمی کے مطابق مناسک حج ادا کرنے کی تعلیم دینے کے ساتھ یہ بھی ہدایت فرمائی کہ کس طرح صحیح طور پر ارکان حج پر عمل پیرا ہوں. آنحضرت ؐ نے مکہ کے "منی" اور میدان "عرفات (۱۱) میں مختلف مواقع پر تقاریر فرما کر آخری مرتبہ مسلمانوں کو پند و نصائح اور ارشادات عالیہ سے نوازا .ان

تقاریر میں آپ ؐ نے انہیں یہ نصیحت فرمائی کہ لوگوں کے جان و مال کی حفاظت کریں. قتل نفس کا پاس رکھیں ،سود کی رقم کھانے ،دوسروں کا مال غصب کرنے سے بچیں .دور جاہلیت میں جو خون بہایا گیا تھا اس سے چشم پوشی کو ہی بہتر سمجھیں .کتاب اللہ پر سختی سے عمل پیرا ہوں .ایک دوسرے کے ساتھ برادرانہ سلوک کو افضل جانیں ،نیز استقامت و پایداری کے ساتھ احکام الٰہی و قوانین دین مقدس اسلام پر کار بند رہیں .اس ضمن میں آنحضرت ؐ نے مزید ارشاد فرمایا کہ :حاضرین ان لوگوں کو جو یہاں موجود نہیں ہیں یہ پیغام پہنچا دیں کہ میرے بعد کوئی نبی و پیغمبر نہیں ہوگااور تمہارے بعد کوئی امت نہ ہو گی (۱۲). آنحضرت ؐ نے یہ بات تاکید سے کہی کہ :اے لوگو !میری بات کو اچھی طرح سے سنو اور اس پر خوب غور و فکر کرو کیونکہ یہ ممکن ہے کہ اس کے بعد یہ موقعہ نہ ملے کہ میری تم سے ملاقات ہو سکے (۱۳).چنانچہ ان الفاظ کے ذریعے آنحضرت ؐ لوگوں کو مطلع کر رہے تھے کہ وقت رحلت نزدیک آگیا ہے اور شاید اسی وجہ سے اس حج کو "حجتہ الوداع "کے عنوان سے یاد کیا جاتا ہے .

## جانشین کا تعین

مناسک حج مکمل ہو گئے اور رسول خدا ؐ واپس مدینہ تشریف لے آئے لیکن .جو فرض آنحضرت ؐ پر واجب تھا وہ ابھی پورا نہیں ہوا تھا. مسلمانوں نے یہ سمجھ کر کہ کام انجام پذیر ہو چکا ہے اسی لئے ان میں سے ہر شخص نے اس سفر سے معنوی فیض کسب کیا اور اب ہر ایک کی یہی تمنا تھی کہ کہ جس قدر جلد ہو سکے تپتے ہوئے بے سراب و ویران ریگزاروں کو پار کر کے واپس اپنے وطن پہنچ جائے .لیکن رسول خدا ؐ نے چونکہ اپنی عمر عزیز کے تئیس سال اول سے آخر تک رنج و تکالیف میں گذار کر آسمانی آئین یعنی دین اسلام کی اشاعت و ترویج کے ذریعے انسانوں کو پستی و گمراہی اور جہالت ،نادانی کی دلدل سے نکالنے میں صرف کئے تھے اور آپ ؐ اپنے مقصد میں کامیاب بھی ہوئے

آپ ؐ یہی چاہتے تھے کہ پراکندہ انسانوں کو ایک پرچم کے نیچے جمع کرلیں انہیں امت واحد کی شکل میں لے آئیں مگر اس کے بعد اب دوسرا خیال درپیش تھا کہ .اب آنحضرت ؐ کے سامنے اسلام کا مستقبل اور رہبر کے انتخاب کا مسئلہ تھا .بالخصوص اس صورت میں جبکہ آپ ؐ کے روبرو یہ حقیقت بھی تھی کہ اس پر افتخار زندگی کے چند روز ہی باقی رہ گئے ہیں .

رسول خدا ؐ ہر شخص سے زیادہ اپنے معاشرے کی سیاسی ،اور ثقافتی وضع و کیفیت سے واقف و باخبر تھے .آنحضرت ؐ کو اس بات کا بخوبی علم تھا کہ آسمانی تعلیمات آپ ؐ کی دانشوارانہ قیادت و راہبری اور حضرت علی(ع)جیسے اصحاب کی قربانی کے باعث قبائل کے سردار و اشراف قریش اسلام کے زیر پرچم جمع ہو گئے ہیں لیکن ابھی تک بعض کے دل و دماغ مکمل طور پر تسلیم حق نہیں ہوئے ہیں .اور وہ ہر وقت اس فکر میں رہتے ہیں کہ جب بھی موقع ملے اندر سے اس دین پر ایسی کاری ضرب لگائیں کہ بیرونی طاقتوں کیلئے اس پر حملہ کرنے کیلئے میدان ہموار ہو جائے .

کوئی ایسا ہی لائق و شایستہ شخص جو آنحضرت ؐ کی مقرر کردہ شرائط کو پورا کر سکے اس آیت قرآنی کی روشنی میں "الیوم اکملت لکم دینکم (۱۴)"دین اسلام کو بے حد کمال تک پہنچا سکتا ہے نیز امت اسلامی کی کشتی کو اختلافات کی پر جوش و خروش اور داخلی کشمکش سے نجات دلا کر ساحل تک پہنچانے میں معاون و مدد گار ہو سکتا تھا .

رسول اکرم ؐ اگرچہ جانتے تھے کہ امت مسلمہ میں وہ کون شخص ہے جو آپ ؐ کی جانشینی اور مستقبل میں اس امت کی راہبری کیلئے مناسب و موزوں ہے .اور خود آنحضرت ؐ نے کتنی ہی مرتبہ مختلف پیرائے میں یہ بات لوگوں کے گوش گذار بھی کر دی تھی لیکن ان حقائق کے باوجود اس وقت کے مختلف حالات اس امر کے متقاضی تھے کہ جانشینی کیلئے خداوند تعالی کی طرف جدید حکم واضح و صریح الفاظ میں نازل ہو .آنحضرت ؐ یہ

بات بھی خوب جانتے تھے کہ اس معاملے میں اللہ تعالی آنحضرت ؐ کی مدد بھی فرمائے گا تاکہ اس فرض کی ادائیگی میں آپ ؐ کی طرف سے کوئی کوتاہی نہ ہو. کیونکہ رسالت کی طرح مقام خلافت و امامت بھی الہی منصب ہے اور حکمت الہی اس امر کی متقاضی ہے کہ اس منصب کیلئے کسی لائق شخص کو ہی منتخب کیا جائے لیکن اس کے ساتھ ہی رسول خدا ؐ کو خدشہ بھی لاحق تھا کہ کہ اگر یہ عظیم اجتماع پراکندہ ہو گیا اور ہر مسلمان اپنے اپنے وطن چلا گیا تو پھر کبھی ایسا موقع نہ مل سکے گا کہ کسی جانشین کے مقرر کئے جانے کا اعلان ہو سکے اور آپ ؐ کا پیغام لوگوں تک پہنچ سکے .

قافلہ اپنی منزل کی جانب رواں تھا اور بتاریخ ۱۸ ذی الحجہ "جحفہ" کے نزدیک "غدیر خم" پر پہنچا. اور یہ وہ جگہ ہے جہاں مدینہ سے مصر و عراق کی جانب جانے والی راہیں ایک دوسرے سے جدا ہوتی ہیں. اس وقت فرشتہ وحی نازل ہوا اور رسول خدا ؐ کو جس پیغام کی توقع تھی وہ ان الفاظ میں پہنچا دیا .

یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک و ان لم تفعل فما بلغت رسالتہ و اللہ یعصمک من الناس (۱۵)

(اے پیغمبر! جو کچھ تمہارے رب کی طرف سے تم پر نازل کیا گیا ہے وہ لوگوں تک پہنچا دو. اگر تم نے ایسا نہ کیا تو اس کی پیغمبری کا حق ادا نہیں کیا. اللہ تم کو لوگوں کے شر سے بچائے گا.)

گرمی سخت تھی اور کافی طویل قافلہ زنجیر کے حلقوں کے مانند پیوستہ اپنی منزل کی جانب گامزن تھا. رسول خدا ؐ کے حکم سے یہ قافلہ رک گیا. اور سب لوگ یک جا جمع ہو گئے. اور سب لوگ یہ جاننے کے متمنی تھی کہ کون سا اہم واقعہ رونما ہوا ہے .

رسول خدا ؐ نے پہلے تو نماز ظہر کی امامت فرمائی اور اس کے بعد ایک اونچی جگہ پر جو اونٹ کے کجاوں سے بنائی گئی تھی تشریف فرما ہوئے اس موقعے پر آپ ؐ نے مختلف

مسائل کے بارے میں مفصل خطبہ دیا اور ایک بار پھر لوگوں کو یہ نصیحت فرمائی کہ کتاب. اللہ نے اور اہل بیت رسول ؐ کی پوری دیانتداری کے ساتھ پیروی کریں. کیونکہ یہی دونوں "متاع گرانمایہ "بیش قیمت مال ہیں .اس کے بعد آنحضرت ؐ نے اصل مقصد کی جانب توجہ فرمائی .

انحضرت ؐ نے حضرت علی (ع) کا دست مبارک اپنے دست مبارک لے کر اس طرح بلند کیا کہ سب لوگوں نے رسول نیز حضرت علی (ع) کو ایک دوسرے کے دوش بدوش دیکھا چنانچہ انہوں نے سمجھ لیا کہ اس اجتماع میں کسی ایسی بات اعلان کیا جائے گا جو حضرت علی (ع) کے متعلق ہے .

رسول خدا ؐ نے مجمع سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا :

اے مومنو !تم لوگوں میں سے کونسا شخص سب سے زیادہ برتر و بالا ہے ؟مجمع نے جواب دیا کہ :خدا اور رسول خدا ؐ ہی بہتر جانتے ہیں .

اس پر رسول خدا ؐ نے فرمایا کہ :میرا مولا خدا ہے .اور میں مومنین کا مولا ہوں میں سب سے بہتر ہوں اور سب پر مجھے فضیلت حاصل ہے .جس کا مولا میں ہوں یہ علی (ع) اس کے سردار و مولا ہیں .اے خداوندا !جو علی (ع) کے دوست ہوں انہیں تو عزیز رکھ اور جو علی (ع) کے دشمن ہوں تو ان کے ساتھ دشمنی کا سلوک کر. علی (ع) کے دوستوں کو فتح و نصرت عطا فرما اور دشمنان علی (ع) کو ذلیل و خوار کر (۱۶).

رسول خدا ؐ کا خطبہ ختم ہو جانے کے بعد مسلمان حضرت علی (ع) کی خدمت میں حاضر ہوئے اور رسول خدا ؐ کی طرف سے مرتبہ خلافت و قیادت تفویض کئے جانے پر مبارک باد پیش کی اور آپ (ع) سے مولائے مسلمین کہہ کر ہمکلام ہوئے .خداوند تعالی نے بھی حضرت جبرئیل کو بھیج کر اور مندرجہ ذیل آیت نازل فرما کر لوگوں کو اس نعمت عظمی کی بشارت دی .

الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا (۱۷).

آج میں نے تمہارے دین کو تمہارے لئے مکمل کر دیا ہے اور اپنی نعمت تم پر تمام کر دی ہے .اور تمہارے لئے اسلام کو دین کی حیثیت سے پسند فرمایا ہے .

اس روز سے (۱۸ذی الحجہ) کو مسلمان اور حضرت علی(ع) کے پیروکار "عید غدیر" کے نام سے ہر سال جشن مناتے ہیں اور اس عید کا شمار اسلام کے عظیم عیدوں میں ہوتا ہے .

## رسول خداؐ کی آخری عسکری کوشش

رسول اکرم "حجتہ الوداع" سے واپس آنے کے بعد خداوند تعالی کی طرف سے عاید کردہ دو اہم فرائض (فریضہ حج اور حضرت علی(ع) کی جانشینی کے اعلان ) کے انجام دینے کے بعد اگرچہ بہت زیادہ اطمینان محسوس کر رہے تھے لیکن اس کے باوجود آپؐ کی دور رس نگاہیں دیکھ رہی تھیں کہ ابھی امت مسلمہ کے سامنے ایسے مسائل ہیں جن کی وجہ سے وہ فتنہ و فساد سے دو چار رہے گی .چنانچہ یہی فکر آنحضرتؐ کے لئے تشویش کا باعث تھی .

سنہ ۱۱ ہجری کے اوائل میں جب کچھ لوگوں نے یہ خبر سنی کہ سفر کی وجہ سے رسول خداؐ کی طبیعت ناساز ہے تو انہوں نے نبوت کا دعوی کر کے فتنہ و غوغا برپا کر دیا . چنانچہ "سیلمہ" نے "یمامہ" میں "اسود عنسی" نے "یمن" میں اور "طلحہ" نے بنی اسد" کے شہروں میں لوگوں کو فریب دے کر گمراہ کرنا شروع کر دیا (۱۸)

"مسیلمہ" نے تو رسول خداؐ کو خط بھی لکھا اور آنحضرتؐ سے کہا کہ اسے بھی امر نبوت میں شریک کر لیا جائے (۱۹).

دوسری طرف ان لوگوں کو جو کل تک کافر اور آج منافق تھے اور جن کے دلوں

میں پہلے سے ہی اسلام کے خلاف بغض و کینہ بھرا ہوا تھا جب یہ معلوم ہوا کہ رسول خداؐ نے حضرت علی(ع) کے پیشوائے اسلام اور جانشین پیغمبرؐ ہونے کا اعلان کر دیا ہے تو ان کا غم و غصہ کہیں زیادہ ہو گیا چنانچہ جب انہیں یہ علم ہوا کہ رسول خداؐ کی طبعیت ناساز ہے اور آنحضرتؐ کی رحلت عنقریب ہی واقع ہونے والی ہے تو ان کا جوش و خروش کئی گنا ہو گیا .

ان واقعات کے علاوہ ،مشرقی روم کی پر زور و خود سر حکومت اور اس کی نو آبادیات کو مسلمانوں کے ساتھ چند مرتبہ نبرد آزمائی کرنے کے بعد ان کی طاقت کا اندازہ ہو گیا تھا اور ان سے کاری ضربیں کھا چکے تھے اسی لئے ان کا وجود مدینہ کی حکومت کے لئے خطرہ بنا ہوا تھا. کیونکہ سیاسی عوامل سے قطع نظر اس خاص مذہبی حساسیت کے باعث بھی جو عیسائی سربراہوں کے دلوں میں اسلام کے خلاف تھی وہ شمالی سرحدوں پر ہمیشہ بدامنی پھیلائے رکھتے .

ان حالات میں بقول پیغمبر اکرمؐ "فتنے و فسادات سیاہ رات کی طرح یکے بعد دیگرے اسلامی معاشرے پر چھانے شروع ہو گئے ہیں (۲۰).

چنانچہ آنحضرتؐ نے انہیں خاموش کرنے کیلئے بعض اقدامات بھی کئے اور یہی آپؐ کی سعی و کوشش کا آخری حاصل و ثمرہ تھا .

رسول خداؐ نے یمن "یمانہ اور قبیلہ بنی اسد کے درمیان فرماندار نمایندہ گان روانہ کرنے کے علاوہ حکم بھی صادر فرمایا کہ اٹھارہ یا انیس (۱۹) سالہ "اسامہ ابن زید "نامی فرماندار کی زیر قیادت طاقتور سپاہ روانہ کی جائے .چنانچہ آنحضرتؐ نے حضرت اسامہ کی تحویل میں پرچم دینے کے بعد فرمایا کہ :پوری امت مسلمہ کے ساتھ بس میں مہاجر و انصار شامل ہوں اپنے والد "زید بن حارث "کی شہادت گاہ کی جانب جو بلاد روم میں ہے روانہ ہوں (۲۱).

حضرت اسامہ کو فرماندار مقرر کرنے کی وجوہ ان کی مہارت و لیاقت کے علاوہ یہ بھی ہو سکتی تھی کہ

۱۔رسول خداؐ کی جانب سے حضرت اسامہ کو فرماندار مقرر کرنے کی وجہ آنحضرتؐ کی جانب سے ان خرافات کے خلاف عملی جد و جہد تھی جو دور جاہلیت سے بعض صحابہ کے ذہنوں میں وسوسے کئے ہوئے تھیں۔کیونکہ ان کی نظر میں کسی مقام و مرتبہ کا معیار یہی تھا کہ صاحب جاہ و مرتبہ معمر شخص ہو اور کسی قبیلے کی سرداری سے وابستہ شخص ہی اس کا حقدار ہو سکتا ہے۔

۲۔حضرت زید ابن حارث کی شہادت چونکہ رومیوں کے ہاتھوں ہوئی تھی اسی لئے ان کے دل میں رومیوں کے ساتھ جنگ کرنے کا جوش و ولولہ بہت زیادہ تھا۔رسول خداؐ کی یہ کوشش تھی کہ ان کے اس جوش و ولولے میں مزید شدت و کثرت ہو۔چنانچہ اسی وجہ سے جب آنحضرتؐ نے فرمانداری کی ذمہ داری ان کی تحویل میں دی تو اس کے ساتھ یہ بھی ارشاد فرمایا کہ "اپنے باپ کے شہادت گاہ کی جانب روانہ ہو(۲۳)۔

۳۔اگر اس وقت کے حالات کو مد نظر رکھتے ہوئے سپاہ کی فرمانداری مہاجر و انصار میں سے کسی معمر شخص کی تحویل میں دے دی جاتی تو اس بات کا امکان تھا کہ وہ شخص اس عہدے سے سوئے استفادہ کرتا اور اسی وجہ سے خود کو پیغمبر اکرمؐ کا خلیفہ و جانشین سمجھنے لگتا۔لیکن حضرت اسامہ کی یہ حیثیت نہیں تھی کہ اور ان کے خلیفہ بننے کا کوئی امکان بھی نہیں تھا۔

حضرت اسامہ نے رسول خداؐ کے حکم کے مطابق "جرب"(۲۴)نامی مقام پر خیمے نصب کئے۔اور دیگر مسلمانوں کی آمد کا انتظار کرنے لگے۔

رسول خداؐ نے مسلمانوں بالخصوص مہاجر و انصار سرداروں کو حضرت اسامہ کے لشکر میں شامل کرنے کیلئے بہت زیادہ اہتمام سے کام لیا اور جو لوگ اس اقدام کے مخالف

تھے انہیں آنحضرت ؐ نے مطعون بھی کیا (۲۵).

حضرت اسامہ کی عسکری طاقت کو تقویت دینے کے علاوہ اس اہتمام کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ آنحضرت ؐ چاہتے تھے کہ وقت رحلت وہ لوگ مدینہ میں موجود نہ رہیں جو امت میں اختلاف پیدا کرنے اور منصب خلافت کی حصول کی فکر میں ہیں. تاکہ حضرت علی(ع) کی قیادت و پیشوائی کے بارے میں فرمان خدا و رسول ؐ جاری کئے جانے کیلئے راستہ ہموار رہے (۲۶).

لیکن افسوس بعض مسلمانوں نے جنہیں رسول خدا ؐ مدینہ سے باہر بھیجنے کے لئے کوشاں تھے یہ بہانہ بنا کر کہ حضرت اسامہ بہت کم عمر ہیں مخالفت شروع کر دی اور ان کے خیمہ گاہ کی جانب جانے سے انکار کر دیا (۲۷).نیز یہ دیکھ کر کہ رسول خدا ؐ کی طبیعت ناساز ہے تو انہوں نے حضرت اسامہ کے لشکر کو(۲۸) روم کی طرف جانے سے یہ کہہ کر روکنا چاہا کہ چونکہ اس وقت رسول خدا ؐ بہت علیل ہیں اسی لئے ان حالات کے تحت ہمارے دلوں میں آپ ؐ سے جدائی کی تاب و طاقت نہیں (۲۹).

رسول خدا ؐ کو منافقین کے اس رویے سے سخت تکلیف پہنچی آپ ؐ طبیعت کی ناسازی کے باوجود مسجد میں تشریف لے گئے اور مخالفت کرنے والوں سے فرمایا کہ " اسامہ کو فرماندار مقرر کئے جانے کے بارے میں میں یہ کیا سن رہا ہوں .اس سے پہلے جب ان کے باپ کو فرماندار مقرر کیا تھا تو اس وقت بھی تم طعن و تشنیع کر رہے تھے . خدا گواہ ہے کہ وہ لشکر کی فرمانداری کے لئے مناسب تھے اور اسامہ بھی اس کیلئے اہل و شایستہ ہیں (۳۰)."

رسول خدا ؐ اس وقت بھی جب کہ صاحب فراش تھے تو ان لوگوں سے جو عیادت کیلئے آئے تھے مسلسل یہی فرماتے کہ انفذ وابعث اسامۃ(۳۱). لیکن آنحضرت ؐ کی یہ سعی و کوشش بے سود ثابت ہوئی .کیونکہ صحابہ میں جو سردار تھے انہوں نے اس قدر

سہل انگاری سے کام لیاکہ آنحضرتؐ کی رحلت واقع ہو گئی .اور سپاہ واپس مدینہ آگئی .

## رسول خداؐ کی رحلت

رسول خداؐ کے مزاج کی ناسازی میں روز بروز اضافہ ہوتا چلا جارہا تھا علالت کے دوران آنحضرت "بقیع" کی جانب تشریف لے گئے .اور جو لوگ وہاں ابدی نیند سو رہے تھے ان کی طلب مغفرت کے بعد حضرت علی(ع) کی جانب رخ کیا اور فرمایا کہ جبرئیل سال میں ایک مرتبہ مجھے قرآن پیش کرتے تھے لیکن اس مرتبہ انہوں نے دو مرتبہ پیش کیا.اس کی وجہ اس کے علاوہ کچھ اور نہیں ہو سکتی کہ میری رحلت قریب ہے .اس کے بعد آپؐ نے فرمایا کہ

"اے علی !مجھے یہ اختیار دیا گیا ہے کہ دنیا کے خزانو 'اس کی جاویدانی زندگی اور بہشت کے درمیان میں سے کسی کا انتخاب کر لوں .میں نے ان میں سے بہشت اور دیدار پروردگار کو چن لیا ہے (۳۲)."

رسول خداؐ بستر علالت پر فروکش اور انتہائی اشتیاق کے ساتھ فرمان حق کا انتظار فرما رہے تھے .لیکن یہ اشتیاق آنحضرتؐ کو امت کی ہدایت کے خیال اور اس کے درمیان اختلاف کی وجہ سے فتنہ پیدا کرنے کے اندیشے سے نہ روک سکا .صحابہ میں سے بعض برگزیدہ حضرات آپؐ کی عیادت کیلئے حاضر ہوئے ان سے رسول خداؐ نے یہی ارشاد فرمایا کہ "قلم و دوات لے آو تاکہ میں تمہارے لے ایسی چیز لکھ دوں جس سے تم کبھی گمراہ نہ ہو گے (۳۳)."اس پر عمر نے کہا کہ :رسول خداؐ پر مرض کا غلبہ ہے قرآن تو ہمارے پاس ہے ہی .ہمارے لئے یہی کتاب اللہ کافی ہے .حاضرین میں سے بعض نے عمر کے نظریے سے اختلاف کیا اور بعض ان کے جانبدار ہو گئے .رسول خداؐ کیلئے ان کی یہ جسارت و بے باکی سخت پریشان خاطری کا باعث ہوئی .اور فرمایا کہ :"میری نظروں سے دور ہو جاو (۳۴)."

بعض صحابہ کی علانیہ مخالفت نے اگرچہ رسول خداؐ کو وصیت لکھنے سے باز رکھا لیکن آنحضرتؐ نے اپنا مدعا دوسرے طریقے سے بیان کر دیا. اگرچہ مرض کا غلبہ تھا مگر درد و تکلیف کے باوجود آنحضرتؐ مسجد کی جانب روانہ ہوئے اور وہاں منبر پر تشریف فرما ہو کر آخری مرتبہ لوگوں سے خطاب فرمایا. جو باصطلاح آنحضرتؐ کا آخری خطبہ تھا اور آخری ہی پند و موعظت. آپؐ نے فرمایا کہ

اے لوگو! میں تمہارے درمیان دو گرانبہا چیزیں چھوڑے جارہا ہوں. ان میں سے ایک کلام اللہ ہے اور دوسرے میرے اہل بیت (۳۵).

بالآخر اس سفیر حق کی روح مقدس تریسٹھ سالہ پر جد وجہد زندگی بسر کرنے کے بعد بروز ہفتہ ۲۸ صفر سنہ ۱۱ ہجری کو اس وقت جب کہ آنحضرتؐ کا سر مبارک حضرت علی (ع) کے گود میں تھا عالم ملکوت کی جانب پرواز کر گئی (۳۶).

امیر المومنین حضرت علی (ع) نے آپؐ کے جسد پاک کو غسل دیا اور کفن پہنایا (۳۷).

اس کے بعد آپؐ کے چہرے مبارک کو کھول دیا. اگرچہ آنکھوں سے آنسو جاری تھے مگر اسی حالت میں آپؐ نے فرمایا کہ

یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپؐ پر فدا ہوں. آپؐ کی رحلت کے باعث نبوت، وحی الٰہی اور آسمانی پیغامات کی آمد کا رشتہ منقطع ہوا ....اگرچہ آپؐ نے ہمیشہ ہمیں صبر کی تلقین کی اور عجلت و بے تابی سے منع فرمایا مگر آج صبر و تحمل کا یارا نہیں. بے اختیار ایسے آنسو بہے چلے جارہے ہیں کہ ان کا سرچشمہ خشک ہو گیا (۳۸).

اس کے بعد آپ (ع) نے نماز جنازہ پڑھائی. حضرت علی (ع) کے بعد صحابہ نے یکے بعد دیگرے کئی جماعتیں بنا کر نماز ادا کی. اس کے بعد اسی حجرے میں جہاں آنحضرتؐ کی رحلت ہوئی تھی اس جسد پاک کو سپرد خاک کر دیا (۳۹).

خداوند و ملائک اور کل مومنین کی طرف سے آپؐ پر اور خاندان رسالت پر

ہزارا ہزار سلام ۔

سوالات

۱۔ حجتہ الوداع کس سال منعقد ہوا ۔اس میں پر کتنے لوگوں نے شرکت کی ۔اس کی کیا خصوصیات تھیں ؟

۲۔رسول خداؐ نے حجتہ الوداع کے خطبات میں کن باتوں کو تاکید سے بیان کیا ؟

۳۔سنہ ۱۰ ہجری کے سیاسی ،اجتماعی حالات کو مد نظر رکھتے ہوئے واضح کیجئے کی رسول خداؐ نے جانشین مقرر کئے جانے کی کیوں ضرورت محسوس کی ؟

۴ "غدیر خم "کے وقت کیا اہم واقعہ رو نما ہوا ۔اس واقعے کی قرآن کی رو سے کیا اہمیت تھی ؟

۵۔وہ کون سے عوامل تھے جن کے باعث رسول خداؐ نے اپنی زندگی کے آخری دنوں میں حضرت اسامہ کے لشکر کو عسکری اعتبار سے تقویت پہنچانے کی کوشش کی ؟

۶۔رسول خداؐ کو کس وجہ سے یہ اصرار تھا کہ حضرت اسامہ کا لشکر روم کی جانب روانہ ہو جائے

؟۸۔بعض صحابہ نے کس وجہ سے رسول خداؐ کے فرمان کو قبول نہ کیا اور حضرت اسامہ کے لشکر میں شریک ہونے سے انہوں نے انکار کر دیا ۔

۸۔رسول خداؐ کی رحلت کس روز ہوئی ؟آپؐ کو کہاں دفن کیا گیا۔ غسل و تکفین کے فرائض کس شخص نے انجام دیئے ؟

## حوالہ جات

۱-بعض مورخین نے لکھا ہے کہ :جزیرہ نما عرب میں بت پرستی کا قلع قمع ہجرت کے دسویں سال کے اواسط میں ہو گیا تھا .ملاحظہ ہو :فروغ ابدیت ج ۲ صفحہ ۸۰۹ -

۲-شاید اسی وجہ سے "حجتہ الوداع "کہا گیا ہے -

۳-سورہ حج آیہ ۲۷ ملاحظہ ہو :مجمع البیان ج ۷ ۸ صفحہ ۸۰ -

۴-ملاحظہ ہو :السیرۃ الحلبیہ ج ۳ صفحہ ۲۵۷ -

۵-یہ تعداد چالیس ہزار 'ستر ہزار دے ہزار 'ایک لاکھ بیس ہزار اور ایک لاکھ چوبیس ہزار تک درج ہے اور یہ تعداد ان پر مشتمل ہے جو رسول خداؐ کے ساتھ سفر میں تھے اور ان میں اہل مکہ شامل نہیں .ملاحظہ ہو :

السیرۃ الحلبیہ ج ۳ صفحہ ۲۵۷ و الغدیر ج ۱ صفحہ ۹ -

۶-بحار الانوار ج ۲۲ صفحہ ۳۸۴ المغازی ج ۳ صفحہ ۱۰۸۹ و الارشاد صفحہ ۹۱ -

۷-ملاحظہ ہو :الارشاد صفحہ ۹۱ -

۸-الغدیر ج ۱ صفحہ ۱۰ -

۹-بحار الانوار ج ۲۱ صفحات ۳۸۹ ۳۹۰ -

۱۰-ایضا صفحہ ۳۹۱ و الارشاد صفحہ ۹۲ -

۱۱-ملاحظہ ہو :السیرۃ المصطفیٰ صفحات ۶۸۸ ۶۸۹ -

۱۲-رسول خداؐ کے اس خطبے کے متعلق مزید معلومات کے لئے ملاحظہ ہوں :بحار الانوار ج ۲۱ صفحات ۳۸۰ ' ۳۸۲ تاریخ یعقوبی ج ۲ صفحات ۱۰۹ ۱۱۲ -

۱۳-السیرۃ النبویہ ج ۴ صفحات ۲۵۰ ۲۵۱ -

۱۴-آج میں نے تمہارے دین کو مکمل کر دیا ہے .سورہ مائدہ آیت ۳ -

۱۵-سورہ مائدہ آیت ۶۷ -

۱۶-من کنت مولاہ فھذا علی مولاہ ○اللھم وال من والاہ و عاد من عاداہ وا

نصر من نصرہ واخذل من خذلہ ○

۱۷-سورہ مائدہ آیت ۳ -

۱۸-ملاحظہ ہو: تاریخ طبری ج ۳ صفحات ۱۸۴ ۱۸۵ -

۱۹-ایضا صفحہ ۱۳۶ -

۲۰-اقبلت الفتن کقطع الیل الظلیم یتبع اولھا و اخرھا ○

الارشاد صفحہ ۹۷ -

۲۱-حلبی نے اپنی سیرت کی کتاب میں حضرت اسامہ کی عمر (۱۸) سال لکھی ہے۔ احتمال ہے کہ اس وقت ان کی عمر (۱۷)، (۱۹) یا بیس سال ہو گی۔ کیونکہ لفظ "قیل" سے یہی مطلب اخذ ہوتا ہے۔ ملاحظہ ہو: السیرۃ الحلبیہ ج ۳ صفحہ ۲۰۷ -

۲۲-ملاحظہ ہو: المغازی ج ۳ صفحہ ۱۱۱۷-

۲۳-سر الی مقتل ابیک۔ ملاحظہ ہو: شرح نہج البلاغہ۔ ابن ابی الحدید ج ۱ صفحہ ۱۵۹ -

۲۴-یہ جگہ شام کے راستے پر مدینہ سے تین میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ معجم البلدان ج ۲ صفحہ ۱۲۸ -

۲۵-ملاحظہ ہو: الملل والنحل شہرستانی ج ۱ صفحہ ۲۳ (مقدمہ چہارم کے ذیل میں) یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے بعض افراد اپنی ذاتی فضیلت اور خاندان رسالت سے متعلق ہونے کے باعث (امیر المومنین حضرت علی (ع)، حضرت ابن عباس، حضرت ابوذر اور حضرت مقداد) حضرت اسامہ کی سپاہ میں شریک ہونے سے مستثنیٰ تھے -

۲۶-ملاحظہ ہو: الارشاد صفحہ ۹۶ -

۲۷-ملاحظہ ہو: المغازی ج ۳ صفحہ ۱۱۱۸ -

۲۸-ملاحظہ ہو: الارشاد صفحہ ۹۷ -

۲۹-ملاحظہ ہو: الملل والنحل ج ۱ صفحہ ۲۳ -

۳۰-المغازی ج ۳ صفحہ ۱۱۱۹ و الطبقات الکبری ج ۲ صفحہ ۱۹۰ -

۳۱-الطبقات الکبری ج ۲ صفحہ ۱۹۰ -

۳۲-الارشاد صفحہ ۹۷ -

۳۳-ائتونی بدواۃ و صحیفۃ اکتب لکم کتابا لن یضلوا بعدہ ابدا○

۳۴-الطبقات الکبری ج ۲ صفحہ ۲۴۴ -

۳۵-ملاحظہ ہو: بحار الانوار ج ۲۲ صفحات ۴۷۵ ۴۷۶ -

۳۶-ارشاد صفحات ۱۰۰ ۱۰۱ -

۳۷-ایضا صفحات ۱۰۰ ۱۰۱ -

۳۸-نہج البلاغہ مرتبہ صبحی صالح خطبہ ۲۳۵ صفحہ ۳۵۵ -

۳۹-الارشاد صفحہ ۱۰۱ -

اهدائی
دفتر نماینده مقام معظم رهبری (مدظله العالی)
در پاکستان